تکمیل، تصحیح و تخریج
شدہ مجموع

# ارشاداتِ اکابر

بموقع

# سہ ماہی جوڑ

بتاریخ: ۹/۱۰/۱۱/۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بمطابق: 28/29/30/جولائی۔ یکم/اگست 2023ء

(ہفتہ۔اتوار۔پیر۔منگل)

بمقام: بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔


ترتیب وتخریج

مفتی محمد حسام الدین قاسمی

**9490689790,9652414110**

جامع مسجد معظم پورہ، مرکز ملے پلی، حیدرآباد، دکن۔

040 23342899,7842800278

# فہرستِ مضامین


| سلسلہ نمبر | تاریخ | دن | وقت | عنوان | اسمائے گرامی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۹؍محرم الحرام | سنیچر | بعدِظہر | دینی وعصری طلبہ کی کارگزاری | مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی |
| ۲ | ۹؍محرم الحرام | سنیچر | بعدِعصر | اجتماعیت، مرکزیت، اطاعت | حضرت مولانا عبدالستار صاحب دامت برکاتہم |
| ۳ | ۹؍محرم الحرام | سنیچر | بعد مغرب | صوبوں اور ملکوں کے تقاضے | مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی مدظلہ |
| ۴ | ۹؍محرم الحرام | سنیچر | بعدعشاء | حیاۃ الصحابہؓ: | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۵ | ۱۰؍محرم الحرام | اتوار | بعدفجر | اچھا گمان بڑی طاقت ہے | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۶ | ۱۰؍محرم الحرام | اتوار | ظہر سے پہلے | کارگزاری | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۷ | ۱۰؍محرم الحرام | اتوار | بعدعصر | دینی وعصری طلبہ میں کام کی اہمیت اور طریقۂ کار | مفتی یعقوب سیلونی صاحب زید مجدہٗ |
| ۸ | ۱۰؍محرم الحرام | اتوار | بعد مغرب | بنجر بستیوں کا کام | مولانا یوسف صاحب زید مجدہ<br>ابن حضرت جی دامت برکاتہم |
| ۹ | ۱۰؍محرم الحرام | اتوار | بعدعشاء | حیاۃ الصحابہؓ | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۰ | ۱۱؍محرم الحرام | پیر | بعدفجر | اتباعِ سُنّت | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۱ | ۱۱؍محرم الحرام | پیر | بعدِظہر | تقاضوں پر جانے والی جماعتوں کی کارگزاری | مفتی شہزاد صاحب وغیرہ |
| ۱۳ | ۱۱؍محرم الحرام | پیر | بعدعصر | عزائم کی بات | مولانا فاروق صاحب (بمبئی والے) |
| ۱۴ | ۱۱؍محرم الحرام | پیر | بعد مغرب | ہدایت وانتقام دونوں کا جذبہ داعی دل میں جمع نہیں ہو سکتے | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۵ | ۱۱؍محرم الحرام | پیر | بعدعشاء | حیاۃ الصحابہؓ | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۶ | ۱۲؍محرم الحرام | منگل | بعدفجر | مسجد کی آبادی اور دعوت کی اہمیت | حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۷ | ۱۲؍محرم الحرام | منگل | دُعاء<br>سے پہلے | کام کا دستور | مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ<br>ابن حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ |
| ۱۸ | ۱۲؍محرم الحرام | منگل | | دین کی محنت کو بدلنا خیانت ہے | حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی<br>دامت برکاتہم |
| ۱۹ | ۱۲؍محرم الحرام | منگل | | دُعاء | حضرت جی دامت برکاتہم |

# دینی مدارس اور عصری درسگاہوں میں کام کی کارگزاری

**مولانا یوسف صاحب** زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم، بروز ہفتہ، بعد ظہر، ۹ محرم الحرام، ۱۴۴۵ھ

## طلبہ میں کام کی اہمیت

علماء کا کام' طلباء کا کام یہ ہمارے کام کا بڑا بنیادی حصہ ہے۔ عصری طلبہ انہیں جس جگہ استعمال ہونا چاہیے تھا اُس جگہ استعمال نہیں ہو رہے ہیں۔ سب سے زیادہ باطل کی نظر ان کے اوپر ہے۔ اور سب سے زیادہ نقصان ہو رہا ہے ان کے غلط استعمال ہونے کی وجہ سے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے' اُس کے والدین اُس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔(۱)

## بچوں کی تعلیم وتربیت سے بے توجہی قابلِ افسوس

آج بچوں کی تعلیم وتربیت ان کی دیکھ بھال، اُنہیں مدارس میں داخل کرنا، انہیں اہتمام سے دینی تعلیم دلوانا، ان کی تربیت کی فکر کرنا، اِس سب سے بہت تیزی کے ساتھ نظر ہٹتی جا رہی ہے۔ جس طرح جانور پلتا ہے اُس طرح اولاد بھی پل رہی ہے۔ جس طرح جانور کھانے کے لیے پالا جا رہا ہے اسی طرح اولاد بھی اُن سے صرف دنیوی فائدہ اٹھانے کے لیے پالی جا رہی ہے۔ جانور کے پلنے میں اور اولاد کے پلنے میں کوئی فرق نہیں رہا؛ اِس لیے مستقل طور پر نظام الدین مرکز سے سارے عالم کے اعتبار سے اِس بات کی فکر کی جا رہی ہے کہ ایک نظام ہمارا مدارس کا اور دوسرے عصری درسگاہوں (اسکولس' کالجس' یونیورسٹیز) کا ان میں دعوت کا نظام ایسا مضبوط ہونا چاہیے کہ ان میں پڑھنے والے طلباء دیندار اور داعی بنیں اور اگر ان پر محنت نہ کی گئی تو باطل کا ماحول ایسا مضبوط ہے کہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ نئی نسل کدھر چلی گئی اور اِرتداد کے پھیلنے کی سب سے بنیادی وجہ یہی عصری تعلیم گاہیں ہیں۔

## دینی تعلیم سے ناواقفیت اِرتداد کا ایک اہم سبب

انہیں نہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا کچھ پتہ نہ عقائد کا کچھ علم، نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقفیت اور نہ انبیاء علیہم السلام کے حالات کی اطلاع؛ اس لیے یہاں پر مضبوط کام کرنے کی اور اس کی کارگزاری لینے کی ضرورت ہے۔

## کاگزاری کی اہمیت

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہؓ میں مستقل طور پر ایک باب قائم کیا ہے، النظر في العمل مقصد یہ ہے کہ پورے عمل کے کام کے سارے اُمور پر نظر ہونی چاہیے، اس میں ایک واقعہ نقل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی کام دے دوں اور میری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق وہ کام کر بھی دو تو کیا میری ذمہ داری پوری ہوگی ساتھیوں نے کہا آپ کی ذمہ داری تو پوری ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں! میری ذمہ داری اس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک کہ میں تم سے

---

(۱) كلُّ مولودٍ يولَدُ على الفطرةِ فأبواه يُهوِّدانِه أو يُنصِّرانِه أو يُمجِّسانِه، جامع الترمذی، باب ماجاء كل مولود يولد على الفطرة (ج:۲،ص:۳۵)

کارگزاری سن نہ لوں (۱) کہ اس جماعت نے کیا کام کیا ہے۔ یہ ہے وہ کارگزاری جس کا ہمیں اہتمام کرنا ہے، تاکہ پتہ چلے کہ کتنا کام ہوا ہے اور کتنا باقی ہے؟ اس لیے سارے صوبے والے اہتمام سے مدارس اور عصری درسگاہوں کے کام کی کارگزاری لے کر آئیں۔ اگر کارگزاری نہیں ہوگی تو عمل ضائع ہوگا۔ ہمارے حضرت (یعنی حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) مستقل طور پر فرماتے رہتے ہیں کہ جس عمل کی کارگزاری لی جائے گی وہ عمل محفوظ رہے گا اور جس عمل کی کارگزاری نہیں دی جائے گی وہ عمل ضائع ہوگا۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو تھوڑی دیر 10 منٹ اپنی دُوکان پر بٹھا کر جاتا ہے کہ کھانے جا رہا ہوں، نماز پڑھ کر آتا ہوں تو آنے کے بعد کارگزاری لیتا ہے کہ کون سی چیز کتنے میں بیچی، اس لیے ذمہ دار اور فکرمند ساتھی کارگزاری سنائیں۔

## کارگزاری کے دوران وقفہ وقفہ سے مختلف اُمور پر کہی گئی اہم باتیں

### دینی و عصری طلباء کے جوڑوں کا مقصد کیا ہے؟

● فرمایا: ہمارے جوڑ چاہے وہ عمومی ہوں یا عصری طلباء کے یا دینی طلباء کے ان کا مقصد صرف تفہیم یعنی دین کی بات سمجھانا نہیں ہے بلکہ تشکیل ہے۔ (حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

### طلباء کی وصولی کی اہمیت

● فرمایا: جوڑ میں شرکت کرنے والے طلباء خروج کے واسطے آمادہ ہوں اس کی خوب فکر کی جائے۔ اگر آنے والے طلباء ہی وصول نہ ہوں تو وہ دوسروں کو کس طرح وصول کریں گے! ہمارے حضرت (یعنی حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں جس عمل کے بعد اصولی نہیں ہوگی چاہے اس میں کتنی ہی ترغیب دی گئی ہو وہ عمل ضائع ہوگا۔ طلباء کا کہنا ہے کہ جو کام خروج (راہ خدا) میں سمجھ میں آتا ہے وہ مقام پر سمجھ میں نہیں آتا۔

### عصری و دینی طلبہ کی کارگزاری اور کام کی اہمیت

● فرمایا: صوبوں اور اضلاع کی سطح سے شب گزاریوں اور ماہانہ جوڑوں میں ان طلبہ کی فکر ہو۔

### ان طلبہ پر کون محنت کرے

● فرمایا: عصری و دینی طلبہ کی محنت کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، سب کی ذمہ دار مسجد وار جماعت ہے۔

### عصری طلبہ کی فکر زیادہ کرنی چاہیے

● فرمایا: دینی مدارس کے طلباء کو کام سے جوڑنے کی بڑی فکر کی جاتی ہے، اس کے لیے جوڑ کیے جاتے ہیں ان کی چلہ کی جماعتوں کو نظام الدین بلایا جاتا ہے اور ان کی جماعتوں میں علماء کو جوڑا جاتا ہے۔ جب دینی طلباء کی اتنی فکر کی جا رہی ہے تو عصری طلباء کی کتنی فکر کرنی چاہیے۔ عصری طلبہ کا خروج صحیح ہوگا تو بہت فائدہ ہوگا، اس لیے ان کی جماعتوں میں فکرمند

---

(۱) النظر في العمل: عن طاووس أنَّ عمر رضي الله عنه قال: أرأيتم إن استعملت عليكم خير من أعلم ثم أمرته بالعدل، أقضيت ما عليَّ؟ قالوا: نعم. قال: لا، حتى أنظر في عمله أَعمِل بما أمرته أم لا؟ (كنز العمال. ج۵ ص ۲۸ ۷ مؤسسة الرسالة)

اور سنجیدہ ساتھیوں کے ساتھ ساتھ حضراتِ علماء کرام کو بھی جوڑنا چاہیے۔

## مدارس اور عصری درسگاہوں کے ذمہ داروں سے ملاقات

● فرمایا: ان دونوں جگہوں پر ملاقات کیلئے سنجیدہ اور فکرمند علماء اور پُرانے ساتھیوں کی جماعتیں جانی چاہئیں تا کہ وہ ذمہ داروں اور اساتذہ کو کام سے مطمئن کرسکیں اور انہیں بھی جوڑوں میں شرکت کی دعوت دے سکیں۔

## مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کی فکر شروع ہی سے کرنی چاہیے!

● فرمایا: حضراتِ علماء کرام کی پہلے سال یا دوسرے سال یا کبھی پانچ ماہ بیرون کی جماعت نکلتی ہے تو پورے حلقہ پورے شہر اور پورے صوبہ کو معلوم ہوتا ہے' مگر جو بچے سال پانچ سال علم حاصل کرنے کے لیے اپنے شہر اور صوبہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں ان کی ہمیں اطلاع ہی نہیں؛ ان کی فکر کرنے کی کتنی ضرورت ہے۔

## دینی طلبہ کی جماعتیں کہاں جائیں؟

● ابھی یعنی سال کے شروع میں مقامی کام سمجھانے کے لیے کیے جانے والے جوڑ سے دینی طلباء کا ذہن بنایا جائے کہ آپ کو چھٹیوں میں چلا لگانے کے لیے مرکز نظام الدین جا کر وہاں سے رُخ لے کر روانہ ہونا ہے۔

## عصری طلبہ کی جماعتیں کہاں جائیں!

● عصری طلبہ کی بھی جو باشعور ہیں چار چار ماہ کی جماعت نظام الدین بھیجی جائے۔ حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے فرمایا: صوبۂ یوپی کے مدارس میں پورے ملک کے طلبہ پڑھتے ہیں ان طلبہ کی ملک والے مسجد وار جماعت کی سطح سے فکر کریں۔

## صوبۂ بہار کے حضرات سے کارگزاری کے دوران مولانا یوسف صاحب زید مجدہ نے پوچھا:

● سوال: ملک کے دینی مدارس میں صوبۂ بہار کے طلباء کی ایک بڑی تعداد علم حاصل کر رہی ہے آپ ان کو کام سے جوڑنے کی کیا فکر کرتے ہو۔ دینی طلبہ کے دو جوڑ کہاں ہوں؛ فرمایا: مراکز میں یا ایسی مساجد میں رکھے جائیں جہاں آسانی کے ساتھ تمام مدارس والے آسکیں۔

## سال/دو سال لگائے ہوئے علماء کو دوبارہ نظام الدین کے لیے بھیجنا

● فرمایا: مرکز نظام الدین میں 13 نمبر کمرہ ہے، جہاں آنے والے علماء وطلباء کا استقبال کیا جاتا ہے اور ان کی ترتیب بنائی جاتی ہے؛ اس لیے یہاں علماء کی ضرورت ہے۔ ہمیں ان کی فہرست چاہیے اور آپ ایسے علماء کو یہاں بھیجیں۔

## چھٹی کے دن عصری و دینی طلبہ کا مسجد کی آبادی میں زیادہ حصہ لینا

● فرمایا: اتوار اور دیگر چھٹیوں کے دن مساجد کو 24 گھنٹے آباد کیا جائے؛ ان میں خاص طور سے طلباء کو زیادہ سے زیادہ جوڑا جائے۔ تعلیم کے حلقے ہوں۔ سیکھنا سکھانا ہو۔ آبادی کی محنت ہو۔ کھانے پینے کا انتظام نہ ہو؛ کہیں وہ اتوار کے

دن کی محنت کو بقیہ دنوں کے مقامی کام اور خُروج کا بدل نہ سمجھیں۔

## اقتباسات؛از: بیان (مولانا عبدالستار صاحب دامت برکاتہم)

## جسم اور روح کی اہمیت:

قابل احترام بزرگو اور بھائیو!

● ایک تو جسم ہے اور ایک روح ہے، جسم بہت ضروری چیز ہے اسی میں روح ڈالی جاتی ہے اور روح بہت بنیادی چیز ہے ،اگر روح نہیں ہے تو جسم بھی بیکار ہے، ہمارے کام کے ظاہر ہیں سنتوں کی اتباع ہے لیکن اندرونی کیفیت روحانیت، خدا کا تعلق، نبی کا عشق، قران سے لگاؤ، اعمال خیر کی طرف توجہ، آخرت کی فکر اگر غالب ہے تو یہ نورانیت کی علامت ہے، دعاؤں کی طرف طبیعتیں چل رہی ہوں، استغفار کی طرف دھیان جا رہا ہو، اپنی کمی کا احساس ہو رہا ہو، یہ بنیادی چیز ہے۔

## ابراہیمی صفات

● حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (30) خوبیوں میں آزمایا گیا اور وہ اُن میں پورے اُترے۔(ابنِ کثیر)(۱)

دس خوبیاں: اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الخ (پارۂ22، سورۂ احزاب: آیت 35) میں ہیں۔

دس خوبیاں: اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ (پارۂ11، سورۃ التوبہ: آیت 111) میں ہیں۔

سات خوبیاں: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ (پارۂ18، سورۃ المؤمنون: آیت 1) میں ہیں۔

تین خوبیاں: وَ الَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْن الخ (پارۂ29، سورۃ المعارج: آیت 26، 27، 29) میں ہیں۔

## سورۂ توبہ میں دس صفات ہیں

| | | | |
|---|---|---|---|
| (1) | التائبون | توبہ کرنے والے۔ | (توبہ) |
| (2) | العابدون | عبادت کرنے والے۔ | (عبادت) |
| (3) | الحامدون | حمد کرنے والے۔ | (تسبیح) |
| (4) | السائحون | روزہ رکھنے والے، | (روزہ) |
| | | سیاحت کرنے والے۔ | (سیاحت) |
| (5) | الراکعون | رکوع کرنے والے۔ | (رکوع کرنا) |
| (6) | الساجدون | سجدہ کرنے والے۔ | (سجدہ کرنا) |
| (7) | الامرون بالمعروف | نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے۔ | (امر بالمعروف) |
| (8) | الناھون عن المنکر | بُری باتوں سے باز رکھنے والے۔ | (نہی عن المنکر) |
| (9) | الحافظون لحدود الله | اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے۔ | (حدود کی حفاظت) |

(۱)وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: مَا ابتلي بهذا الدين أحد فقام به كُلِّهِ إِلَّا إِبْرَاهِيمَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ قُلْتُ لَهُ: وَمَا الكلماتُ التِي ابْتَلَى اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ بِهِنَّ فَأَتَمَّهُنَّ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ ثَلَاثُونَ سَهْمًا، مِنْهَا عَشْرُ آيَاتٍ فِي بَرَاءَةٍ: ﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ [الْحَامِدُونَ] (۱)﴾ [التَّوْبَة:۱۱۲] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ (۲) وَعَشْرُ آيَاتٍ فِي أَوَّلِ سُورَةِ ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ وَ﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ﴾ وَعَشْرُ آيَاتٍ فِي الْأَحْزَابِ: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ [الْآيَة:۳۵] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَأَتَمَّهُنَّ كُلَّهُنَّ، فَكُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ. قَالَ اللّٰهُ: ﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾ [النَّجْم:۳۷] (تفسیر بن کثیر ج ۱ ص ۷ ۱ ۳، مکتبہ اشرفیۃ، دیوبند)

## سورہ مومنون میں سات صفات ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| قدافلح المؤمنون | بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی۔ | (ایمان) |
| الذین هم في صلاتهم خاشعون | جواپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ | (نماز کا خشوع) |
| والذین هم عن اللغو معرضون | اور جولغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔ | (لایعنی سے اجتناب) |
| والذین هم للزکاة فاعلون | اور جواپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ | (زکوٰۃ کی ادائیگی) |
| والذین هم لفروجهم حفظون | اور جواپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ | (پاک دامنی) |
| والذین هم لامنتهم وعهدهم راعون | اور جواپنی امانتوں اوراپنے عہد کا خیال رکھنے والے۔ | (امانتداری/وعدہ کو پورا کرنا) |
| والذین هم علی صلوتهم یحافظون | اور جواپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ | (نماز کی پابندی) |

## سورہ معارج میں تین صفات ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| والذین یصدقون بیوم الدین | اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ | (قیامت کی تصدیق) |
| والذین هم من عذاب ربهم مشفقون | اور جواپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ | (عذاب سے ڈرنا) |
| والذین هم بشهادتهم قائمون | اور جواپنی گواہیوں کوٹھیک ادا کرتے ہیں۔ | (سچی گواہی دینا) |

## سورہ احزاب میں دس صفات ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| المسلمین والمسلمات | اسلام کے کام کرنے والے کرنے والے مردوعورتیں۔ | (اسلام) |
| والمؤمنین والمؤمنات | ایمان لانے والے مرداورایمان لانیوالی عورتیں۔ | (ایمان) |
| والقنتین والقنتت | فرمانبرداری کرنے والے کرنے والے مردوعورتیں۔ | (اطاعت) |
| والصدقین والصدقات | راست بازمرداورراست بازعورتیں۔ | (سچائی) |
| والصبرین والصبرات | صبر کرنے والے مرداورصبر کرنیوالی عورتیں۔ | (صبر) |
| والخشعین والخاشعت | خشوع کرنے والے مرداورخشوع کرنے والی عورتیں۔ | (خشوع) |
| والمتصدقین والمتصدقت | خیرات کرنے والے مرداورخیرات کرنیوالی عورتیں۔ | (خیرات کرنا) |
| والصئمین والصئمت | روزہ رکھنے والے مرداورروزہ رکھنے والی عورتیں۔ | (روزہ) |
| والحفظین فروجهم والحفظت | شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوعورتیں۔ | (پاک دامنی) |
| والذاکرین الله کثیرا والذکرات | بکثرت خدا کی یاد کرنے والے مردوعورتیں۔ | (ذکر) |

## عبادت سے دعوت میں قوّت پیدا ہوتی ہے

● اس میں سب سے بنیادی چیز یہ بتائی گئی ہے کہ داعی تائب ہو، اس کا ثبوت اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کے عملی سلسلہ سے دے دیا۔

● داعی جتنا تائب ہوگا عابد ہوگا جتنا نقل وحرکت میں ہوگا جتنا یہ اللہ کے سامنے جھک رہا ہوگا اتنا اس کی امر بالمعروف کی کیفیت مضبوط ہوجائے گی اور اتنا اس کا برائیوں سے روکنا مضبوط ہوجائے گا۔

● آدمی اپنے بارے میں سوچے کہ میں توبہ میں کہاں ہوں؟ کتنا روتا ہوں؟ عبادت میں کہاں ہوں؟ میری نقل وحرکت کتنی ہے؟

● داعی ہمیشہ اپنے چوکوں کو اور اپنے بھولوں کو مستحضر رکھے جیسا کہ انبیاء سابقین کی روایتوں سے اور ان کی حالتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

● جتنا آدمی اپنی تقصیرات کا اور اپنی کوتاہیوں کا استحضار کرے گا اُتنا اللہ پاک اُس سے کام لیں گے۔

## نماز سے تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا ہے

● نمازوں کی کثرت یہ داعی کی خاص صفت ہے، داعی کی نماز جب نکھر جائے گی تو اس کا تعلق مع اللہ مضبوط ہوجائے گا، اس لیے علماء نے لکھا ہے (من صحت صلاته صحت حیاته) جس کی نماز بن گئی، اس کی زندگی بن گئی۔ (۱)

● ہماری تنہائی جو ہماری نیند کا وقت ہے وہی ہماری ترقی کا وقت ہے (لہٰذا! تہجد کا خوب اہتمام کیا جائے)۔

● دعوت کیلئے بصارت (ظاہری نظر) ضروری نہیں (کیونکہ نابینا لوگ بھی کام کررہے ہیں) بلکہ بصیرت (کام کا فہم) ضروری ہے اور بصیرت کے لیے یہ صفات ضروری ہیں (جن کا بیان گزر چکا) جیسے بصارت کے لیے علاج ہے ایسے ہی بصیرت کے لیے بھی علاج ہے۔

## بصیرت پیدا کرنے کا طریقہ

اور وہ یہ ہے کہ قرآن پڑھیں، تسبیح پڑھیں، نماز پڑھیں، دُعا کریں، اللہ کی حدود کی حفاظت کریں، تو اس کے نتیجہ میں نورانیت آئے گی اور روحانیت بھی آئے گی۔

## داعی کو سورج کی طرح ہونا چاہیے

● داعی کبھی سکون میں نہیں رہتا، بلکہ داعی تو حرکت میں ہوتا ہے، مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واضح مثال سے بتایا کہ داعی سورج کی طرح ہے، اور سورج سارے عالم کو روشن کرتا ہے کیونکہ وہ حرکت میں رہتا ہے، اس لیے داعی بھی حرکت میں رہے۔

● آدمی حرکت میں آئے گا اُتنا ہی حرکت میں لاسکے گا اور جتنا آدمی (بے متحرک) بے حرکت رہے گا یا اس کے صوبہ کی اس کے ضلع کی اور اس کے علاقہ کی سطح گرے گی کیوں؟ لوگ مقتداء کو دیکھتے ہیں، لوگوں میں دیکھنے کا معمول ہے۔

---

(۱) أولُ مایحاسبُ بهِ العبدُ یومَ القیامةِ الصَّلاةُ، فإنْ صَلَحتْ، صَلَحَ سائرُ عَمَلِه، و إنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سائرُ عَمَلِه الراوي: أنس بن مالك (الترغیب ج۳ ص ۲۸، دار الحدیث قاهره)

● آدمی حرکت میں جتنا آگے ہوگا اتنا ہی وہ آگے جائے گا۔

● تعلق مع اللہ باطنی نظام ہے اور جب تک باطنی نظام حرکت میں نہیں آئے گا ظاہر میں کچھ بھی اثر نہیں ہوگا، اس لیے باطنی نظام کے لیے باطنی اعمال ہیں، توبہ، استغفار، قرآن کی تلاوت، بار بار خدا سے تعلق۔

## قبولیت اصل ہے نہ کہ شہرت

● بندوں کے دلوں میں بس جانا ہے چھا جانا کوئی چیز نہیں ہے، چھانے والی چیز توختم ہوجاتی ہے جیسے بادل چھا گیا ہے پھر تھوڑی دیر میں چھٹ جائے گا۔ جنتی آدمیوں کی صفات میں سے نرمی ہے (لہٰذا! داعی کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر نرمی پیدا کرے)۔

تنہائی جتنی اچھی ہوتی ہے آدمی اُتنا ہی خدا کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے (اس لیے تنہائی کے گناہوں سے خوب پرہیز کیا جائے)

## دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے حیاۃ الصحابہؓ کا مطالعہ ضروری ہے

● جن کا کام کرنا ہے، ان کی زندگی دیکھیں، حیاۃ الصحابہؓ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر گہری تھی۔ سفر میں علماء سے پوچھ کر حیاۃ الصحابہؓ لکھنے کی ابتداء کی۔

● حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ کاندھلہ نہیں لکھوائی، مشائخ سہارنپور نہیں لکھوائی بلکہ آپ نے تو حیاۃ الصحابہؓ لکھوائی، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

● اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے امیر کو انہوں نے ہم کو حیاۃ الصحابہؓ کی طرف متوجہ کیا ورنہ ہم ان سے پہلے کہاں متوجہ تھے اس لیے بہت گہرائی سے حیاۃ الصحابہؓ کا مطالعہ کریں، بہت گہرائی سے انبیاءؑ کے واقعات کا مطالعہ کریں۔

## داعی نفس کی شرارتوں سے چوکنا رہے

● مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ شیطان کو کس نے برباد کیا، وہاں تو شیطان نہیں تھا، فرمایا اس کے نفس نے۔

● شیطان تو ہلکا دشمن ہے لاحول سے بھاگ جاتا ہے لیکن یہ نفس ایک کروڑ مرتبہ استغفار کرو نہیں بھاگتا ساتھ رہتا ہے اقامت میں بھی دعوت میں۔ (اس لیے نفس کی شرارتوں سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے)۔

● آدمی بہت چوکنا رہے جیسے حضرت حذیفہؓ چوکنا تھے صدیق اکبرؓ چوکنا تھے حضرت عمرؓ چوکنا تھے کہنے لگے وفات ابوبکرؓ کے بعد رونے لگے! کیا! کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے: میرے دونوں ساتھی نرمی کرتے تھے میں سختی کرتا تھا، اب سختی بھی میرے ذمہ نرمی بھی میرے ذمہ، مزاج بنانا پڑے گا مجھ سے لوگ جڑیں میں لوگوں سے جڑوں۔

## امیر کی اطاعت ضروری ہے

● اطاعت بڑی چیز ہے اس لیے اطاعت کی مشق پانچ وقت نمازوں میں ہوتی ہے۔

● امیر کی منشا پہچاننا، ہم تو امیر کو دیکھیں، امیر کو ہمیشہ لازم پکڑنے کا حکم ہے، جو آدمی امیر کے جسم کو دیکھتا ہے، امیر کا رنگ دیکھتا ہے (یعنی اُس کے ظاہر کو دیکھتا ہے) وہ مار کھاتا ہے (یعنی ناکام ہوتا ہے)۔(۱)

---

(۱) وعظنا رسولُ اللهِ - صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ - موعظةً بليغةً ذرِفت منها العيونُ ووجِلت منها القلوبُ فقالَ قائلٌ يا رسولَ اللهِ كأنَّها موعظةُ مودِّعٍ فماذا تعهدُ إلينا فقالَ عليكم بالسَّمعِ والطَّاعةِ وإن تأمَّرَ عليكم عبدٌ حبشيٌّ كأنَّ رأسَهُ زبيبةٌ وعليكم بسنَّتي وسنَّةِ الخلفاءِ الرَّاشدينَ المهديِّينَ من بعدي تمسَّكوا بها وعَضُّوا عليها بالنَّواجذِ وإيَّاكم ومحدثاتِ الأمورِ فإنَّ كلَّ محدَثةٍ بدعةٌ وكلَّ بدعةٍ ضلالةٌ (ابن ماجہ، ص:۵)

## امیر کو اللہ تعالیٰ وہ سجھاتے ہیں جو وقت کی ضرورت ہوتی ہے

● امیر کو اللہ تعالیٰ وہ سجھاتے ہیں جو وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ مستورات کی کہہ رہے ہیں تو مع مستورات جماعتیں نکالیں، وہ پیدل کہہ رہے ہیں تو پیدل (جماعتیں نکالیں)، وہ بیرون پانچ ماہ کہہ رہے ہیں تو (پانچ ماہ بیرون کی جماعتیں نکالیں)۔

## موجودہ لوگوں کی قدر کرنی چاہیے

● حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذمہ دار بنائے گئے حضرت مولانا یوسف علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھے ہوئے لوگ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے آپ میں وہ بات نہیں ہے جو بات حضرت جی مولانا یوسف صاحب میں تھی، شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رہنے والے کو جانے والوں سے مت ناپو، موجودہ سے ناپو۔

## بوجھ اُٹھانے کے بقدر مدد آتی ہے

● جو ذمہ داری اللہ کی طرف سے آئے گی اس کے اسباب بن جائیں گے آدمی سے اللہ پاک وہ کام لے لیتے ہیں، جو ساتھیوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

● جو آدمی تقاضے اوڑھتا ہے اس کی مدد کی جاتی ہے (اَلْمَعُوْنَۃُ بِقَدْرِ الْمَؤُنَۃِ) بوجھ کے بقدر مدد ہے (اس لیے تقاضے اوڑھے جائیں)۔(۱)

## بار بار مرکز آتے رہنے کی وجہ!

● مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور جملہ ہے یہاں (مرکز نظام الدین) آتے رہو گے ہماری کہو گے یہاں نہیں آؤ گے اپنی کہو گے (اس لیے بار بار نظام الدین جاتے رہیں)۔

## قربانی والی جگہ کی اہمیت

● حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ آئے اور کہنے لگے: حضرت آپ یہاں (مرکز نظام الدین) سے وہاں (پڑوس ملک) چلئے؛ آپؒ کہنے لگے: تم یہاں کی اینٹ کنکریاں تو لے جاسکتے ہو؛ یہاں کا رونا کیسے لے جاؤ گے۔

● جو عملہ (ذمہ داروں کے) سامنے رہتا ہے وہ کہیں نہ کہیں استعمال ہوتا ہے (اس لیے ذمہ داروں سے چمٹے رہنا چاہیے)۔

● حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) جب بات کریں تو محفوظ کرو، کیونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت ہے: جس کو ہم نے نہیں لکھا وہ چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔

## قیمتی باتیں لکھ لینی چاہئیں!

● علم کو قید کرنا ضروری ہے، یہ شکار ہے نکل جائے گا اس لیے یہ قیمتی باتیں لینی چاہیے۔(۲)

---

(۱) تنزِلُ المعونۃُ من السَّماءِ علی قدرِ المؤنۃِ وینزلُ الصَّبرُ علی قدرِ المصیبۃِ (تاریخ دمشق 400/15، دار الفکر)

(۲) العلم صَیدٌ و الکتابۃ قیدُہ * قَیِّدْ صیودک بالحبال الواثقۃ فمن الحماقۃ أن تصید غزالۃً * وتترکھا بین الخلائق طالقۃ (دیوان امام شافعی، ص ۸۷، دار المنار دیوبند)

# صوبوں اور ملکوں کے تقاضے

## بیان: مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم

بروز ہفتہ، بعد ظہر، ۹ محرم الحرام، ۱۴۴۵ھ

### تقاضے لینے میں اوس اور خزرج کا مقابلہ

● ہماری مجلس تقاضوں کو لینے کی مجلس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقاضے دیا کرتے تھے اور صحابہؓ اُن تقاضوں کو لیا کرتے تھے۔ اوس اور خزرج تقاضوں کو لینے میں اس طرح مقابلہ کرتے تھے جس طرح دو سانڈ مقابلہ کرتے ہیں (۱) تقاضوں کو نہ لینا خیانت ہے۔

### اللہ ربُّ العزّت کام لینے میں کسی سبب کے پابند نہیں

● اللہ ربُّ العزّت کام لینے میں کسی سبب کے پابند نہیں ہیں۔ قریش کے ہوتے ہوئے ابرہہ کے لشکر کے لیے ابابیل کو استعمال کیا (جتنے تقاضے لیے جاتے ہیں اُتنی ترقی ہوتی ہے) جتنا تقاضا لیا جاتا ہے اُتنا علاقہ ہرا بھرا رہتا ہے ترقی کرتا ہے۔

### ساتھیوں کا استعمال اُن کی صلاحیت کے اعتبار سے ہونا چاہیے

● کون سا ساتھی کس ملک کے لیے مناسب ہے۔ کون سا ساتھی کس ملک کا تقاضا پورا کر سکتا ہے اس کے اعتبار سے اس کا نام پیش کرنا ہے۔ اس کو سوچنا ہے سوچنا بے حد ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کا استعمال اس کی صلاحیت کے اعتبار سے کرتے تھے۔ (۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے چار آدمی بھیجے (اور خط میں لکھا 4 ہزار کو بھیج رہا ہوں۔

● دوسرا سال لگائے ہوئے علماء کرام تقاضوں پر اپنا نام پیش کریں۔

### تقاضوں پر جانے والے کیسے ہوں اور اُن کی ذمہ داریاں کیا ہیں

● اجتماعات میں جانے والی جماعتوں کا کام صرف بیان کرنا نہیں ہے بلکہ نظام الدین کے منبر سے منبر کی سطح کے مطابق اس ملک کا کام ہو سیرت کی روشنی میں کام سمجھانا ہے۔

● دورِ رسالتؐ و دورِ صحابہؓ میں جن کو ممالک میں بھیجا جاتا تھا اُن کو اپنے پاس رکھ کر کام سمجھایا جاتا تھا' پھر ان کو ملکوں میں بھیجا جاتا۔

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام کی فتح کے لیے طلب کیا تو پورا مدینہ بھر گیا گھوڑوں کو باندھنے کی جگہ نہ رہی۔

● جانے والی جماعتیں ملک جانے سے پہلے مرکز نظام الدین آئیں۔ ایک حلقہ میں جانے والی پانچ ماہ کی بیرون کی جماعتوں کو رکھا جاتا ہے' تشکیل کی جاتی ہے' پھر ان کو بھیجا جاتا ہے تو پھر پورے ملک کو کام سمجھانے والی جماعت کو اس کا کتنا اہتمام کرنا چاہیے کم از کم تین دن پہلے نظام الدین آئیں۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا خط ہے کہ پانچ دن پہلے نظام الدین آئیں اور کام کر کے آنے کے بعد کم از کم دو دن مرکز میں رہ کر واپسی کا ٹکٹ بنائیں 20 دن ملک کے پانچ دن نظام الدین کے 25 دن طئے ہو چکے ہیں۔

---

(۱) قتل أبي رافع سَلام ابن أبي الحُقَيق أخرج ابن إسحاق عن عبد الله بن كعب بن مالك رضي الله عنه قال: وكان مما صنع الله لرسوله صلى الله عليه وآله وسلم أن هذين الحيَّين من الأنصار: الأوس والخزرج كانا يتصاولان مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تصاولَ الفحلين، لا تصنع الأوس شيئًا فيه غَنَاء عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إلا وقالت الخزرج: والله لا تذهبون بهذه فضلًا علينا عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلا ينتهون حتى يُوقعوا مثلَها. وإذا فعلت الخزرج شيئًا قالت الأوس مثل ذلك. (البخاری ج ۴ ص ۴۴۹، دار التاصیل)

(۲) عن عبد الله بن جعفر وعياش بن عباس وغيرهما يزيد بعضهم على بعض أن عمرو بن العاص لما أبطأ عليه فتح مصر كتب إلى عمر بن الخطاب يستمده فأمده عمر بأربعة آلاف رجل على كل ألف رجل منهم رجل وكتب إليه عمر بن الخطاب أني قد أمددتك بأربعة آلاف رجل على كل ألف رجل منهم مقام الألف: الزبير بن العوام، والمقداد بن الأسود بن عمرو، وعبادة بن الصامت، ومسلمة بن مخلد، واعلم أن معك اثنى عشر ألف رجل، ولا يغلب اثنا عشر ألفا من قلة. كنز العمال ج ۵ ص ۲۰۷ مؤسسة الرسالة ۱۴۲۲۱)

- اس ملک کے لیے جہاں تین دن کا اجتماع ہو تقاضے پر جانے والی جماعت کا کم از کم 20 ‘25 دن کا سفر ہوگا ملک میں صرف اجتماع کے لیے نہیں بھیجا جاتا ہے؛ بلکہ ہر عمل کو عملی طور پر کر کے دکھانے کے لیے وقت کو اہتمام سے فارغ کریں۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اس بات کا پوری طرح اہتمام ہوتا تھا کہ اعتماد والوں کو ملک میں بھیجا جاتا۔
- ہفتہ کے عمومی گشت میں منبر پر بات کرنے والے کے لیے اگر ایسے شخص کو بٹھایا جس نے ٹھیک سے بات نہیں کی تو ایک ہفتہ تک دعوت کی غذا سے پورے محلے والوں کو محروم کر دیا (اگر ایسے آدمی کو ملک میں بھیجائے جائے تو ملک محروم ہوگا)۔
- ایسے لوگوں کا تقاضوں پر نام دیں جن کا تعلق مرکز سے گہرا ہو فکرمند سنجیدہ ہوں اچھی طرح سے کام بتا سکیں کام سمجھا سکیں نظام الدین میں مستقل وقت دیتے ہوں۔
- جن کا نام پیش کر رہے ہیں ان کا پانچ ماہ بیرون کا سفر شرط ہے۔

# بیرون کے تقاضے

| ملک کا نام | نوعیت | تواریخ |
|---|---|---|
| نائجیریا | سالانہ عمومی اجتماع | ۲۴، ۲۵، ۲۶/اگست ۲۰۲۳ء |
| ساؤتھ آفریقہ | علماء اور پرانوں کا جوڑ | ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵/ستمبر ۲۰۲۳ء |
| یوروپ | اجتماع کی محنت کیلیئے چار چار نام | ۲۵/ستمبر تا ۲۵/اکتوبر ۱۲۰۲۳ء |
| جلال آباد | پرانے ساتھیوں کا جوڑ | ۲۶، ۲۷، ۲۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء |
| زامبیا | عمومی اجتماع | ۲۷، ۲۸، ۲۹/اکتوبر ۲۰۲۳ء |
| ترکی | سالانہ عمومی اجتماع | ۲۱، ۲۲، ۲۳/اکتوبر ۲۰۲۳ء |
| برازیل/لاطینی امریکہ | مشورہ | ۱۱، ۱۲، ۱۳/نومبر ۲۰۲۳ء |
| نیوزی لینڈ | حلقوں کے اجتماعات | ۱۱/تا ۳۰/اکتوبر ۲۰۲۳ء |

## اندرون کے تقاضے

| صوبوں کے نام | نوعیت | تواریخ |
|---|---|---|
| گجرات | صوبائی مشورہ | ۱۹، ۲۰/اگست ۲۰۲۳ء |
| پنجاب | صوبائی سفر | ۲ تا ۱۲/اکتوبر ۲۰۲۳ء |
| آندھرا | پرانوں اور علماء کا جوڑ | (                ) |
| اڑیسہ | صوبائی سفر | ۱۸/نومبر تا ۴/دسمبر ۲۰۲۳ء |

## توقیر النبی ﷺ و اجلالہ جلد: ۲، صفحہ: ۴۲۲ (عربی)

## (حضور ﷺ کی عزّت اور تعظیم کرنا)

میرے دوستو عزیزو بزرگو! کسی کی توقیر (عزّت) دل میں اُس کا اِجلال (بڑائی) اور اس کے طریقہ کی دل میں عظمت اِس کی علامت یہ ہے کہ ان کے فیصلوں کی تنفیذ کی جائے۔ اگر مسلمان حضرت محمد ﷺ کے طریقوں کی تنفیذ (جاری) نہیں کرتا تو یہ ان طریقوں کو مٹانے کا مجرم ہے۔

### دین کو قائم کرنے کی کوشش نہ کرنا دین کو مٹانے کے مترادف ہے

- آپ یہ خیال نہ کیجئے کہ یہ تو چند علماء کی ذمہ داری ہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات کو اور آپ کے طریقوں کی تنفیذ کریں؛ نہیں یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جتنا قرآن اُس کے دل میں ہے اور جتنا دین وہ جانتا ہے، اُتنے دین کی تنفیذ کے لے جُہد و کوشش کرے، اگر وہ نہیں کرتا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے دنیا چھوڑا ہے؛ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اُس نے دین کے مٹانے میں مدد کی؛ اس لیے کہ دین کو قائم کرنے کی کوشش نہ کرنا دین کے مٹانے کے مرادف ہے۔

### نیک آدمی اگر دعوت نہ دے تو وہ عذاب میں مبتلاء ہوگا

- اِسی لیے آپ جانتے ہیں کہ جن احادیث کے اندر عذاب کی عمومیت اتنی ہے کہ اس میں عمل عبادت کرنے والے بھی اس میں ہلاک کیے جائیں گے، اس لیے کہ انہوں نے دین کو قائم کرنے کی کوشش نہیں کی؛ البتہ انہوں نے اپنی ذات سے عمل کرنے کی تو کوشش کی، لیکن دوسرں کو عمل پر لانے کی کوشش نہیں کی۔
- میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ ان کے احکام اور ان کے اوامر کی تنفیذ کرنا اور ان کے فیصلوں کی تعظیم کرنا یہ بھی صحابۂ کرامؓ کے اندر ایک بڑی صفت تھی کہ بڑے جو بات کہہ کر گئے ہیں' اُن باتوں کو باوجود ناگواریوں کے اور باوجود مشکلات کے اُن کے فیصلوں کی تنفیذ کرنا۔

### دین کے اضمحلال کا سبب

- یہ بعد والوں کے لیے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہاں بھائی! ٹھیک ہے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا لیکن اس وقت کے حالات ایسے ہیں کہ اس میں تو وہ فیصلہ تو چلے گا نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہی دین کے اضمحلال کا سبب ہے کہ زمانہ کو سامنے رکھ کر عزیمت کی بات کو چھوڑ دیا جائے اور زمانے کے حالات کو سامنے رکھ کر محض رخصت کو تھام لیا جائے یہی دین کے اضمحلال کا سبب ہے، ورنہ صحابہ کرام اس کی پوری کوشش کرتے تھے کہ جو فیصلے آپ ﷺ نے کئے ہیں ان کی بعد والے تنفیذ کریں۔

● اور یہ فیصلے صرف شریعت میں نہیں، اگر آپ ﷺ نے کوئی عمل ایسا بھی کیا ہے، جو لوگوں کی عادات اور ضروریات سے متعلق ہے، تو صحابہ کرام نے ان کے آثار کو بھی باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

## حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوقِ اتباع

عبداللہ بن عمرؓ ایسے آثار کا اتنا تتبع کرتے تھے، دیکھنے والا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پاگل کہے، کہ یہ آدمی بعض مرتبہ ایسی سنت پر عمل کرتا ہے جس سنت کا تعلق اس وقت کی ایک وقتی ضرورت سے تھا، لیکن عبداللہ بن عمر اُس سُنّت کو بھی نہیں چھوڑتے تھے' اُس پر بھی عمل کرتے چنانچہ راستہ سے چلتے چلتے عبداللہ بن عمرؓ راستہ سے الگ ہوئے اور ایک طرف جا کر بیٹھ گئے، پھر وہاں سے اُٹھ کر واپس آ گئے، پوچھا گیا: لوگ تمہیں پاگل کہ رہے ہیں، تم نے کیا کیا۔ کہنے لگے میں تو صرف اتباع جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ یہاں سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ آ کر یہاں بیٹھے تھے تو میں نے آپ کی اِقتداء میں یہ عمل کیا آپ نے ایسا کیوں کیا اور میں یہ نہیں کہتا کہ وہ زمانہ گزر گیا اگر کسی درخت کے قریب آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی ہے تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو پانی دیا کرتے تھے اور مدینہ منورہ سے مشکیزہ پانی کا بھر کر سوار کرتے اونٹ پر اور خود اونٹ پر سوار ہوتے اور جنگل میں جا کر اس درخت کو سیراب کرتے تھے جس کے قریب آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی ہے، یہ ایک اثر ہے اس کو باقی رکھنا ہے۔

## جب رواج کی تردید کی جاتی ہے لوگ رواج کی حمایت میں سُنّت کے مقابلہ پر آ جاتے ہیں

● مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں نے رواجی چیزوں کو جواز کے طریقہ پر وہ اہمیت دی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں سُنّت کی کوئی پرواہ نہیں ہے، یہ سب پڑھے لکھے لوگ کر رہے ہیں، میری زبان سے بڑا لفظ نہ نکلے۔ مجھے اِس بات پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ جب رواج کی تردید کی جاتی ہے لوگ رواج کی حمایت میں سنت کے مقابلہ پر آ جاتے ہیں اور جواز کی شکلیں لے کر لڑتے ہیں' بجائے اس کے کہ سنت کا حکم لے کر مقابلہ کرتے رواج کا؛ حالانکہ کتنے کام ایسے ہیں جن کا کرنا جائز ہے مگر خلافِ سُنّت ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ اگر حضور اکرم ﷺ نے کوئی عمل بطورِ عادت کے کیا ہے یا بطورِ ضرورت کے کیا ہے اور وہ ایک زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا لیکن صحابۂ کرامؓ نے اس کی بھی تنفیذ کی ہے اس پر بھی عمل کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور تھا کہ اگر تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنتوں کا اتباع کرتے ہوئے دیکھے تو تُو اُن کو دیوانہ سمجھے۔

## حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا پَرنالہ

● چنانچہ دیکھئے کیا واقعہ پیش آیا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا' حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ فرماتے ہیں عبیداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر کے اوپر چھت پر ایک پرنالہ لگا ہوا تھا میزاب اسے کہتے ہیں، چھت کا پانی گرنے کے لیے چھت پر پرنالہ جسے کہیں گے چھت کی نالی گلی میں، اور یہ راستے وہاں تھا میزاب (یہ پَرنالہ وہاں سے گزرتا تھا جو حضرت عمرؓ کے گزرنے کی جگہ تھی)، چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے اور جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے اپنے کپڑے بدلے تیار ہوئے، اور جمعہ کے خطبے کے لیے تیار ہو کر نکلے، اسی دن حضرت عباسؓ کے گھر میں ان کے مکان کی چھت پر دو چوزے مرغی کے ذبح کئے گئے، اس وقت وہ ذبح کئے گئے اور پرنالے سے اس کا خون نیچے گرا، اور اسی وقت عمر وہاں سے گزر رہے تھے، چنانچہ وہ خون چوزوں کا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے اوپر گرا، اور کپڑے ناپاک ہو گئے، عمرؓ واپس ہوئے وہیں سے اور جا کر عمرؓ نے کپڑے بدلے اور دوسرے کپڑے پہنے، اور حکم دے دیا حضرت عمر نے مسجد جاتے جاتے کہ یہ پرنالہ جو راستہ میں لگا ہوا ہے اوروں کو بھی اس سے تکلیف ہوگی اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے، فرمایا اس کو اُکھاڑ دیا جائے، راستہ میں خون گرا ہے، کپڑوں پر گرا، انہوں نے کپڑے بدل لیے، لیکن حکم دے دیا نماز سے پہلے ہی اس کو اکھاڑ دیا جائے، اُسی وقت حکم پورا کیا گیا، امیر کا حکم تھا، چنانچہ پرنالہ اُکھاڑ دیا گیا، حضرت عمر آئے، اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد حضرت عباس ملے عمر سے، حضرت عباس نے کہا کہ اے عمر جو پرنالہ تم نے اکھاڑا ہے یہ پرنالہ اس جگہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے، پرانی بات ہوگئی، حضرت ابوبکر کا دور گزر گیا، حضرت عمر کا دور چل رہا ہے، وہ بھی آپ نے کب لگایا ہوگا، لوگوں نے تو عمارتوں کا نقشہ بدل دیا، لیکن اگر وہاں ایک پرنالہ کسی کی چھت پر محمد ﷺ کے ہاتھ سے لگا ہوا ہے، حضرت عباس نے کہا حضرت عمرؓ سے، کہ خدا کی قسم! یہ پَرنالہ جو تم نے اُکھاڑا ہے یہ اسی جگہ آج تک لگا ہوا تھا، جس جگہ رسول نے اپنے ہاتھ سے اس کو یہاں رکھا تھا، کیونکہ حضور ﷺ حضرت عباس کا بہت خیال کرتے تھے، اور فرمایا عباس سے حضرت عمر نے سنایا کہ عباس میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ عباس تم میری پیٹھ پر چڑھو اور میں تمہیں لیکر کھڑا ہوتا ہوں اور تم اپنے ہاتھ سے اس میزاب کو اس پرنالے کو اس جگہ رکھو جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکھا تھا، حضرت عمر کا حکم تھا، اور قسم دی! عباسؓ کو، تم! میری پیٹھ پر چڑھو اور اس میزاب کو اور اس پَرنالہ کو وہاں لگاؤ جہاں پر اللہ کے نبیؐ نے لگایا تھا۔

● روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عباس کو اپنے مونڈے پر کھڑا کیا' چڑھایا اور حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے کندھے پر پیر رکھے اور حضرت عمرؓ نے اوپر کیا' یہاں تک کہ حضرت عباسؓ نے اس میزاب کو وہاں رکھا جہاں اللہ کے نبیؐ نے رکھا تھا۔ اتنا خیال اگر ایک پَرنالے کا کیا جائے تو بتایئے پھر جو اعمال محمد ﷺ کے جسمِ مُبارک سے عبادت کے نکلے ہیں اُس کا اتباع کتنا لازم ہوسکتا ہے۔

## منبرِ رسول ﷺ پر ہاتھ پھیر کر چہرے پر ملنا

- حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن قاری رحمۃ اللہ علیہ اُنہوں نے دیکھا ابن عمرؓ کو کہ وہ آپؐ کے منبر پر بیٹھنے کی جو جگہ تھی وہاں وہ ہاتھ پھیرتے تھے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے چہرے پر پھیرتے تھے، پھر وہ آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھتے اپنے چہرے پر پھیرتے تھے، عبداللہ ابن اُسیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا محمد ﷺ کے صحابہ کو کہ جب مسجد خالی ہوجاتی اور عام لوگ مسجد سے چلے جاتے تو آپ ﷺ کے منبر پر جو منبر کا حصہ ہوتا ہے اُس پر اُس کو پکڑتے جو قبر کی طرف ہوتا اور پھر اس پر کھڑے ہوکر قبلہ کی طرف رُخ کر کے دُعا مانگا کرتے جس جگہ آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے' اِس لیے کہ وہ وہ جگہیں دعاؤں کے قبول ہونے کی جگہیں تھیں۔ صحابہ کرامؓ ایک نہیں بہت سے صحابہؓ کا معاملہ تھا۔
- یہ تو بیچارے نئے لوگ پیدا ہوگئے جو ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں؛ ورنہ صحابہ کرامؓ ان مواقع پر دعائیں مانگا کرتے تھے جہاں آپؐ عبادت یا بیان یا خطبہ دیا کرتے تھے ایسی جگہوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دُعاؤں کی قبولیت کی جگہ یقین کرتے تھے۔

# حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن۔۔۔ الخ۔

## اچھے اور بُرے گمان کے اثرات:

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو عزیزو!

● سب سے بڑی خیر جو حاصل کی جاسکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے اور سب سے بڑا شر اور سب سے بڑا فساد جو دنیا میں وجود میں آسکتا ہے وہ ایک مؤمن کے ساتھ بدگمانی کرنا یہ تمام شرور کی جڑ ہے اور یہ تمام فتن کا سبب ہے۔

● اس لیے یہ بات سب سے پہلے جاننا چاہیے کہ گمان سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہے۔ اگر یہ خیر کے لیے استعمال ہو تو اس سے بڑا کوئی خیر نہیں اور یہ گمان شر کے لیے استعمال ہو تو اس سے بڑا کوئی شر نہیں۔ سب سے بنیادی چیز اللہ کے ساتھ' سب سے پہلے اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرلینا ملائکہ کی قوت سے بڑی قوت ہے

● اس لیے کہ میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرلینا یہ تمام ملائکہ کی قوت سے بڑھ کر قوت ہے۔ ملائکہ کی طاقت اور ملائکہ کی قوت جس کو اللہ ربّ العزّت نے فرشتوں کو خاص طور پر نوازا ہے اور آیتوں میں روایتوں میں ملائکہ کی طاقت کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا ہے لیکن یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرلینا ملائکہ کی طاقت کو صفر کردیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرلے تو وہ ملائکہ سے مستغنی ہوجاتا ہے۔

## حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا فرشتہ کی پیشکش کو ٹھکرانا

● سب سے پہلی مثال ہے؛ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جب آگ میں ڈالا گیا جب ابراہیم علیہ السلام طوق اور آگ کے درمیان فضاء میں تھے' علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ میں آپ کی مدد کروں؟ (تو فرمایا: اگر آپ کی طرف سے پیشکش ہے تو ضرورت نہیں ہے)۔(۱)

● اگر آپ کا گمان اللہ کے ساتھ ٹھیک ہے تو آپ صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں آپ کی حاجت نہیں ہے۔

● جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کو ٹھیک کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ غیب سے مدد کرتے ہیں۔ ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ابوبکر! تمہارا کیا گمان ہے ان دو شخصوں کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے(۲)

---

(۱) قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عليه السلام وَهُوَ يُوثَقُ أَوْ يُقَمَّطُ لِيُلْقَى فِي النَّارِ قَالَ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَلَكَ حَاجَةٌ؟ قَالَ: أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا" (تفسیر طبری۔ سورۃ الانبیاء آیت: ۶۹، ج۸ ص ۵۷، دار الحدیث قاہرہ)

(۲) قلتُ للنبيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونحن في الغارِ لو أنَّ أحدَهم ينظرُ إلى قَدَمَيْهِ لأَبْصَرَنا تحتَ قَدَمَيْهِ فقال يا أبا بكرٍ ما ظَنُّك باثنينِ اللهُ ثالثُهما (البخاری ج۴ ص ۲۵۴، دار التاصیل)

## اُمتِ محمدیہ کے افراد بھی اپنے رسولؐ کے ساتھ معیتِ الٰہیہ سے سرفراز ہیں:

- جو اللہ کی معیت نبی کے ساتھ ہے وہی اللہ کی معیت امتی کے ساتھ بھی ہے۔
- بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب قوم نے کہا ''اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنَ'' جہاں نبوت کا سلسلہ ختم ہورہا ہے وہاں یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ ابوبکر تم گھبراؤ نہیں، میرے ساتھ اللہ ہے بلکہ ''اِنَّ اللہَ مَعَنٰی'' فرمایا۔
- اس لیے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرو۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی گمان ٹھیک کرو۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے گمان پر آگ ٹھنڈی ہوسکتی ہے تو ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے گمان ٹھیک کرنے پر آگ ٹھنڈی ہوسکتی ہے۔ یہاں مقابلہ خبر اور نظر پر ہے، ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خبر ہے کہ جو شخص یہ دُعا پڑھ لے گا وہ ہر آفت سے محفوظ ہوگا۔(۱)
- گمان کرنے کا حق اور اُس کا ایک معیار ہے، اُمتی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے' نبی کی معیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کا وعدہ اُمتی سے بھی ہے جو اللہ کی معیت نبی کے ساتھ ہے وہ اللہ کی معیت اُمتی کے ساتھ ہے؛ بلکہ آپ اگر غور کریں اس بات پر کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامنے سمندر کو دیکھ کر اور پیچھے فرعون کا لشکر' جب قوم نے یہ کہا: اِنَّا لَمُدْرَكُوْن کہ ہم تو پکڑ لیے گئے ہیں' اب کوئی راستہ نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا قوم سے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْن' میرے ساتھ میرا رب ہے وہ راستہ نکالے گا، لیکن جہاں نبوت کا سلسلہ ختم ہورہا ہے کہلوایا کہ ابوبکرؓ! تم گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے؛ جہاں نبوّت کا سلسلہ ختم ہورہا ہے وہاں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت کا جو وعدہ میرے ساتھ ہے وہ وعدہ میرے اُمتی کے ساتھ (بھی) ہے۔ سیدھی بات۔
- اور جہاں نبوت کا سلسلہ باقی تھا وہاں کہا گیا: كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْن (کہا: ہرگز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھ کو راہ بتلائے گا۔ اور جہاں نبوت کا سلسلہ ختم تھا وہاں کہا گیا اِنَّ اللہَ مَعَنَا کہ جو معیت اللہ کی میرے ساتھ ہے وہ معیت تمہارے ساتھ ہے۔(۲)
- بعض روایتوں میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے صحابۂ کرامؓ سے کہ تمہارے بعد جو لوگ دنیا میں آئیں گے اُن میں ایک مؤمن کو جو عمل پر اجر ملے گا 50 صحابہؓ کے بقدر ملے گا؛(۳) تاکہ اُمت کسی موڑ پر اور کسی موقع پر بھی مایوسی کی شکار نہ ہو۔

---

(۱) جاء رجل إلى أبي الدرداء ﷺ فقال: يا أبا الدرداء احترق بيتك، قال: ما احترق ثم جاء آخر فقال: مثل ذلك، فقال: ما احترق ثم جاء آخر فقال: يا أبا الدرداء، انبعثت النار حتى انتهت إلى بيتك طفئت، قال: قد علمت أن الله لم يكن ليفعل (ذاك) قال: يا أبا الدرداء ما ندري أي كلامك أعجب؟ قولك: ما احترق، أو قولك: قد علمت أن الله لم يكن ليفعل ذاك قال: ذاك كلمات سمعتها من رسول الله ﷺ من قالهن حين يصبح لم تصبه مصيبة حتى يمسي (دلاءل النبوة للبيهقي ج۷ ص ۱۲۲، دار الكتب العلمية)

(۲) اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے راستہ دے گا۔ ایمان کا امتحان ایسے ہی مواقع میں ہوتا ہے کہ موسیٰؑ پر ذرا ہراس نہیں تھا، وہ گویا راستہ بچنے کا آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی طرح کا بعینہ واقعہ ہجرت کے وقت غار ثور میں چھپنے کے وقت رسول کریم ﷺ کو پیش آیا تھا کہ دشمن جو آپ کے تعاقب میں تھے اس غار کے دہانے پر آکھڑے ہوئے ذرا نیچے نظر کریں تو آپ ان کے سامنے آجائیں اس وقت صدیق اکبر کو گھبراہٹ ہوئی تو آپ نے بعینہ یہی جواب دیا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ان دونوں واقعات میں ایک بات یہ بھی قابل نظر ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو تسلی دینے کے لئے کہا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ میرے ساتھ میرا رب اور رسول اللہ ﷺ نے مَعَنَا فرمایا کہ ہم دونوں کے ساتھ ہمارا رب ہے، یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسول کے ساتھ معیت الٰہیہ سے سرفراز ہیں۔ (سورۂ شعراء آیت: ۶۲، معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۵، اشرفی بکڈپو)

(۳) فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ «وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ، قَالَ: أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ. (ابوداؤد شریف ص ۵۹۷، یاسر ندیم دیوبند)

● تو مجھے اس لیے یہ عرض کرنا ہے کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کیا جائے گا' اس لیے کہ ''میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں''۔ اس لیے سب سے پہلا کام شیطان کا یہ ہوتا ہے کہ وہ مؤمن کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمان کرنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سب سے بڑی قوت اگر اس کے پاس ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کو ٹھیک کرنا ہے۔

● دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا کسی خیر کے حاصل کرنے کے لیے شرط ہے ایسے ہی اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی گمان ٹھیک رکھو۔ اس لیے کہ گمان کا دُرست ہونا یہ ایسا نظام کو تبدیل کر دے گا اور ایسی مدد لائے گا جہاں مؤمن کا خیال بھی نہیں جاسکتا۔ (آپ دیکھیں) اگر گمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گمان پر آگ ٹھنڈی ہوسکتی ہے تو بالکل ایک صحابی ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنے پر اِن کے گھر میں لگی ہوئی آگ بھی اِسی طرح ٹھنڈی ہوسکتی ہے، میں سمجھتا ہوں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بھی آگ لگی ہوئی ہے اور وہاں بھی گھر پر آگ لگی ہوئی ہے' لوگ اپنی آنکھوں سے اُس آگ کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں کہ ابودرداءؓ تمہارا مکان جل رہا ہے؛ کہ نہیں! میں اللہ تعالیٰ کے وعدے میں شک کرنا اللہ کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے۔

## خبر اور نظر یہ دو چیزیں مقابلہ کی ہیں

● خبر اور نظر یہ دو چیزیں مقابلہ کی ہیں۔ جو خبر کا یقین کرے گا وہ نظر اُس کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اور وہ نظر سے نقصان نہیں اُٹھا سکتا۔ جو نظر کا یقین کرے گا وہ خبر سے کوئی استفادہ نہیں کرسکتا۔ وہ خبر سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہاں مقابلہ خبر اور نظر کا ہے۔ ابوالدرداءؓ کے پاس خبر ہے کہ کوئی اگر یہ دُعاء کو پڑھ لے تو صبح سے لے کے شام تک اور شام کو پڑھ لے تو صبح تک اُس پر کوئی آفت کوئی مصیبت نہیں آسکتی؛ یہ خبر ہے۔

## فضائل کی تعلیم کا مقصد

● اس لیے میں سب سے پہلے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنے کے لیے سب سے پہلے وعدوں کا یقین ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہاں فضائل کی تعلیم کا اصل مقصد اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا ہے۔ اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ایمان کی تجدید کے علاوہ اور کوئی سبب تعلیم کا ہے تو وہ تعلیم کے مقصد کو سمجھا نہیں ہے۔ ورنہ میرے نزدیک فضائل سے عمل کا شوق پیدا ہوجانا یہ بہت ہی ابتدائی چیز ہے؛ ورنہ اصل بات یہ تھی۔ اصل یہ بات یہ تھی کہ اللہ کے وعدوں کا یقین بڑھانا اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنے کے لیے ہے۔ جو وعدوں کا یقین نہیں کرے گا وہ نظر اور خبر کے درمیان فرق نہیں کرسکے گا۔ (ہم بہت اہم بات عرض کررہے ہیں۔) تو اِدھر نظر ہے کہ حالات کیا ہیں؛ اُدھر خبر ہے کہ وعدہ کیا ہے۔

## حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں نبی کی نظر ہمیشہ نتیجہ پر رہتی ہے

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب مکۂ مکرمہ سے نکالا گیا اور سراقہ ابن مالک نے آپ کا پیچھا کیا، آپؐ تک پہنچ گیا، عجیب بات یہ ہے کہ اِس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین پر ہونے والے وعدے صرف عمل کرنے والوں سے نہیں کیے جا رہے ہیں بلکہ اُس کافر سے بھی وعدہ کیا جا رہا ہے جو آپؐ کے قتل کے لیے آپؐ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ (آپ میری بات پر توجہ دیجئے) سُراقہ ابن مالک آپؐ کے قتل کے لیے آپؐ کے قریب پہنچ گیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! سُراقہ سے کہہ رہے ہیں: اے سُراقہ! اگر یہ بات مان لو جو میں کہہ رہا ہوں: میں تم سے آج اِس کسمپرسی کے عالم میں مکہ مکرمہ سے وطن سے نکالا جا رہا ہوں' لیکن تم سے آج بھی کہتا ہوں کہ سارے کفر کی طاقت کی انتہاء اور کسریٰ جس سے دل تمہارے لرزتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اُس کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے تم دیکھ لوگے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُراقہ ابن مالک کی طرف کسریٰ کے کنگن کو لُڑکاتے ہوئے کہا: سُراقہ! اُس دن کا وعدہ پورا کر کے دکھا دو اپنے ہاتھ میں کنگن ڈال کر' کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت تم سے کیا کہا تھا' جب تم چند اونٹ انعام میں ملنے کے شوق میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے قریب پہنچ گئے تھے اُس وقت تم سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا وعدہ کیا تھا!!۔ (آپ غور کیجئے! ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں)۔(۱)

● اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنے کے لیے ہر فرد کو اِس کی ضرورت ہے کہ اُن وعدوں کا یقین اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سننے سنانے کا ماحول قائم کرے۔ ہمارے یہاں تعلیم کا جو اصل موضوع ہے' جو تعلیم کا اصل مقصد تھا وہ یہ تھا، کہ اُس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُراقہ ابن مالک سے کسریٰ کے کنگن ہاتھوں میں پہنائے جانے کی بات کر رہے ہیں جس دن سُراقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے لیے آپ کے قریب پہنچ گیا۔ آپ اِس سے اندازہ کیجئے کہ کیا حالات ہیں اور اللہ کے ساتھ کیا گمان ہے!! اور اِس گمان کی خبر کس کو دی جا رہی ہے، یہ بات کس سے کی جا رہی ہے!!۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسمپرسی کی حالت میں تسبیحاتِ فاطمیؓ کے فضائل سنانا

● اِس سے بھی پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والے قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے، کوئی مجھے ٹھکانہ دے دے، کوئی مدد کر دے، کوئی مجھے اپنے ساتھ لے جائے، آپؐ گزرتے گزرتے ایک قبیلۂ بکر بن وائل جو تعداد میں کہتے ہیں اپنے آپ کو کہ ہم ریت کے ذرّات کی طرح ہیں؛ اُن سے آپؐ نے کہا کہ تم مجھے اپنے ٹھکانہ لے جاؤ، تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ، میں اپنا وطن چھوڑنے کو تیار ہوں۔ مجھے اللہ کی بات اُن تک پہنچانی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں لے جا سکتے؛ اِس لیے کہ ہم جہاں رہتے ہیں وہ علاقہ فارس کے تحت ہے اور فارس بہت ظالم بادشاہ ہے' وہ کسی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، اور کسی کی غلطی کو معاف نہیں کرتا، ہم آپ کو ساتھ لے جانے سے ڈرتے ہیں' فارس سے، ہمیں فارس کا خوف ہے، ہم آپ کو نہیں

---

(۱) قال سراقة بن مالك: كيف بك إذا لبست سواري كسرى؟ السيرة النبوية ص ۱٦۸، دار الشروق، جدة)

لے جاسکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِس فارس کے خوف سے تم مجھے آج اپنے ساتھ لے جانے سے ڈر رہے ہو میں تم سے آج کہتا ہوں کہ تم ۳۳ رمرتبہ **سبحان اللہ** آج کہہ دو، ۳۳ رمرتبہ **الحمدللہ**، ۳۴ رمرتبہ **اللہ اکبر** کہہ لو! میں تم سے کہتا ہوں کہ فارس کی بیویاں (باندیاں بن کر تمہارے لیے حلال ہوں گی) اور فارس کی اولاد تمہاری غلام ہوگی۔(۱)

(آپ دیکھو، میں مثالیں عرض کر رہا ہوں۔) یہ نہیں کہ حالات کیا ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کے ساتھ وہ بندہ بدگمان ہوتا ہے جو حالات پر نظر رکھتا ہے، (میں نے دو مثالیں آپ کے سامنے رکھی ہیں)۔(۱) مکہ سے نکالے جانے کے موقع پر اور (۲) آنے والے قبائل پر؛ جو بہت کسمپرسی کا زمانہ تھا، کہ کوئی میرا ساتھ دے دے، کوئی مجھے ساتھ لے جائے۔ آپؐ اُن مشرکین سے جو آپؐ کو لے جانے سے انکار کرتے ہیں' پیچھے پیچھے ابولہب! آپ کو جھوٹا کہتے ہوئے چل رہا ہے' آپؐ اُس وقت کہہ رہے تھے اگر تم اِس وقت ۳۳ رمرتبہ سبحان اللہ کہہ لو۔ مسلمان کو نماز کے بعد اِن تسبیحات کی اہمیت نہیں ہے' اِس اہمیت کو آپؐ کفار و مشرکین سے اِن تسبیحات کا ذکر کر رہے ہیں، آپ اندازہ کریں۔ تو ہم نے عرض کیا کہ جن کا گمان دُرست ہوتا ہے وہ چھوٹی موٹی باتوں کا اثر نہیں لیا کرتے، اور جن کا گمان اللہ کے ساتھ دُرست ہوتا ہے وہ حالات پر نظر نہیں رکھا کرتے۔

## اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سننے کے بعد مؤمنین اور منافقین کی حالت مختلف ہوتی ہے

● دوسری بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس موقع پر جو وعدہ کر رہے ہیں' وہ جو وعدے کیے جاتے تھے وہ اللہ کے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کو اللہ کے ساتھ اچھا گمان کرنے والوں سے چھانٹنے کے لیے کیے جاتے تھے۔ چھٹائی کے لیے کہ بدگمان، بدگمانی کرنے والے الگ ہوجائیں' اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کرنے والے الگ ہوجائیں۔ (ہمیں عرض کرنا ہے) اللہ کے ساتھ اچھا گمان کرنے والے الگ ہوجائیں، اِس لیے منافقین ایسے موقعوں پر حالات دیکھا کرتے تھے، کہ حالات کیا ہیں۔ منافقین حالات دیکھا کرتے تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ جتنے وعدے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیے ہیں اپنے صحابہؓ سے یہ سارے کے سارے وعدے ہمیشہ بُرے حالات میں ہو رہے ہیں' سارے وعدے' سب بُرے حالات میں۔ حُدیبیہ سے زیادہ بُرا حال کوئی ہے نہیں؛ یہاں رسول کو رسول لکھنے سے منع کیا جا رہا ہے کہ ہم آپ کو رسول نہیں مانتے، لفظ رسول کو تحریر سے مٹیئے۔ اگر آپ لکھتے ہیں کہ یہ عہد نامہ رسول کی طرف سے ہے تو لفظ رسول مٹیئے آپ؛ ہم آپ کو رسول نہیں مانتے۔ اور جو شرائط حُدیبیہ میں لگائے گئے ہیں آپؐ پر آپؐ نے ساری شرائط مانی ہیں۔(۲)

## جتنے اچھے وعدے ہیں وہ بُرے حالات میں کیئے گئے ہیں

● بظاہر آپ کو نظر آ رہا ہے کہ یہاں حالات بہت خراب ہیں اور یہاں کوئی بات مسلمانوں کی مانی نہیں جا رہی ہے۔ لیکن یہی موقع آپ کو شرح صدر آ رہا ہے اور یہی موقع فتح کا ہے۔ جتنے اچھے وعدے ہیں سب بُرے حالات میں ہیں۔ اگر وعدے

(۱) فتجعلون للہ علیکم إنْ هو أبقاكم حتى تنزلوا منازلهم، وتستنكحوا نساءهم، وتستعبدوا أبناءهَم أنْ تسبِّحوا الله ثلاثًا وثلاثين، وتحمدوه ثلاثًا وثلاثين، وتكبِّروه أربعًا وثلاثين (البدایۃ والنہایہ ج ۴ ص ۳۴۹)

(۲) فَقَالَ لِعَلِيٍّ: امْحُهُ (بخاري ج ۱ ص ۳۷۱ مکتبۃ الاصلاح مرآداباد) (۲) سورۂ احزاب:22۔ (۳) سورۂ احزاب:12)

اچھے حالات میں کیے جاتے ہیں تو منافقین کہیں کہ ہاں! حالات بتا رہے ہیں کہ وعدے پورے ہوجائیں گے؛ اللہ نے سارے وعدے بُرے حالات میں کیئے ہیں۔

● ہم نے پہلے بھی یہ بات عرض کی ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں ہمیشہ داعی کی نظر منتہیٰ پر اور داعی کی نظر ہمیشہ نتائج پر رہنی چاہیئے۔ اِس لیے کہ میں بہت تاکید سے کہتا ہوں کام کرنے والوں کو کہ بجائے اخبار پڑھنے کے قرآن پڑھا کرو۔ جو احباب اخبار پڑھ رہے ہیں قرآن پڑھا کرو؛ اِس لیے کہ جو سب سے زیادہ اللہ سے بدگمان کرنے والا جو سبب ہے وہ سب سے بنیادی سبب حالات پر نظر رکھنا ہے اور میں نے دیکھا ہے اچھی طرح کہ آپ واقعات پڑھیں گے تو پتہ چلے گا کہ ہمیشہ ایمان والوں کی نظر حکم پر رہتی تھی اور منافقین کی نظر حالات پر رہتی تھی۔ اِس لیے قرآن نے دونوں کا حال الگ الگ صاف بیان کر دیا کہ صحابہؓ کہتے تھے: وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا۔ (۲) یہ ایمان والوں کی صفت ہے۔ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (۳)۔ یہ منافقین کی صفت ہے۔ یہ دونوں کو بیان کیا، کہ وعدے اِن سے بھی ہو رہے ہیں، اُن سے بھی ہو رہے ہیں، یہ کہتے ہیں وعدے دھوکہ ہیں یہ نہیں ہوگا، یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ اِس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر نبی کی کسی خبر پر آدمی اپنے تجربات پر غور کرنے لگے کہ تجربہ یہ ہے تو وہ نقصان میں پڑ جائے گا اور خیر سے محروم ہو جائے گا۔

## جیسا گمان ویسا فیصلہ

میں ایک مثال عرض کرتا ہوں، ایک صاحب کو بخار ہوا؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے یہاں عیادت کے لیے تشریف لے گئے، آپؐ نے فرمایا: لا بأس طهور اِن شاء اللہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، ٹھیک ہو جاؤ گے، اور جب تک یہ بخار ہے تمہارا یہ تو تمہیں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے آیا ہے۔ آپؐ نے جو بات فرمائی اس پر اس بیمار نے یہ جواب دیا کہ نہیں جناب! آپ کیا بات کر رہے ہیں، یہ تو وہ بخار ہے جو مجھے قبرستان لے جا کر چھوڑے گا۔ میں اس لیے گمان اور بدگمانی کی بات کر رہا ہوں۔ آپؐ نے تو اچھے گمان کی بات کی، بیمار نے کہا جواب میں کہ آپ کیا بات کر رہے ہیں!! یہ ایسا ویسا بخار نہیں ہے، یہ تو وہ بخار ہے جو مجھے قبرستان لے جا کر چھوڑے گا۔ آپؐ نے فرمایا: فنعم اذن، آپ لفظ پر غور کیجئے!! کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ بددُعاء سے کم نہیں ہے۔ اگر تمہارا گمان اللہ کے ساتھ یہی ہے کہ اس بخار پر تمہیں موت کا تجربہ ہے اور تمہارا یہی خیال ہے کہ اِس بخار سے موت آنی ہے تو پھر تمہارے لیے یہی ٹھیک ہے۔ ہم نے تو تم سے کہا تھا کہ ٹھیک ہو جاؤ گے، تم نے کہا نہیں یہ بخار تو ٹھیک ہونے والا نہیں ہے، یہ بخار تو موت لانے والا ہے، پھر تو تمہارے لیے یہی مناسب ہے جو تم چاہ رہے ہو، جو تم کہہ رہے ہو۔ (۱) ایسا نہیں ہے کہ بدگمانی کرنے والوں کو حال پر چھوڑ دیا جائے گا، کہ اگر کوئی خیر اللہ کے ساتھ اچھا گمان کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

---

(۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ: لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. فَقَالَ لَهُ: لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ: كَلَّا بَلْ حُمَّى تَفُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ تزيره الْقُبُور. فَقَالَ: فنعم إذن. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ ص ۱۳۷ رقم: ۵۶۶۱)

## شیطان کی چال

(تو مجھے عرض کرنا ہے) کہ سب سے پہلے شیطان اللہ سے بندے کو اور بندوں کو بندوں سے بدگمان کرنے کے لیے شیطان پہلا کام کیا کرتا ہے' کیونکہ اصل تو شیطان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بندوں کے دلوں میں اور مؤمن کی طرف سے مؤمن کے دل میں بدگمانی پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جتنا فساد ہے اہلِ حق کے درمیان اِس سارے فساد کی جڑ اور بنیاد وہ مؤمن کی طرف سے دل میں بدگمانی کا پیدا ہونا ہے۔ اِس لیے حدیث میں صاف فرمایا: اپنے آپ کو مؤمن کے بارے میں بدگمانی سے بچاتے رہنا۔(۱) حدیث یہ کہہ رہی ہے کہ جتنا بڑے سے بڑا جھوٹ بولا جاسکتا ہے اُس میں سب سے بڑا جھوٹ مؤمن کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے۔ آپ غور کیجئے اِس حدیث پر، کہ مؤمن کے ساتھ بدگمانی کرنا یہ تمام جھوٹ میں سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ اگر مؤمن مؤمن کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات کے ساتھ بدگمانی کرنے والے کو نقصان میں ڈال دیتے ہیں اِسی طرح مؤمن مؤمن کے بارے میں بدگمانی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو بھی خیر سے محروم کردیتے ہیں۔

- اِس لیے میرا تو دل چاہتا ہے کہ سیرت میں ہم اِن واقعات پر غور کریں۔ جہاں بدگمانی سے نقصان ہوا ہے اور اُس پر بھی غور کریں جہاں مؤمن کے ساتھ حسنِ ظن اور اچھے گمان سے فائدہ اور نفع ہوا ہے۔

## شیطان نیک لوگوں کی شکل میں آکر بُری خبریں پہنچاتا ہے

- (مجھے عرض کرنا ہے) اگر مؤمن کے بارے میں دل میں کوئی گمان پیدا ہوتا ہے؛ اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیاطین دلوں میں مؤمن کے خلاف خیالات بھی پیدا کرتے ہیں اور شیاطین اچھے بزرگوں کی شکل میں آکر مؤمن کی طرف سے بُری خبریں بھی پہنچاتے ہیں۔ بہت اچھی شکل میں آئیں گے اور آپ سے مؤمن کے بارے میں کوئی بات کہہ جائیں گے اور آپ اُس بات کے تذکرے کریں گے لوگوں کے درمیان، لوگ آپ سے پوچھیں کہ یہ بات آپ سے فلاں کے بارے میں کس نے کہی ہے؟ آپ کہیں گے جواب میں کہ میں اُس آدمی کو اُس کی شکل سے خوب جانتا ہوں' نام سے نہیں پہچانتا' اگر سامنے آئے تو بتادوں گا کہ یہ ہے' کہ اس نے مجھ سے یہ بات کہی ہے؛ حدیث میں صراحۃً فرمایا کہ وہ شیطان ہی تھا۔ پڑھیے روایت۔ صحیح حدیث ہے۔ اور میں یہ بات کہتا ہوں کہ عام ہے مسلمانوں میں کہ ہم جانتے ہیں کہ فلاں صاحب نے یہ بات کہی ہے، ہم اُس کو نام سے نہیں پہچانتے' شکل سے جانتے ہیں، سامنے آئے تو بول سکتے ہیں۔ حدیث میں صراحۃً فرمایا کہ وہ شیطان ہی تھا جو تمہارے درمیان بدگمانی چھوڑ گیا ہے۔ اور آپس میں لوگ اِس بات کے تذکرے کرتے ہیں' کہتے ہیں ہاں! ہم کہنے والے کو شکل سے جانتے ہیں کہ نام سے نہیں پہچانتے؛ فرمایا حدیث میں وہ شیطان ہی تھا۔(۲)

---

(۱) إيّاكم والظنَّ، فإن الظنَّ أكذبُ الحديث. (البخاري ص ۸۲۳، رقم: ۶۷۲۴)

(۲) ولما جاؤوا إلى دار الندوة حسب الميعاد اعترضهم إبليس في هيئة شيخ جليل، عليه بتلة، ووقف على الباب، فقالوا: من الشيخ؟ قال: شيخ من أهل نجد سمع بالذي اتعدتم له، فحضر معكم ليسمع ماتقولون، وعسى ألا يعدمكم منه رأيا ونصحا. قالوا: أجل، فادخل، فدخل معهم. (الرحيق المختوم، ص: ۱۱۴)

اس لیے کہ جب شیاطین ایمان والوں کے دلوں میں مؤمن کی طرف سے بدگمانی پیدا کریں یہ تو میں کہتا ہوں یہ تو ایک خیال ہے، اِس خیال کا جھٹلانا تو انتہائی ضروری ہے۔

## مؤمن کا حق

● میں صحیح بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر مؤمن کو غلط کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھ کر بھی مؤمن کے ساتھ اچھا گمان کیا جائے اور اپنی آنکھ کے دیکھنے کا انکار کیا جائے تو یہ مؤمن کا حق ہے۔ یہ مؤمن کا حق ہے کہ اگر تم مؤمن کو اپنی آنکھ سے بھی گناہ کرتے ہوئے دیکھ لو تو تم یہ کہو کہ نہیں' مؤمن ایسا نہیں کرسکتا!!۔ آپ پڑھیے وہ حدیثیں؛ ہم تو مخبر کی خبر کا یقین کرتے ہیں کہ ہاں! یہ خبر سنی ہے، اور آپ کو نہیں معلوم کہ میں تو ابھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ خبر دینے والا شیطان ہی تھا۔

● ہم تو عرض کرتے ہیں کہ مخبر کی بات کا یقین کرنا تو دور کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو معترف کے اعتراف کو بھی رد کر دیا۔ چار مرتبہ معاذ ابن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں خود زنا کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نہیں! مؤمن زنا نہیں کرتا، جاؤ! تم نے زنا نہیں کیا۔(۱)

● یہاں مؤمن کے بارے میں ایک مخبر کی خبر کا یقین مسلمان کر لیتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسلمان کے اعتراف کا یقین نہیں کر رہے ہیں۔ یہاں خبر کی تصدیق ہو رہی ہے' وہاں اعتراف کی بھی تصدیق نہیں ہو رہی ہے!!۔ (آپ سوچئے تو صحیح! ہاں!۔) یہاں معترف کہہ رہا ہے کہ میں نے زنا کیا' آپ کہہ رہے ہیں: کہ نہیں! تم نے زنا نہیں کیا۔ تم کیا جانو زنا کیا ہے۔

## ایک گھر آباد نہیں رہ سکتا جب میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ اچھا گمان نہ کریں

● آپ اس پر غور کیجئے!! کہ ایک گھر' صرف دو میاں بیوی کا، یہ گھر آباد نہیں رہ سکتا اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اچھا گمان نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی نہیں ہے! صرف دو افراد ہیں ایک میاں ایک بیوی؛ اگر یہ ایک دوسرے کے بارے میں حسنِ ظن اختیار نہ کریں تو یہ گھر چل نہیں سکتا یہ گھر برباد ہو جائے گا۔ بہت سی مثالیں؛ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیوی کے ساتھ سو رہے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم میں ایمان کے باب میں یہ واقعہ نقل کیا ہے، آداب میں' یا معاشرہ کے آداب میں نہیں، حضرت (حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے جو ترتیب دی ہے حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم کی اُس پر غور کرنا چاہیے علماء کو۔ حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم کے جو عنوانات ہیں اُن پر غور کرنا چاہیے، کہ اِن واقعات سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمجھانا کیا چاہتے ہیں۔ یقین کے باب میں لائے ہیں عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔ کہ مؤمن کے ساتھ اچھا گمان کرنے کا یہاں تک اُس کا حق ہے' اُس کا درجہ ہے کہ اگر آپ اپنی آنکھوں سے کوئی چیز ہوتی ہوئی دیکھ رہے ہیں، کہ نہیں! مؤمن ایسا نہیں کرسکتا۔ واقعہ مشہور ہے: کہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اُٹھے بیوی کے پاس سے' باندی کے پاس چلے گئے۔ (اُس زمانہ میں باندیاں ہوتی تھی بیوں کی طرف سے)۔ بیوی کی آنکھ کھلی، اُن کو دیکھا بستر پر نہیں ہیں، تو تلاش میں نکلیں کہ آخر کہاں

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لما أتى ماعزُ بن مالك النبيَّ صلى الله عليه وسلم قال له: لعلك قَبَّلْتَ، أو غَمَزْتَ، أو نَظَرْتَ قال: لا يا رسول الله، قال: أَنِكْتَهَا. لا يَكْنِي، قال: فعند ذلك أَمَرَ بِرَجْمِه (البخاري، ص: ۸۳۳، رقم الحديث ۶۸۲۴)

گئے رات میں!! جا کر دیکھا اپنی آنکھوں سے کہ وہ باندی کے پاس تھے، باندی سے صحبت کر رہے تھے دیکھ لیا، اب غصہ اتنا آیا کہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بیوی کو کہ بیوی چھرا نکال کر لائیں؛ غصہ میں کہ میرے پاس سے اُٹھ کر باندی کے پاس کیوں گئے؟! اِس غصہ میں چُھرا نکال کر لائی؛ کہ میں اِس چُھرے کو اِس سینہ میں بھونک دوں گی، اِس نے چُھرا تلاش کیا رات کے اندھیرے میں، اِتنے میں ابن رواحہؓ باندی سے فارغ ہو چکے تھے، دیکھا وہ چُھرا لے کر آ رہی ہیں، پوچھا: کیا بات ہے، کہاں جا رہی ہو!! کیا ہوا؟ بیوی نے کہا: اگر میں اس وقت تمھیں وہاں دیکھ لیتی جہاں تم تھے تو میں چُھرا تمہارے سینے میں گھسا دیتی، پوچھا عبداللہ ابن رواحہؓ نے کہا کہ تم نے مجھے کہاں دیکھا، کہا کہ باندی کے ساتھ صحبت نہیں کر رہے تھے، بات تو صاف ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مؤمن جنابت کی حالت میں قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ اور میں تجھے قرآن پڑھ کر سناتا ہوں، اور یہ بات حق ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہہ دیا ہے وہ تو ہمارے لیے کرنا لازم ہے' اُس کے خلاف کر نہیں سکتے، اور میں تجھے قرآن پڑھ کے سنا دیتا ہوں۔ چند اشعار اُنہوں نے پڑھ کر سنائے، (۱) سارا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا دیا کہ حضرت رات یہ ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِتنا ہنسے اِن کی بات پر کہ آپ کی داڑیں ظاہر ہو گئیں، (میں یہ مثال صرف یہ بیان کرنے کے لیے اور یہ واقعہ سنا رہا ہوں) کہ ایک گھر نہیں چل سکتا اگر آپ اپنی آنکھ کے دیکھے ہوئے کے خلاف کہنے والے کی بات کا یقین نہ کر لیں۔ آپ تو جھوٹی خبریں سن سن کر فیصلے کر لیتے ہیں کہ ہاں! یہ بات یوں ہے؛ یہ بات یوں ہے۔ (اور ہم کچھ اور کہہ رہے ہیں)۔

## جتنی آپس میں دوریاں پیدا ہوں گی اتنی بدگمانیاں پیدا ہوں گی

● اور یہ میرا تجربہ ہے یہ' کہ جتنی آپس میں دوریاں پیدا ہوں گی اتنی بدگمانیاں پیدا ہوں گی، اور جتنا حسنِ ظن ہوگا اِتنا قُرب ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ قُرب کے لیے بھی حُسنِ ظن اور ایمان کے آپس کے قُرب کے لیے بھی حسنِ ظن شرط ہے۔ صبح آ کر سارا واقعہ صحابۂ کرام سیدھے لوگ تھے (میں مثال دے رہا ہوں)۔ ایک گھر نہیں چل سکتا اگر آپ کا گمان ایک اُمتی کے ساتھ اچھا گمان نہیں ہے' ایک گھر نہیں چل سکتا۔ آپ ایک عالم چلانا چاہتے ہیں، بدگمانیوں کے ساتھ ایک گھر نہیں چل سکتا بدگمانی کے ساتھ۔ مؤمن کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان کرو۔ (۲) تو تم ایسے گمان سے خیر حاصل کر سکتے ہو، اور بدگمانی سے تم خیر سے محروم کیے جاؤ گے اور سوائے شر کے کچھ نہیں ہوگا۔

## آدمی پہلے بدگمانی کرتا ہے' پھر ٹوہ میں لگتا ہے' پھر غیبت کرتا ہے

تو ہم نے عرض کیا کہ مؤمن کے ساتھ اچھا گمان کرو؛ شیاطین دلوں میں وَساوِس پیدا کرتے ہیں، اِس لیے قرآن کی ترتیب بھی عجیب ہے!! يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (۳) پہلے بدگمانی، پھر تجسس، پھر غیبت؛ اور یہ ایسی، میں کہتا ہوں ایسی ترتیب ہے یہ اور یہ تین ایسے مرحلے ہیں کہ پہلے بدگمانی' پھر تجسس، کہ

---

(۱) سنن دارقطنی، ج:۱، ص:۲۶۱، باب النہی للجنب والحائض عن قرأۃ القرآن

(۲) ظنوا بالمؤمنین خیراً۔ الزواجر، ج:۲، ص:۹

(۳) سورۃ الحجرات، آیت:۱۱۔

دیکھو یہ ہے۔ اس لیے عجیب بات فرمائی ہے دیکھئے! علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی قاضی اور کسی امیر کے پاس کسی کے بارے میں کوئی شکایت آئے تو قاضی کو بھی تحقیق کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تحقیق کی اجازت اِس شرط پر ہے کہ اگر تحقیق نہ کی گئی تو کسی مسلمان کے مال اور اُس کی جان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے؛ تب تو تحقیق کی جاسکتی ہے۔ اور اگر کوئی کسی کی آ کے شکایت کرتا ہے تو شکایت کی تحقیق کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن کا حکم ہے **لاتجسسوا**۔ قاضی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ تحقیق کریں؛ ہاں! یہ لکھا ہے علماء نے کہ جہاں کسی مسلمان کے جان اور مال کے تلف ہونے کا یا عزّت کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو وہاں قاضی کو چاہیے تحقیق کرے اور اگر یہ بات نہیں ہے تو جہاں تک ہوسکے بات کو ختم کرنے کی کوشش کرے کہ کوئی بات نہیں۔ پڑھیے آپ واقعات!!۔ صفحہ ٦٩

## لوگ اپنی ذاتی آمدنی کی اِتنی تحقیق نہیں کرتے جتنی دوسروں کی آمدنی کی تحقیق کرتے ہیں

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک صاحب سفر میں تھے، کسی نے آ کر کہا: امیر المؤمنین! ہمارے یہاں کھانا کھا لیجئے، اِس نے کہا جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا اِس نے کہا: امیر المؤمنین! ذرا تحقیق تو کرلیں اِس کی کمائی کیسی ہے؟!۔ آج کل یہ تقویٰ لوگوں کے اندر بہت آرہا ہے؛ حالانکہ یہ تقویٰ نہیں یہ تجسس ہے اور تجسس حرام ہے۔ اگر آپ کو بلا تحقیق اگر آپ کو تحقیق کیے بغیر یہ بات ظاہری طور پر معلوم ہے خود سے کہ فلاں کی کمائی حرام ہے تو آپ اُس سے بچنے کی ایسی کوشش کیجئے جس سے اُس کو یہ معلوم نہ ہو کہ آپ اُس کے مال سے بچنا چاہتے ہیں، اور اگر آپ کو تحقیق نہیں ہے تو آپ کسی دعوت کرنے والے کی دعوت کے بارے میں یہ سوال مت کیجئے کہ آپ کی کمائی کیسی ہے، اس لیے کہ یہ تجسس ہے اور تجسس حرام ہے۔ آپ تو کہتے ہیں سود کھانا حرام ہے، اُس کے مال میں کچھ حصہ بغیر سودی بھی ہوگا، اُس کے مال میں کچھ حصہ حلال کا ہوگا، لیکن آپ کا تجسس وہ بھی تو حرام ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت غصہ آیا اس سوال کرنے والے پر کہ امیر المؤمنین! تحقیق کرنی چاہیے اس پر کہ کھانا کیسا ہے؟۔ فرمایا: تم سے کس نے کہا تحقیق کرنے کے لیے!!۔ اگر تمہیں معلوم ہے ظاہری طور پر کہ اِس کی کمائی حرام ہے تو تم بچو اُس سے کسی طریقہ سے، اور اگر تمہیں معلوم نہیں ہے تو تم تحقیق کیوں کر رہے ہو؟!(۱)؟ اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ لوگ اپنی ذاتی آمدنی کی اِتنی تحقیق نہیں کرتے جتنی دوسروں کی آمدنی کی تحقیق کرتے ہیں۔ ہوتا ہے یہ۔

## نبی ﷺ کے نواسہ کو قتل کردیا اور مچھر کا مسئلہ پوچھنے آئے ہو!!

(میں صاف کہتا ہوں) یہ ایک ایسے دھوکہ کا تقویٰ ہے کہ عراقیوں نے آ کر حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہم آپ سے ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا حج کامل ہونا چاہیے؛ آپؓ نے مسئلہ پوچھا کہ بتائیے کہ اگر مچھر مر جائے ہم سے احرام کی حالت میں تو اُس مچھر کی جزاء کیا ہوگی؟ فرمایا: حضرت عمرؓ نے! کہ اے عراقیو! اللہ تمہیں ہلاک کرے، نبیؐ کے نواسہ کو قتل کردیا اور مچھر کا مسئلہ پوچھنے آئے ہو۔ ہوتے ہیں بعض لوگ، خود جو چاہیں کرتے پھریں لیکن لوگوں کے درمیان اپنے آپ کو متقی اور اپنے آپ کو پرہیزگار اور اپنے آپ کو بڑا محتاط ثابت کرنے کے لیے ایسے

---

(۱)

مسائل آ کر پوچھتے ہیں۔ کہ جماعت میں جاتے ہیں جی' کھانا ہوتا ہے ہم کیا کریں؟ کھائیں نہ کھائیں؟ (۱) (تو میں نے عرض کیا)۔ اِس لیے ہماری بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جتنا فساد اہلِ حق کے درمیان میں ہے اُس کی صرف بنیادی وجہ مؤمن کے ساتھ بدگمانی ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ مؤمن کے بارے میں اچھا گمان کرو، کہ نہیں' مؤمن ایسا نہیں کرسکتا۔ اور فرمایا کہ تحقیق مت کرو۔ ہاں! تحقیق کا حکم جب ہے جب تمہارے پاس خبر فاسق لائے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ (۲) اگر کوئی فاسق خبر لائے تب تم تحقیق کرو۔ ایسا نہ ہو کہ فاسق کی خبر پر تم کوئی اقدام کر بیٹھو' اُس سے نقصان ہو جائے؛ کہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ خبر لانے والا فاسق ہے یا مؤمن ہے!! اُس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا نہیں کہ بھئی! یہ خبر لانے والا فاسق ہے یا مؤمن ہے!! اُس کی پہچان! یہ تو بہت آسان بات ہے اگر خبر لانے والا مؤمن کے بارے میں اچھی بات کہہ رہا ہے تو مؤمن ہے اور اگر مؤمن کے بارے میں غلط بات نقل کر رہا ہے تو فاسق ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب آئے، اور آ کر اُنہوں نے سچی سچی ساری باتیں ایک صاحب کی طرف سے نقل کیں، کہ فلاں صاحب! آپ کو یوں کہتے ہیں، یوں کہتے ہیں، یوں کہتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری باتیں سن کر یہ جواب دیا کہ اگر آپ بالکل سچ بول رہے ہیں اور یہ ساری جتنی آپ اُس ساتھی کی طرف سے میرے خلاف اُس نے جو کچھ کہا ہے اُس میں تو آپ چغل خور ہیں (اور چغل خور جنت میں نہیں جائے گا) اور اگر آپ یہ باتیں جھوٹی نقل کر رہے ہیں تو آپ فاسق ہیں۔ دونوں کی مذمت ہے حدیث میں۔ (۳)

● اس لیے یہ مزاج تھا صحابۂ کرامؓ کا کہ وہ کسی کے بارے میں غلط بات سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ تو نے عرض کیا کہ مؤمن کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھو۔ اِس لیے کہ جیسا میں شروع سے عرض کر رہا ہوں کہ اللہ کے ساتھ اگر گمان ٹھیک کرلیا جائے تو پھر مؤمن کی اپنی سوچ اور اللہ کے ساتھ گمان کے مطابق سارا نظام اللہ بدل دیں گے، چاہے بھڑکتی آگ کیوں نہ ہو! اور چاہے وہ حالات کتنے بھی خراب ہوں اگر اللہ تعالی کے ساتھ گمان ٹھیک ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سارے شر کے حالات سے خیر لائیں گے۔ میں اس کی مثال عرض کرتا ہوں۔ کہ مؤمن کے ساتھ گمان ٹھیک کرو تو اللہ ربُّ العزّت شر میں سے خیر لے کر آئیں گے۔ (میں آپ کو مثال عرض کرتا ہوں)

## گورنر کی سادگی

● ایک صحابی تھے، سعید ابن عامر ابن حذیم جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ملکِ شام پر گورنر تھے (امیر)، ملکِ شام کی عوام نے اپنے امیر کی شکایت کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور یہ کہا کہ ہمارے امیر کے اندر یہ یہ عیب ہیں اور ہمیں اِن سے یہ یہ شکایتیں ہیں، حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کا ایک گورنر ہمارے یہاں ملکِ شام پر امیر ہیں یہ، اور یہ یہ

---

(۱) كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، قَالَ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا، يَسْأَلُنِي عَنْ دم البعوض، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (هُمَا رَيْحَانَتَايَ من الدنيا) البخاری: باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقة ۵۹۹۴۔

(۲) سورۂ حجرات، آیت: ۶

(۳) جاء رجل إلى الأمام الشافعي فقال له: فلان يذكرك بسوء فأجابه الشافعي إذا صدقت فأنت نمام و إذا كذبت فأنت فاسق فخجل الرجل و انصرف ( )

اُن سے شکایتیں ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری شکایتیں سنیں؛ ہر شکایت پر یہ فرمایا کہ یہ تو بہت بڑی شکایت ہے، یہ تو بہت بڑا عیب ہے، اور یہ تو بہت بڑی غلطی ہے یہ اس کی؛ بلوایا اُن کو، اور بلا کر فرمایا کہ دیکھو! یہ تمہاری شکایتیں کر رہے ہیں۔ لیکن اِن شکایتوں کے آنے کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہا ہو کر بیٹھے اور اللہ سے یہ کہا کہ اے اللہ! میرے آدمی' جس کو میں نے خود دیکھ کر' اعتماد کر کے' ملکِ شام پر امیر بنایا ہے' اے اللہ! یہ اُس کی شکایتیں اور یہ اُس کی خرابیاں اور جو اُس کے یہ جو عیوب بیان کیے گئے ہیں' اے اللہ! میرا گمان اُس کے بارے میں اچھا ہے، (آپ یہ بات سنیئے تو صحیح!) اِدھر شکایتیں آ رہی ہیں اور اُدھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ سے دُعاء کر رہے ہیں کہ اے اللہ! میرا گمان اُس کے بارے میں اچھا ہے، میری تجھ سے درخواست یہ ہے کہ میرے اچھے گمان کے مطابق کر دے۔ یہ نہیں ٹھیک ہے میں اُسے معزول کر دیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب چاہتے معزول کر دیتے، لیکن اس لیے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ جب کسی کے بارے میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جاتا تھا کہ فلاں نے ایسا کیا ہے! فلاں! ایسا کر رہا ہے تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اور اپنے عملہ کو دُعاء میں مشغول کر دیا کرتے تھے، کہ اُس کے لیے دُعاء کرو۔ اِس اہتمام کی کیا وجہ تھی؟ اِس اہتمام کی وجہ صرف یہ ہے کہ جو آدمی کسی کی اصلاح کے لیے اللہ کی طرف پہلے متوجہ نہیں ہے وہ اصلاح نہیں چاہتا فساد چاہتا ہے۔ کسی کی اصلاح کے لیے دو کام کرنے پڑیں گے پہلے؛ ایک تو اصلاح کرنے کی' جس نے اصلاح کا ارادہ کیا ہے وہ پہلے اللہ کے قریب ہو۔ پہلے وہ اللہ کے قریب ہو، اُس کے لیے دُعاء کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اِس غلطی کرنے والے کے قریب آئے۔ یہ نہیں کہ وہ یہ سن کر فیصلہ کر دے کہ ایسا ہو رہا ہے، اُس غلطی کرنے والے کے قریب آئے اور قریب آ کر دیکھے۔

## امام اعظم ابوحنیفہؒ کی علمی گہرائی

● عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے، امام اوزاعیؒ نے کہا عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، یہاں ایک بدعتی آیا ہوا ہے' اُس سے بچتے رہنا، نہ اُس کی بات سننا، نہ اُس کے پاس جانا، وہ نئی نئی باتیں چلا رہا ہے، اُس کی بات مت سننا، یہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کون ہے وہ آدمی، نام تو بتائیے اُس کا!! یا ابوحنیفہ!، ابوحنیفہؒ کہتے ہیں اُن کو، اُن سے بات مت سننا، اُن کے پاس مت جانا، سمجھ گئے عبداللہ ابن مبارکؒ کہ یہ آدمی اِن کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے۔ عبداللہ ابن مبارکؒ گئے' تین دن تک غائب رہے، اور تین دن تک عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مسائل اور خاص کر وہ مسائل جو امام صاحبؒ نے روایتوں سے مستنبط کیئے تھے اُن مسائل کو لکھا، اور اُس کی ایک اچھی کاپی بنائی، کاپی بنا کر اُس میں جگہ جگہ (کہیں کہیں) یہ لکھا کہ نعمان یہ کہتا ہے، نعمان یہ کہتا ہے، نعمان یہ کہتا ہے، نعمان یہ کہتا ہے، اور وہ کاپی لے کے تین دن کے بعد آئے، امام اوزاعیؒ نے دیکھا' کہ بھئی' خراسانی بھائی تم کہاں غائب ہو تین دن سے، کہا کہ کچھ مسائل لکھ رہا تھا اُس میں مشغول تھا' کہا: کیا مسائل' نکالو، وہ کاپی لے کر آئے، امام اوزاعیؒ

نے فجر کی نماز پڑھائی اور فجر کی نماز کے بعد کاپی لے کر بیٹھے، ظہر ہوگئی، ظہر کی نماز کھڑی ہونے لگی، تو روایت میں ہے کہ وہ کاپی کو اپنی آستین میں داخل کیا اور نماز پڑھائی اور ظہر بعد کاپی لے کر بیٹھ گئے۔ ساری کاپی پڑھ کر کہنے لگے عبداللہ ابن مبارکؒ سے کہ او! خراسانی بھائی! میں نے تیری کاپی پڑھی ہے، یہ آخر کون شخص ہے، جس کا علم اِتنا گہرا ہے، جس کی بات اتنی عمدہ ہے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی صحبت میں جا کر تم رہو، اور ان سے مزید ان سے علمی استفادہ کرو۔ اور یہ جگہ جگہ نعمان یہ کہتا ہے، نعمان یہ کہتا ہے، نعمان یہ کہتا ہے، کون ہے یہ، یہ نعمان کون ہے، اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی شخصیت ہے جن کے پاس جانے سے آپ نے روکا تھا اور جن کو آپ نے بدعتی کہا تھا یہ وہی صاحب ہیں۔(۱)

● لوگ بڑے بڑے قلعے تعمیر کر لیتے ہیں سنی سنائی باتوں پر، اور بڑے بڑے فیصلے لے لیتے ہیں سنی سنائی باتوں پر، میں نے عرض کی ایک بات: میں ایک واقعہ سنا رہا تھا کہ دو کام ہیں کرنے کے، اگر مؤمن کے بارے میں کوئی خبر سنو، پہلے تو اللہ کے قریب ہوجاؤ، کہ اے اللہ! تیرا بندہ ہے، اُس کے بارے میں ہم نے یہ سنا ہے، اے اللہ! تو ہمارے گمان کے مطابق کردے۔

● دوسری بات یہ میں نے عرض کی کہ اُس غلطی کرنے والے کے قریب ہوجاؤ۔ حضرت (حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ اُس غلطی کرنے والے کے اتنا قریب ہوجاؤ کہ تمہیں یقین ہوجائے کہ وہ تمہاری بات کو قبول کرلے گا۔ اتنا قریب ہوجاؤ منکر کرنے والے کے کہ وہ تمہاری بات کو قبول کرلے، اگر تم منکر کرنے والے کے قریب نہیں ہوگے تو اُسے معروف پر کیسے آمادہ کروگے!۔ ایسا تھوڑی ہے کہ آپ ڈنڈا لے کر کھڑے ہوجائیں منکر کرنے والوں کیلئے۔

● میں تو صاف کہتا ہوں کہ احادیث سے اور علماء کے اقوال سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ نہی عن المنکر کے لیے شرائط ہیں امر بالمعروف کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ لیکن لوگوں نے امر بالمعروف کو چھوڑ دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ فساد کی اصل جڑ یہ ہے کہ لوگ معروفات پر آمادہ کرنے سے زیادہ منکر سے روکنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور یہ بات حق ہے کہ معروف پر آمادہ کرنے سے منکر سے روکنے کی ذمہ داری ادا ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ نہی عن المنکر، امر بالمعروف پر مضمر (چھپی ہوئی) ہے۔

## منکر سے روکنا معروفات پر آمادہ کرنے کے اندر چھپا ہوا ہے

● آپ یوں سمجھئے کہ نہی عن المنکر مستقل کوئی الگ کام ہے؛ ہاں! آپ کو میری بات پر اشکال ہوسکتا ہے، اشکال کی ایک وجہ مراد تک نہ پہنچنا ہے۔ اس لیے کہ جب منکر پر اصرار کا اندیشہ ہوجائے تو پھر منکر سے روکنے سے منع کردیا گیا ہے۔ اگر منکر کرنے والے میں اصرار کا اندیشہ ہو کہ منکر کرنے میں اَڑ جائے گا اور وہ منکر کرنے میں ضد پر آجائے گا تو ایسے میں منکر سے روکنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی خود ہی غور کرلے کہ منکرات کا ہونا معروفات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیوں نہیں غور کرتے اِس پر۔ میں تو صاف طور پر عرض کر رہا ہوں: اُمت میں جتنے منکرات ہیں وہ معروفات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہیں نا!۔ موٹی سی بات ہے کہ جو نماز چھوڑ دے اُس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے، جب آدمی کا اسلام میں کوئی حصہ ہی نہیں

---

(۱) ابوحنیفہؒ اور اُن کے ناقدین، ص: ۴۳، از: مولانا حبیب الرحمن شیروانیؒ)

رہا تو وہ تو اسلام سے بے دخل ہے، اور جو اسلام سے بے دخل ہے اُس کے لیے شراب، زنا، چوری، جھوٹ سارے گناہ آسان ہیں اُس کے لیے؛ آپ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر منکر سے نہیں روکا' اور آپ کیوں نہیں یہ یقین کرتے کہ معروفات پر آمادہ کرنا ہی منکر سے روکنے کی بہتر شکل ہے۔ اصل چیز منکر سے روکنا نہیں تھا؛ اصل چیز منکر کو منکر سمجھ کر منکر کرنے والے کے اندر اِس کے منکر ہونے کا احساس پیدا ہونا تھا' اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک مسلمان معروفات پر نہیں آئے گا اُس وقت تک منکر کے منکر ہونے کا احساس پیدا نہیں ہوگا۔ کسی نے کہا تھا امام صاحب سے کہ آپ تو نماز کی محنت کر رہے ہیں، اور جو لوگ شراب میں ہیں' زنا کر رہے ہیں' چوریاں کر رہے ہیں' منکرات کر رہے ہیں!! فرمایا کہ ہم اِنہی منکرات کی استعداد ختم کرنے کے لیے، اِن منکرات کا ارادہ ختم کرنے کے لیے نماز پر آمادہ کر رہے ہیں' ہمیں اس کا یقین ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (۱) ہمیں اس کا یقین ہے۔ کہ نماز منکر سے روکتی ہے۔ (تو میں نے درمیان میں ایک بات عرض کی ہے)۔ تو میرے دوستو عزیزو! بات یہ تھی کہ اگر کسی کے بارے میں آپ تک کوئی خبر پہنچی ہے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ اُس کے لیے تنہائی میں اللہ کے سامنے کتنا رو چکے ہیں۔ اور آپ نے یہ نہیں کیا کہ تو یہ آپ کی نفسانیت ہے کہ آپ کو آپ کا نفس آمادہ کر رہا ہے کسی کی اصلاح پر آپ کا نفس آمادہ کر رہا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ خبر پہنچی کہ ملک شام پر امیر اُس کے اندر تین بڑی غلطیاں ہیں' تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً متوجہ ہوئے اللہ کی طرف اور یہ دُعاء کی: اے اللہ! میرا تو گمان اُس کے بارے میں اچھا ہے، اور یہ جتنی بھی خرابیاں اور جتنی غلطیاں اُس کی بیان کی گئی ہیں تو اِن ساری خرابیوں کو خوبیوں میں تبدیل کردے۔ ادھر شکایتیں ہو رہی ہیں بڑی بڑی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعاء یہ ہے، کہ اِن ساری خرابیوں کو خوبیوں میں تبدیل کردے، اے اللہ! مجھے امید ہے کہ تو میرے گمان کے مطابق کردے گا۔ اللہ کو تو قدرت ہے نا اِس لیے میں تجھ سے یوں کہہ رہا ہوں' کہ وہ آگ کو آگ رکھ کر ٹھنڈا کردے اور یہاں ان خرابیوں کو خوبیوں میں تبدیل کرنا کیا مشکل ہے۔ اور اے اللہ! مجھے اُمید ہے کہ تو عمرؓ کے گمان کے مطابق کردے گا۔ چنانچہ اُس امیر کو بلوایا، اِدھر ملک شام کے لوگ تھے؛

## پہلی شکایت

اُنہوں نے کہا کہ جی! اِن سے ایک شکایت یہ ہے کہ یہ آدھے دن تک باہر نہیں آتے، بہت تاخیر کرتے ہیں نکلنے میں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ بھئی! کیا بات ہے، کیوں؟ تم آدھے دن تک کیوں غائب رہتے ہو؟ کہا: امیر المؤمنین! بات یہ ہے کہ میری بیوی میری خادمہ ہے، اور بیوی کا نفقہ اور اُس کا کھانا پلانا شریعت نے میرے ذمہ کیا ہے، نہ اُس کے ذمہ کمانا ہے نہ پکانا ہے۔ نہ پکانا اُس کے ذمہ ہے نہ کمانا اُس کے ذمہ ہے۔ (۲) اِس لیے کہ عورتوں کا کمانا تو بہت بڑی قیامت ہے؛ حدیث میں آتا ہے کہ صرف عورت کا اپنے مرد کی تجارت میں تعاون کرنا بھی قُربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (۳) (حدیث ہے)۔ کمانے میں صرف عورت کا تعاون کر دینا اپنے شوہر کا یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے تو عورت کا کمانا کتنی بڑی قیامت ہوگی۔ میرے ذمہ کمانا ہے اور میرے ذمہ پکانا ہے۔ میں صبح کو آٹا پیستا ہوں' اُسے گوندتا ہوں' جب آٹا

---

(۱) سورۂ عنکبوت، آیت ۴۵۔

(۲) الفتاوى الهندية - (378/11): "وإن قالت: لا أطبخ، ولا أخبز قال في الكتاب: لا تجبر على الطبخ والخبز، وعلى الزوج أن يأتيها بطعام مهيأ أو يأتيها بمن يكفيها عمل الطبخ والخبز

(۳) إنَّ بين يديِ الساعةِ تسليمَ الخاصةِ وفشوَ التجارةِ حتى تُعينَ المرأةُ زوجَها على التجارةِ وقطعَ الأرحامِ وشهادةَ الزُّورِ وكتمانَ شهادةِ الحقِّ وظهورَ القلمِ (کنز العمال، ج: ۱۴، ص: ۲۳۰)

تیار ہوجاتا ہے تو روٹی اپنی اور اُس کی پکا کر اُسے کھلا کر پھر باہر آتا ہوں۔ اس لیے مجھے اِن کے امور کو دیکھنے میں تاخیر ہوتی ہے۔ آپ سوچیئے تو صحیح! ۔ ایک ملک کا گورنر وہ اپنے گھر کی روٹی خود بناتا ہے' اپنی بھی اور بیوی کی بھی، اِس لیے مجھے تاخیر ہوتی ہے۔ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے گمان کے مطابق تبدیل کیا ہے۔

## دوسری شکایت

اور کیا شکایت ہے کہ جی! دوسری شکایت اس سے بڑی ہے؛ وہ شکایت یہ ہے کہ یہ مہینہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں اور ملاقات ہی نہیں کرتے' باہر ہی نہیں آتے؛ کہا کیا بات ہے؟ کہا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! میں ایک کرتہ اونی (موٹا کرتہ) مدینہ سے لے کر چلا تھا' اِس کے علاوہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا، اُس ایک کُرتہ کو لے کر میں جو چلا تھا مدینہ سے میں مہینہ میں ایک مرتبہ اُس کو دھوتا ہوں، وہ اِتنا موٹا اور اونی کرتہ ہے کہ اُس کے سوکھنے میں وقت لگتا ہے، جب وہ سوکھ جاتا ہے تو وہ سخت ہوجاتا ہے' بدن پر چبھتا ہے' پہنا نہیں جاتا، میں اُس کو رگڑ کر نرم کرتا ہوں، تو مہینہ میں ایک دن مجھے اِسی لیے چاہیے ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ میں نے نہ کسی کرتہ کا سوال کیا ہے اور نہ میں نے کوئی کرتہ بنایا ہے، یہ میرا کرتہ ہے، اس لیے میں ایک دن کی چھٹی لیتا ہوں۔

## تیسری شکایت

فرمایا کہ لیکن یہ ایک شکایت یہ بھی کر رہے ہیں کہ یہ اچانک کسی بھی دن بے ہوش ہوجاتے ہیں اور ایسے ہوجاتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مر گئے ہیں، ہمیں ایسا امیر چاہیے جو صحت مند ہو جس میں بیماری نہ ہو؛ کہا کہ امیر المؤمنین! یہ بات تو بڑی شرم کی بات ہے، میں اِس کو بیان کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کا حکم ہے میں مجبور ہوں بیان کرنے پر، جب حضرت عاصم کو مشرکین نے قتل کیا اور اُن کے اعضاء کاٹے تھے اُس وقت میں حضرت عاصم کو قتل کرنے میں مَیں مشرکین کے ساتھ تھا، میں اُس وقت تک میں اسلام نہیں لایا تھا' میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اللہ مجھ سے پوچھیں گے کہ اے سعید! تم نے عاصم کی مدد کیوں نہیں کی تھی؟ تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا! ۔ اُس دن کو سوچ کر میں بے ہوش ہوجاتا ہوں۔ اور مجھ پر بے ہوشی جب طاری ہوجاتی ہے تب مجھے اُس دن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد نہ کرنے کا خیال آتا ہے۔

## چوتھی شکایت

اور یہ بتاؤ! کہ یہ چوتھی شکایت کر رہے ہیں' کہ یہ کبھی بے ہوش ہوجاتے ہیں، اور کبھی یہ آدھے دن تک باہر نہیں نکلتے، اور مہینہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں، لیکن چوتھی غلطی بہت بڑی ہے' اُس سے لوگ پریشان ہیں' کہ جہاں عشاء کی نماز ہوئی تم نے دروازہ بند کرلیا، اور تم اُس کے بعد کسی کی بات سنتے نہیں ہو، کتنا بھی اہم مسئلہ پیش آجائے' لوگ تمہارے دروازے پر آتے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو آپ اِن کو جواب نہیں دیتے' حالانکہ کبھی کوئی عام مسئلہ ہوتا ہے۔ کہا: امیر المؤمنین! میں نے اِن سے کہا ہوا ہے کہ پورا دن تمہاری خدمت کیلئے میں حاضر ہوں، مگر رات میں نے خالق کے لیے دی ہوئی ہے؛ یہ چار شکایتیں میری آپ سے کی گئی ہیں اور یہ شکایتیں یہ ہیں، اب آپ اس کا حکم فرمائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ! کام کرو اپنا۔ (میں تو ایک مثال عرض کر رہا تھا) (۱)

---

(۱) قصة سعيد بن عامر بن حذيم الجمحي رضي الله عنه سيرته رضي الله عنه وهو عامل بحمص (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج:۲۱، ص:۱۶۱)

## ایمان والوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کیلئے بدگمانیاں پیدا کی جاتی ہیں

میرے دوستو عزیزو! بات اصل یہ تھی، کہ اگر مؤمن کے بارے میں اچھا گمان ہے پھر تو آپ غلط شکایت کو اپنے گمان سے اُنہیں خوبیوں میں تبدیل کر سکتے ہیں، اور اگر مؤمن کے ساتھ بدگمان ہو گئے ہیں تو آپ مؤمن کی خوبیوں کو خرابیوں میں اور مؤمن کی خصلتوں کو اُس کی بُرائیوں میں اور مؤمن کے محاسن کو اُن کے عیوب میں تلاش کریں گے' اور اُن کو آپ عیوب ثابت کریں گے کہ اِن کے اندر عیب ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے پاس خبر لے کر آئے اور خبر لانے والا فاسق ہو' کیسے پتہ چلے گا کہ فاسق ہے یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں) کہ فاسق ہے فاسق ہونے کا فیصلہ اُس کی وہ خبر کرے گی جو وہ لایا ہے، (میں عرض کر رہا ہوں)، یہ آیت جو نازل ہوئی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُو اإِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُو ا أَنْ تُصِيبُو ا قَوْ ماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُو اعَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ (۱) یہ آیت نازل ہوئی ہے ایک واقعہ پر، واقعہ یہ پیش آیا: قبیلہ بنو مستلق جب اسلام لایا' پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہوا، آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا، آپؐ نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ تم پر اپنے مالوں کی زکوٰۃ بھی فرض ہے، اُنہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن آپ یہ فرمایئے کہ زکوٰۃ کا مال ہم لے کر آپؐ کے پاس حاضر ہو جائیں یا آپ کا کوئی آدمی ہمارے پاس آئے گا!؛ فرمایا کہ نہیں، ہم آدمی بھیجیں گے، ہم آدمی بھیجیں گے جو زکوٰۃ وصول کر کے لائے گا، کب بھیجیں گے، کہ یہ تاریخ ہوگی، اس تاریخ میں تم زکوٰۃ کا مال چھانٹ کر الگ کر لینا، ہمارا آدمی آئے گا اور تم سے زکوٰۃ وصول کر لے گا۔ چنانچہ بالکل اُسی تاریخ میں آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کو ولید بن حارث غالباً نام تھا اُن کا اُن کو آپؐ نے کہا کہ جاؤ! بنو مصطلق کے پاس جاؤ! اور اُن سے زکوٰۃ کا مال اُنہوں نے چھانٹ کر الگ کر لیا ہے تم جا کر اُن سے زکوٰۃ کا مال لے کر آؤ، ایک تنہا صحابیؓ امانت داری کا زمانہ تھا، یہ صحابی گئے، اُدھر اُن کو معلوم تھا کہ آج کی تاریخ میں آپؐ کا آدمی آئے گا، اس لیے کہ آپؐ نے وعدہ کیا ہے' آپؐ وعدہ خلافی نہیں کرتے، اُدھر وہ پورا قبیلہ اِن کے انتظار میں بستی سے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا کہ اِستقبال کریں گے، اللہ کے نبیؐ کا، سائل آ رہا ہے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے، سارے قبیلہ والے باہر کھڑے ہوئے ہیں انتظار میں۔ منافقین نے دیکھا کہ اچھا! اِن میں ایسی اِطاعت اور ایسی اجتماعیت اور ایسا زکوٰۃ کے فریضہ کے ادا کرنے کا شوق!!؛ کہ ایسا کیا کام کیا جائے کہ جس سے اِن کے اتباع کرنے والے اِن کی بات کو ماننے والوں کے درمیان دوری پیدا ہو۔ بدگمانیاں پیدا کی جاتی ہیں صرف ایمان والوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ بدگمانیاں پیدا کی جاتی ہیں صرف ایمان والوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے۔ اُس منافق نے دیکھا کہ یہ اِجتماعیت اور یہ اِطاعت اور یہ زکوٰۃ کے فریضہ کے ادا کرنے کا شوق، تو روایت میں ہے کہ منافق راستہ میں ان سے ملا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہ میں تو بنو مستلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جا رہا ہوں؛ اللہ کے رسولؐ نے بھیجا ہے، اس منافق نے کہا اُن صحابی سے کہ تمہیں حالات کا علم نہیں ہے' تمہیں کیا خبر وہاں کیا ہو رہا ہے۔ (اللہ مجھے معاف فرمائے) جو آج کل کا مزاج بن گیا ہے لوگوں کا' کہ آپ کو کیا معلوم کیا ہو رہا ہے، اُن

(۱) سورۂ حجرات، آیت:۶

کے حالات ہیں، ہمیں کیا کرنا ہے، جو آدمی فسادی ہوگا وہ بات ہی یہاں سے شروع کرے گا کہ بھئی! ہم سچ بول رہے ہیں، ہم صحیح کہہ رہے ہیں، (اللہ مجھے معاف فرمائے) یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ کہہ کر بات شروع کی تھی، قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ (۱) کہ آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے ہم صحیح کہہ رہے ہیں، اور واقعی یہ بات حق ہے جن کے اندر کذب چھپا ہوا ہوتا ہے وہ بات ہی یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ "آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے" یقین تو کریں گے ہی نا' آپ تو خود ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ ہماری بات قابلِ یقین نہیں ہے، اور جو جھوٹے ہوتے ہیں وہ بات کہاں سے شروع کرتے ہیں' نہیں ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے آپ' ہم سچ بول رہے ہیں۔ اور جو فساد چاہتے ہیں وہ بات یہاں سے شروع کرتے ہیں ان اردنا الحسنیٰ کہ بھئی! ہم تو بھلا ہی چاہتے ہیں، ہم تو خیر چاہتے ہیں۔ اور ہماری بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ جہاں ایمان والوں کے درمیان افتراق ہوگا وہاں خیر چاہنے والے نہیں ہوں گے۔ دیکھئے! ساری خیریں اتفاق میں ہیں' افتراق میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اگر کوئی افتراق کے ساتھ خیر چاہنے کا مدعی ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے' وہ فرماتے تھے: کہ جو ناگواریاں' جو نقصانات' تمہیں آپس کی اِجتماعیت میں نظر آ رہی ہیں وہ بہت بہتر ہیں اُس خیر سے جو خیر تمہیں افتراق میں نظر آ رہی ہیں۔

## جماعت سے الگ ہونے کی اجازت کب ہے

اس لیے میں نے عرض کیا ہے کہ ایک تو وہ یہ کہے گا جھوٹ بولنے والا کہ آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے' اور دوسرا یہ ہے، کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ افتراق چاہنے والے یہ کہیں گے اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰہُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲)۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے دل پر گواہ ہے، کہ افتراق کے ساتھ تو ارادۂ خیر کا سوال ہی نہیں ہے۔ (میں کچھ کہہ رہا ہوں)۔ افتراق کے ساتھ تو ارادۂ خیر کا سوال ہی نہیں ہے۔ اور ہماری بات لکھ لیجئے گا یہ کہ اعتزال کی گنجائش صرف وہاں ہے جہاں کفر گواہ اور نماز سے روکنے کی بات رکھی جائے وہاں اعتزال کی گنجائش ہے۔ اِس سے پہلے اعتزال کی گنجائش نہیں ہے۔ **فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله**، (۳) اعتزال وہاں ہوگا جہاں اللہ کے غیر کی اور بتوں کی پوجا ہو رہی ہو وہاں اعتزال ہے، ورنہ اس کے علاوہ اعتزال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں کیا عرض کروں آپ سے؛ لوگ فروعی مسئلوں پر اختلاف کر کے اُس کا حل اعتزال اور اُس کا حل افتراق میں سمجھتے ہیں' جبکہ صاف بات عرض کرتا ہوں کہ جہاں کفر بَوَاح (صریح کو) ہو وہاں اور جہاں نماز سے لوگوں کو روکا جائے وہاں اعتزال کی گنجائش ہے' اِس سے پہلے اعتزال کی گنجائش نہیں ہے۔ تو میں نے ایک بات عرض کی ہے، کہ اِس منافق نے ملاقات کی اُن صحابیؓ سے اور یہ کہا کہ آپ جا رہے ہیں وہاں اور وہ پورا قبیلہ بستی سے باہر کھڑا

---

(۱) سورۂ یوسف، آیت: ۱۷

(۲) سورۂ توبہ، آیت: ۱۰۷

(۳) سورۂ مریم، آیت: ۴۹

ہوا ہے آپ کو قتل کرنے کے لیے۔ ایک بات تو یہ کہی؛ دوسری بات یہ کہی کہ پورا قبیلہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہا ہے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ یہ اکیلے صحابیؓ تھے، اِس منافق کی بات سے متاثر ہوئے، اور اِس خبر کو لے کر آدھے راستہ سے واپس ہو گئے۔ اور جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے مجھے بھیجا تھا لیکن عجیب و غریب حالات معلوم ہوئے ہیں۔ کہ کیا حالات؛ کہ اس نے بتایا ہے ایک آدمی نے اور وہ یقین کے ساتھ بتلایا ہے کہ وہ قبیلہ میرے قتل کے لیے باہر کھڑا ہوا تھا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہا تھا میں اس لیے واپس آ گیا۔ اُدھر قبیلہ نے انتظار کیا کہ اب تک آپ کا آدمی کیوں نہیں آیا!! سنئے تو صحیح! اُس قبیلہ کو غم یہ ہوا کہ شاید ہماری کمائی میں کچھ حصہ حرام کا ہے یا کچھ غلط کمائی ہماری ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہماری زکوٰۃ کا مال وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ اگر وقت پر کوئی چیز قبول نہیں ہوئی اللہ کے یہاں تو سمجھ لیا کرتے تھے کہ ہماری کمائی کے اندر کوئی حصہ حرام کا داخل ہوا ہے۔

اس لیے کہ اگر زکوٰۃ کے مال میں اور غنائم کے مال کے اندر خیانت کی گئی ہے، تو آگ آسمان سے نہیں آتی تھی اور طئے یہ ہو جاتا تھا کہ اس میں خیانت ہے۔ اگر لوگ اپنی کمائیوں کو حلال نہیں کریں گے تو یہ زکوٰۃ کی توفیق سے بھی محروم ہو جائیں گے، (میں سمجھتا ہوں کہ) لوگوں کا زکوٰۃ ادا نہ کرنا اِن کی کمائیوں میں کچھ حصہ کا حرام داخل ہونا ہے۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ (ان اللہ یحب المتقین) اللہ تعالیٰ تو پاکیزہ مال قبول کرتے ہیں، اُنہیں اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ شاید ہماری کمائی میں اور ہمارے مال میں کچھ حصہ حرام کا داخل ہوا ہے جس کی وجہ سے اللہ نے ہماری زکوٰۃ کو قبول کرنے سے روک دیا ہے آپؐ کو، اس لیے آدمی نہیں آیا ہے۔ وہ اس بات کی فکر کر کے خود آپؐ کے یہاں حاضرِ خدمت میں ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا بات ہے، آپ کا آدمی کیوں نہیں آیا، وہ (قبیلہ والے) فوراً آ گئے؛ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ میں اِس بات کا فیصلہ ہوا اور رائے لی گئی صحابہؓ سے کہ بتاؤ! اِن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے جو ہمارے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں؛ فیصلہ یہ ہوا کہ رات کا انتظار کیا جائے اور رات کو اِن پر حملہ کر کے سب کو قتل کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ آپؐ کے مشورہ میں ہوا، کہ اِن کو سب کو قتل کر دیا جائے' کیونکہ جو ہمارے آدمی کو قتل کرنا چاہتے تھے اور زکوٰۃ سے انکار کر رہے ہیں' فریضہ سے انکار کرنا اِرتداد ہے اور مرتدین کو قتل کر دیا جائے۔ یہ پہنچ گئے آپؐ کے پاس۔ کہ آپ کا آدمی کیوں نہیں آیا؟ آپؐ نے فرمایا: ہمارے پاس تو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہمارے آدمی کو قتل کرنا چاہتے تھے اور زکوٰۃ کا مال دینے سے انکار کر رہے تھے، انہوں نے کہا: کس نے کہا آپ سے یہ، ہم تو انتظار کرتے رہے آپ کے آدمی کے آنے کا' اِس سارے واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا (۱)۔ ایسا نہ ہو کہ تم اِن خبروں پر کوئی اقدام کر بیٹھو اور تم کوئی ایسا فیصلہ کر لو کہ جس کے بعد تمہارے لیے سوائے حسرت و ندامت کے کچھ نہ ہو۔ نادمین۔ (سنئے تو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں)۔ یہ ہے بنیادی چیز۔ اس لیے حدیث میں یہ ہے ایاکم و الظن مؤمن کے بارے میں بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اِس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ آگے فرمایا: ولا تحسسوا کہ ٹوہ میں مت لگو؛

(۱) سورۂ حجرات، آیت:۶

**ولاتجسسوا** اور کہیں گھس کے کسی کا عیب تلاش مت کرو۔ **ولاتحاسدوا** اور آپس میں کسی سے حسد نہ کرو۔ **ولاتباغضوا ولاتدابروا ولاتحاسدو** قرآن اور حدیث میں اِن الفاظ کی ایسی ترتیب ہے کہ اِس کے بعد کیا ہوگا' کہ اِس کے بعد کیا ہوگا' کہ اِس کے بعد کیا ہوگا؛ آخر میں فرمایا **ولاتدابرو** کہ پھر تو یہ ہوگا اس کا نتیجہ کہ تمہارے چہرے بدل جائیں گے ایک دوسرے سے۔(۱)

اِس لیے میں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ زنا کرنے سے بڑا گناہ زنا کی خبر کرنا ہے۔اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ زنا کی توبہ تو قبول ہوسکتی ہے اور زنا کی معافی تو ہوسکتی ہے اور زنا کرنے والے کو آپؐ نے جنت کی نہروں میں نہاتا ہوا دیکھ کر بتایا صحابہؓ کو کہ جس کے بارے میں تم نے کہا کہ رجیم (پتھروں سے مارا گیا) کیا گیا ہے یہ، یہ تو جنت میں نہار ہا ہے یہ، میں دیکھ رہا ہوں اور تم سے حساب لیا جائے گا قیامت میں، تم نے اُس کے بارے میں صرف اتنا کہا ہے کہ اللہ نے جس کے عیب کو چھپایا تھا تم نے اُس کے عیب کو ظاہر کیا۔فرمایا کہ تمہیں تو پکڑا جائے گا غیبت میں اور اُس زنا کرنے والے کو میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے۔

## دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی سزا

میرے دوستو عزیزو! اِس اُمت کو اجتماعیت کے لیے کچھ اسباب اور کچھ اُصول سکھلائے گئے تھے' کہ دیکھو! کہ یہ تم نے نہ کیا تو تمہارے آپس میں وہ دوریاں پیدا ہوں گی۔اس لیے میں نے عرض کیا کہ قرآن وحدیث یہ کہتی ہے کہ نہیں؛ تجسس پہ نہ جاؤ، کسی کے عیب کو تلاش مت کرو، تجسس نہ کرو۔اس لیے کہ تجسس کرنے والا مفسد ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مفسد سے اصلاح کا کام نہیں لیتے۔حدیث میں (الحدیث) اس روایت کو جیسے میں کہہ رہا ہوں کہ اگر کوئی آدمی ارادہ بھی کرے گا کسی کے عیب کو دیکھنے کا تو اللہ کے یہاں اصلاح کرنے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے گا، کہ اچھا، میں تو اپنے بندے کے ساتھ معاملہ ستاری کا کر رہا ہوں' اور تو اِس کا عیب دیکھ رہا ہے۔اللہ تو گناہ کرنے والے کے گناہ کو چھپا رہے ہیں اور تو ظاہر کر رہا ہے' اِس لیے ایسے آدمی کی سزا یہ طئے کی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ اللہ اُس کو موت نہیں دیں گے جب تک وہ اُس گناہ کے اندر مبتلا نہ ہوجائے جس گناہ کو وہ بیان کر رہا ہے دوسرے ساتھیوں میں۔جو آدمی کسی کا عیب بیان کرے گا وہ اُس عیب میں خود مبتلا ہوئے بغیر مرے گا۔(۲) یہ پکی بات ہے۔کیونکہ اللہ فرمائیں گے کہ میں نے تو پردہ ڈالا تھا اِس کے عیب پر اور تو نے اِس کے عیب کو کھولا ہے' اور اِس کو تو میں پاک کروں گا اس کے عیب سے اور تجھے اس عیب میں مبتلا کیے بغیر موت نہیں دوں گا۔اس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ ہے اُصولی بات، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کا کام ایسے لوگوں سے لیتے ہیں جو مسلمان کے عیب کو دیکھ کر چھپا لیتے ہیں، اور ہوتا یہ ہے کہ آدمی کسی کی خرابی کو اور اُن کے عیب کو بیان اس لیے کرتا ہے تا کہ یہ آدمی

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتَحَاسَدُوا، ولاتَنَاجَشُوا ولاتَبَاغَضُوا، ولاتَدَابَرُوا، ولايَبِعْ بَعْضُكم على بَيْعِ بعضٍ، وكُونوا عبادَ الله إخوانًا، المسلمُ أخو المسلمِ لايَظْلِمُهُ ولايَخْذُلُهُ ولايَكذبه ولايَحْقِرُه، التقوى ههنا ويشير إلى صدره ثلاث مرات بِحَسْبِ امرِئٍ من الشَّرِّ أن يَحْقِرَ أخاه المسلمَ، كُلُّ المسلمِ على المسلمِ حرامٌ: دَمُهُ ومَالُهُ وعِرْضُهُ۔ (رواہ مسلم، رقم: ۲۵۶۴)

(۲) من عير أخاه بذنب لم يمت حتى يعمله، (سنن ترمذی، ۲۵۰۵)

لوگوں کی نظر میں معیوب ہوجائے اور ہم اُن کی نظر میں اچھے ہوجائیں۔(عجیب بات ہے) لوگ اپنے محاسن اور دوسروں کی خرابیوں کو بیان کرتے ہیں اور ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اِس کی خرابیاں بیان کروتا کہ عوام سے اِن کا ''اعتماد'' ختم ہوجائے۔

## ''اعتماد بڑی چیز ہے''

ورنہ آپ کو کیا بتلاؤں کہ ''اعتماد کتنی اہم چیز ہے اور اِس کو ضائع کردینا اِس کا کتنا اِجتماعی نقصان ہوتا ہے''۔ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں؛ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام اسلم سے کہا کہ اسلم! تم دروازہ پر رہنا، میں کسی کام میں مشغول ہوں' اندر کوئی نہ آئے، (عجیب قصہ ہے) اور اِس واقعہ میں حضرت عمرؓ نے عجیب اُصول بتلایا ہے، دروازہ پر رہنا' اندر کوئی نہ آوے، اسلمؓ دروازے پر تھے' حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اندر داخل ہونے لگے' اسلمؓ نے روکا، کہ ابھی آپ اندر نہ آیئے، اس لیے کہ اگر امیر کسی کو کوئی حکم دے تو اُس کے حکم کو اِس طرح ماننا واجب ہے جس طرح امیر کا حکم ماننا واجب ہے۔ اس لیے کہ تنفیذ (امیر کے فیصلہ کو جاری) کرنے والے کی بھی وہ حیثیت ہوتی ہے جو حیثیت حکم دینے والے کی ہوتی ہے۔(ہم بہت اہم بات عرض کررہے ہیں) چنانچہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا تھا لیکن دروازے پر حضرت زُبیرؓ آئے، حضرت اسلمؓ نے روکا، اُنہوں نے (حضرت زُبیرؓ نے) چانٹا مارا حضرت اسلمؓ کے اور ایک طرف کیا دروازہ کے اور اندر داخل ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اندر کیسے آئے، اسلم! یہ کیسے اندر آئے، کہ میں نے تو ان سے درخواست کی تھی کہ امیر المؤمنینؓ مشغول ہیں اس وقت اندر نہ آئیں، لیکن یہ مجھے چانٹا مار کر اندر آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ زُبیر! ایک بات یاد رکھو! تمہارے نزدیک کوئی معمولی بات تھی کہ غلام کو چانٹا مار کے تم اندر آگئے، لیکن اُصولی بات یہ ہے کہ جب جنگل کے کسی جانور کو زخمی کردیا جاتا ہے تو پھر باقی درندے اُس کو پھاڑ کھاتے ہیں۔ یہ عجیب بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی، کہ جب جنگل کے کسی جانور کو اگر اُسے زخمی کردیا گیا اور وہ زخمی اور مجروح ہوکر وہ اپنی چیز امتناعی (خود کو بچانے کی قوت) سے اور وہ اپنی حفاظت سے بے چارہ کمزور پڑ گیا ہے اب چونکہ تم نے اُس کو مجروح کردیا اور تم نے اُس کو زخمی کردیا ہے اب جو اور درندے ہیں وہ اس کو آسانی سے پھاڑ کھائیں گے۔ یہ اُصول اگر کوئی واقعی غور کرے، اُصول کو غور کرے' کہ اگر مؤمن کو مجروح کیا جائے گا تو وہ لوگوں کے درمیان مجروح ہوکر اور لوگوں کے درمیان کمزور ہوجائے گا' اور اُس کا اعتماد ختم ہوجائے گا۔(حوالہ) تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِتنی بڑی بات ایک غلام کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو آپ اس سے اندازہ کرلیجئے کہ پھر علماء کی توقیر کا اور علماء کے اعتماد کو امت میں پیدا کرنے کا کیا درجہ ہوگا جب ایک دروازہ پر کھڑے ہونے والے چپراسی غلام کے لیے حضرت عمرؓ یہ فرمارہے ہیں۔(میں بہت اہم بات عرض کررہا ہوں)۔ کہ ایک غلام ہے جو دروازہ پر ہے' دکھ رہا ہے بس! دروازہ پر؛ اگر اُس کے بارے میں حضرت عمرؓ یہ فرمارہے ہیں تو آپ اس سے اندازہ کرلیجئے!!۔ اِس لیے میں نے عرض کیا دوستو! کہ مؤمن کو چاہیے کہ مؤمن مؤمن پر اعتماد کرے اور اُس کے اعتماد کو بحال کرے۔

## امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا ایک شرابی کے گھر میں داخل ہونا!

(چنانچہ میں عرض کر رہا تھا کہ) اللہ تعالیٰ بیشک! اس طرح کا کام لیتے ہیں مگر اُن لوگوں سے کہ جو مؤمن کے عیب کو دیکھ کر چھپا لیتے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں داخل ہو رہے ہیں (جبکہ امیر کو اِس کی پوری اجازت ہے کہ وہ لوگوں کے کام پر نظر رکھے اُن کی اصلاح کے لیے)، اچانک دیکھا رات کو ایک گھر میں شراب پی جا رہی ہے، اور ناچنے گانے کی آواز آ رہی ہے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے اندر۔ آپؓ نے دیکھا ایک بڑے میاں شراب پی رہے تھے' اور ناچنے والی' گانے والی گا رہی تھی اور بڑے میاں اِتنے بدمست اور مشغول تھے اس میں کہ اُنہیں حضرت عمرؓ کے آنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اِتنا بڑا گناہ ہو رہا ہے!!، بڑے میاں نے کہا! عمرؓ! یہ گناہ ہو رہا ہے' آپ یہ مت دیکھئے، آپ یہ دیکھئے کہ آپ نے تین گناہ کیے ہیں، میرا ایک گناہ ہے۔ میرا ایک گناہ شراب پینا ہے' آپ کے تین گناہ ہیں جو آپ نے کیے ہیں، میرا ایک عمل قرآن کے خلاف' آپ کے تین عمل قرآن کے خلاف ہیں۔ (۱) آپ نے عیب تلاش کیا، (۲) آپ دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے، دروازے سے آنے کا حکم ہے قرآن میں (۳)، اور آپ نے سلام نہیں کیا' اجازت نہیں لی۔ آپ نے تین گناہ کیے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے روتے ہوئے نکلے، اور اتنا غم تھا حضرت عمرؓ کو' اُس کا غم نہیں تھا کہ رعایا شراب پی رہی ہے' اِس کا غم تھا کہ عمرؓ! اگر تیرے اللہ نے گناہ معاف نہ کیے تجھے تیری ماں ضائع کر دے گی۔ اگر کوئی یاد دلا دے آپ کو آپ کے عیوب تو میں سمجھتا ہوں کہ عوام کا کچھ بھی حال ہو لیکن کسی آدمی کو اُس کے عیوب یاد دلائیں تو اُسے اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ پر کوئی تنقید کرے اور کوئی آپ پر اعتراض کرے اور کوئی آپ کی غلطی پر آپ کو ٹوکے تو آپ ٹوکنے والوں کو اپنا محسن سمجھ کر اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہو جائیں فوراً۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کے شراب پینے کو تو بھول گئے' اپنی تین غلطیوں پر اتنا روئے حضرت عمرؓ کہ آواز نکل آئی روتے روتے، وہاں سے چلے گئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ امیر المؤمنینؓ تھے' سزا دیتے یا کوئی اس پر کوئی اقدام کرتے، بڑے میاں نے سوچا کہ جب بھی جائیں گے سب کے سامنے بات کھلے گی، روایت میں ہے کہ ایک عرصہ کے بعد آئے اور آ کر چھپ کر' کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے بندوں کے درمیان مجھے پیش کیا جاوے اور سزا سنائی جائے اور ساری دنیا کے سامنے رات کی بات کھلے، حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا بڑے میاں کو؛ حالانکہ چھپنا چاہتے تھے حضرت عمرؓ سے، بلایا' میرے پاس بلاؤ اُن کو' حضرت عمرؓ نے اُن بڑے میاں کے کان میں کہا کہ میں نے اُس رات کی بات کسی کو نہیں بتائی، ابن مسعودؓ میرے ساتھ تھے میں نے اُن کو بھی نہیں بتایا کہ میں نے گھر میں کیا دیکھا ہے۔ بڑے میاں نے کہا: عمرؓ! کان میرے قریب کرو۔ اور بڑے میاں نے حضرت عمرؓ کے کان میں کہا کہ میں نے بھی اُس رات سے آج تک شراب نہیں پی۔(۱) اِدھر عمرؓ اُس کا عیب چھپا رہے ہیں لوگوں سے' کیونکہ یہ اصلاح چاہتے ہیں، اگر اصلاح چاہتے ہیں' تو اصلاح چاہنے کا تقاضہ یہ ہے کہ آپؓ نے کسی سے اس کا

(۱) حیاۃ الصحابہؓ۔ ج:۲،ص:۵۲۰۔

ذکر نہیں کیا۔ میں صاف دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مسلمان مسلمان کے عیب کو کہیں بیان کر رہا ہے تو یہ اصلاح نہیں چاہتا فساد چاہتا ہے۔ اصلاح چاہتا تو تین کام کرتا؛ (۱) پہلے اللہ کے سامنے اس کے لیے روتا، (۲) اور اس کا قرب' اُس کے قریب ہوتا، (۳) اور تیسرا درجہ سب سے اخیر میں ہے کہ صرف اِس سے جا کر بات کرتا' کہ آپ ایسا نہ کیجئے۔ اور اس کا بھی حکم یہ ہے کہ اگر اُس سے آپ تنہائی میں جا کر یہ بتلا دیں کہ آپ ایسا نہ کریں تو آپ کی ذمہ داری یہاں پوری ہو جاتی ہے اور ایسے بندہ کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے کہ اے اللہ! میرے ذمہ جو تھا میں نے کر دیا ہے، **لست علیھم بمصیطر** کا مطلب ہی یہی ہے، کہ آپ کو لوگوں کی اصلاح کے لیے داروغہ نہیں بنایا گیا ہے، کہ آپ ڈنڈا لے کر اصلاح کریں' آپ کے ذمہ اِتنا ہے کہ آپ غلطی کرنے والے کو اُس کی غلطی پر' اُس کے لیے دُعائیں مانگنے کے بعد اُس کے قریب ہونے بعد اور اُس سے کہنے کے بعد پھر اللہ پر چھوڑ دیں۔ بقول حضرتؒ کے جہاں افتراق ہوگا وہاں غیبتیں چلیں گی۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا ٹکڑا عرض کر رہا ہوں۔ جہاں افتراق ہوگا وہاں غیبتیں چلیں گی۔ اور کوئی کام ہی نہیں رہے گا ساتھیوں کا، سوائے اس کے تو کیا ہے، وہ کیا ہے، وہ کون ہے، یہ کیا ہے؟۔ میں تو کل بھی عرض کر رہا تھا، میں نے کہا کہ تبلیغ کی دنیا میں کوئی آدمی کسی سے سوال کرے کہ آپ کے کیا حالات ہیں اور وہ اُمت کے ارتداد کے علاوہ اور کوئی حال بیان کرے تو اُس کا تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ دھوکہ میں ہے، وہ سخت دھوکہ میں ہے۔ اگر اس کی رات کی دُعائیں اور اِس کی آہیں اور اِس کا 24 گھنٹہ کا غم اور فکر اُمت کو اِرتداد سے بچانے کا نہیں ہے' اور اس کے علاوہ کوئی اور فکر ہے تو اُس کا کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سچی پکی بات ہے۔

## مصروف آدمی کو کسی چیز کا خیال نہیں آنا چاہیے

● مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جماعت آپؒ کے ساتھ میوات میں تھی' کھانے پر بیٹھے، تو ایک ساتھی نے اِتنا کہہ دیا کہ بھئی! نمک چاہیے، مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ تم ایک ہی مجھے ایسے معلوم ہوتے ہو جو جماعت میں فکر سے لگے ہوئے نہیں ہو۔ جماعت میں فکر کے ساتھ لگے ہوئے نہیں ہو۔ اگر تم پر واقعی فکر غالب ہوتا تو تمہیں کھانا کھانے کے بعد بھی اِس کا احساس نہ ہوتا کہ سالن میں نمک نہیں تھا۔ جو فکر مطلوب ہے وہ تمہارے اندر نہیں پایا جاتا کہ تمہیں کھانے کا لقمہ لے کر نمک کا خیال آیا۔ تو یہ خیال کیسا آیا آپؒ نے تعجب سے پوچھا دستر خوان پر نمک کا۔ کہ جی تمہیں یہ خیال کیسے آیا نمک کا۔ تجھے تو دوسرا کوئی پکڑ کر یاد دلاتا کہ کھانا کھالو۔ اور تو اب تک کھانا نہیں کھایا اور تو سوال کر رہا ہے کہ کھانے میں نمک نہیں ہے' تم کو یہ خیال کیسے آیا۔

## خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ اچھا گمان ہونا چاہیے

● (میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں) اس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ ہیں بنیادی چیزیں؛ جن کا ہمیں مستقل خیال رکھنا پڑے گا۔ ورنہ یہ بدگمانیاں اور مؤمن کے بارے میں غلط خیالات اور غلط فیصلے یہ پتہ نہیں کیا کیا اقدام کرا دیں گے اور

جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوگی اُس کی، اس لیے میں نے شروع سے عرض کیا کہ اللہ کے ساتھ گمان' اُس کی مخلوق کے ساتھ گمان اور حالات اور ماحول کے خلاف اللہ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا۔ اِس لیے فرمایا کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جیسا یہ گمان کرے گا میں ویسا اُس کے ساتھ معاملہ کروں گا، اور یہ بات یقینی ہے کہ گمان اور ایمان یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ برابر ہیں، جیسا ایمان ہوگا ویسا گمان ہوگا، جب ایمان بگڑے گا گمان بگڑے گا۔ ایمان بگڑے گا تو گمان بگڑے گا۔ جو سطح جس کے ایمان کی ہوگی (میں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں) وہ سطح اُس کے گمان کی ہوگی (اللہ کے ساتھ بھی اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی)۔ جس کی جو سطح ایمان کی ہے اُس کی وہ سطح گمان کی ہوگی۔ اِس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ایمان کو وہاں لاؤ جہاں آنے سے یہ صفات خود بخود ظاہر ہوں۔ وہاں لاؤ ایمان کو جہاں لانے سے یہ سطح خود بخود ظاہر ہوں۔ جیسا ایمان ہوگا ویسا گمان ہوگا اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس ایمان کی تکمیل کے لیے جتنا اِنفرادی دعوت میں اشتغال ہوگا' جتنا اِنفرادی دعوت میں لگو گے اِتنا ایمان میں کمال پیدا ہوگا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں کو نیکی پر آمادہ کرنے میں مشغول رکھنا صرف یہی ایک ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔ جب تک لوگوں کو معروفات پر آمادہ کرنے کے کام میں مشغول رہو گے اُتنا ایمان میں کمال پیدا ہوگا خود بخود وہ صفات پیدا ہوں گی، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں' کہ مشکل یہ ہے ہمارے زمانہ کی کہ ساری دعوت سمٹ کر منبروں پر آ گئی ہے؛ حالانکہ منبر دعوت کی جگہ نہیں ہے؛ منبر تو تعارف کی جگہ ہے!! کیوں؟ اِس لیے کہ منبر کا درجہ تو مجمع کے جمع ہونے پر ہے اور مجمع کا جمع ہونا گشت پر ہے۔ تیسرا مرحلہ ہے منبر کا؛ (ہم کچھ کہہ رہے ہیں) جمع کر کے لوگوں کو بات کرنے کا جو درجہ ہے وہ تو سب سے اخیر میں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تیرہ سال نبوت کے وہ منبر کے بغیر بات کرنے کے ہیں؛ نہ کوئی اجتماع ہے' نہ کوئی غزوہ ہے' نہ کوئی اِجتماعی بیان ہے 13 سال نبوت کے انفرادی دعوت کے ہیں، 10 سال مدینہ میں منبر بھی نہیں استعمال ہوا ہے، لیکن اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کا اکثر وقت فرد فرد کو دعوت دینے میں خرچ ہوا ہے، لیکن یہ بات بڑے فکر کی ہے کہ ذمہ داروں کا اِنفرادی دعوت سے ہٹ کر صرف اِجتماعی بیانات تک اِن کا استعمال ہو مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اپنے موضوع سے ہٹی ہوئی بات ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر خدا نہ کرے کہ ایسا ہوا تو ایک تو بیانات موضوع سے ہٹ جائیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ اِس سے عجب کے پیدا ہونے کا پورا اندیشہ ہے۔

## امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک عملی محنت ہے

- اس لیے کہ انفرادی دعوت اِس سے اُمت کو جمع کرنا ہے۔ اس کے بعد اِجتماع ہے اور اِجتماع کے بعد بیان ہے۔ اِس لیے میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ انفرادی دعوت جو اصل مرحلہ ہے جو اصل ایمان کی تکمیل کا سبب ہے؛ میں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں آپ کو اشکال ہوگا مجھے معلوم ہے، میں آپ سے اگر کہہ دوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جگہ منبر نہیں ہے۔ آپ کو اِشکال ہوگا مگر حقیقت یہی ہے۔ وہ تو اشکال ہوگا، وہ تو اللہ کا فضل ہے' میں تو آپ کے ہر اعتراض کے لیے

تیار ہوں؛ مگر میری آپ سے درخواست یہ ہے کہ آپ مراد تک پہنچئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جگہ منبر نہیں ہے۔ منبر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بیان کی جگہ تو ہوسکتا ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو ایک عملی محنت ہے یہ منبر کی جگہ نہیں ہے، یہ گلیوں کی اور راستوں کی اور بازاروں کی جگہ ہے۔ اِس لیے بیان کو مسجد کا عمل کہا گیا ہے اور دعوت کو مسجد سے باہر رکھا گیا ہے۔ پڑھئے جا کے، کہ اذان نہیں ہوئی مسجد کے اندر!! نہیں ہوئی۔ یہ تو اِس زمانہ میں شروع ہوا ہے کہ وہ مسجد کے اندر گھس کے اذان دیتے ہیں، ایک ہی مائیک ہے، اُسی میں اذان ہوتی ہے، اُسی میں نماز ہوتی ہے۔ یہ تو اِن رواجی شکلوں نے ساری سنتوں کو بدلا ہے؛ ورنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مکان پر چڑھ کر اذان دیا کرتے تھے۔ ہم عرض کررہے تھے کہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اِس کی جگہ یہ منبر نہیں تھا، اِس کی جگہ وہاں ہے جہاں لوگ معروفات کو بھولے ہوئے ہیں اور نہی عن المنکر کے فریضہ کے ادا کرنے کی جگہ وہاں ہے جہاں لوگ منکرات میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہاں! بیان البتہ جب مؤثر ہوگا جب اِنہیں آپ دعوت دے کر جمع کریں، اور حضرتؒ کا ملفوظ ہے کہ جو مجمع تمہاری گشت سے جمع ہوگا وہ تمہاری بات لے گا۔ اشکال تو لوگ کردیتے ہیں لیکن مراد تک لوگ پہنچتے نہیں۔

## گشت تکمیلِ ایمان کا سبب ہے

● ایک صاحب نے استفتاء کیا۔ کہ جی کہتے ہیں کہ "گشت کروگے تو ایمان کامل ہوگا" تو جواب یہ ملا کہ "اچھا! تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو گشت نہیں کرے گا تو اُس کا ایمان کامل نہیں ہوگا" کیونکہ اِنہیں گشت کے موضوع کی خبر ہی نہیں ہے۔ اگر گشت کا موضوع معلوم ہو تو قرآن، حدیث اور صحابہؓ کے اقوال اور علمائے حق کے اقوال صاف بتلاتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ اِن کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے! اِس میں حیرت کی کیا بات ہے!!۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ اُن کے کہنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ......................... میں بحث ہے آپ پڑھئے!!۔ بعض کہتے ہیں کہ ایمان اپنی حالت پر رہتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ امام صاحبؒ نے ایمان کے بڑھنے کو ثابت کرنے کے لیے معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسجد سے باہر لوگوں کو ایمان کے حلقوں پر آمادہ کرنے کے عمل سے اِستدلال کیا ہے،(۱) کہ دیکھو! معاذ یہ کہتے ہیں کہ اِجلس بنا نؤمن بربنا ساعۃ(۲) اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اِس پر آمادہ کرنا ایمان کے زیادہ ہونے کا سبب ہے۔

---

(۱) ترجمان السنۃ ج ۲ ص ۱۹۰

(۲) سورۂ آل عمران، آیت: ۱۱۰

● ہم صاف کہتے ہیں کہ گشت کا موضوع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اِن فریضہ کا ادا کرنا ایمان کی تکمیل کا سبب ہے(۱)، اِس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے' سب جانتے ہیں؛ **تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ** (۲) کہ ایمان باللہ کے لیے دو کام ہیں؛ کہ معروفات پر آمادہ کرنا اور منکر سے روکنا یہ دو فریضے ادا کرنا ضروری ہے ایمان کی تکمیل کے لیے؛

## وعظ ونصیحت کے مسنون طریقے بھی تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہیں

● اگر اِس کو مختصر کہہ دیں تو اشکال ہوتا ہے؛ حالانکہ اِس کا مقصد تدریس' تعلیم' علماء کا وعظ ونصیحت یہ اِس سے اِس کا اِنکار کا تو تصوّر بھی نہیں ہے' یہ تو آپ کا اپنا اختراع ہے۔ یہ تو آپ کا اپنا خیال ہے کہ اِس سے خیر کے دوسرے کاموں کا انکار کیا جارہا ہے یہ تو آپ کا اپنا باطل خیال ہے (صاف صاف)؛ ورنہ اگر مختصر کہا جائے کہ ایمان کی تکمیل گشت کے بغیر نہیں ہوتی تو اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو دوسرے مسنون طریقوں' راستوں سے کہوں گا میں رِواجی نہیں' جو مسنون طریقے سے وعظ ونصیحت اور بیان وتقاریر سے' لوگوں کو معروفات کا حکم کرتے رہیں وہ بھی ایمان کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر کسی فریضہ کو ادا کرنے کے دو طریقے ہیں تو ایک طریقہ کا بیان کرنا دوسرے طریق کی تردید نہیں ہوسکتا، اُس طریقہ کو بیان کیا جاتا ہے جو طریقہ مفقود ہورہا ہو' اُس کو بیان کیا جارہا ہے' کہ یہ تو ہورہا ہے یہ نہیں ہورہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر بات مختصر کی جائے تو لوگ بے چارے اُس اِختصار سے منفی معنی میں لے لیتے ہیں۔

## بات کی گہرائی تک پہنچنا چاہیے

● (میں ایک بات عرض کرتا ہوں) ایک چھوٹی سی مثال ہے، ''مگس کو باغ میں جانے نہ دینا'' کہ ''ناحق خون پروانہ کا ہوگا''۔ سنا کبھی۔ اب ہمارے جیسے اناڑیوں کے زمانہ میں یوں کہہ رہے ہو بھئی! کیا بات کررہے ہیں۔ یوں کہہ رہے ہیں کہ: ''اگر شہد کی مکھی باغ میں چلی گئی تو پروانہ کا قتل ہوجائے گا۔ کوئی یہ کہے کہ بھئی! تو اِس سے قرآن وحدیث کا کیا تعلق' تو گشت سے ایمان کے بڑھنے کا کیا تعلق؟۔ کہ نہیں! آپ ذرا تفصیل میں جایئے! آپ ذرا اِس شعر پر غور کیجئے کہ: یہ شہد کی مکھی جائے گی چمن میں وہاں سے یہ رس چوسے گی' پھر یہ اُس سے رس چوس کر جتھے میں آئے گی اور وہاں یہ شہد بنائے گی' اِس شہد کے اندر موم تیار ہوگا' اُس موم سے موم بتی بنے گی اور اُس موم بتی کی روشنی پر پروانہ آگ میں جل مرے گا''۔

● ہاں! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ''تم گشت کروگے گلیوں میں' شرابوں کے اڈّوں پر، وہاں سے لوگوں کو لاؤ گے نکال نکال کر، یہاں تعلیم کے جتھے میں لاکر جوڑ وگے، پھر یہاں ایک نور پیدا ہوگا، روشنی پیدا ہوگی اور اُس سے اللہ کی نسبت پر جان

---

(۱) ترجمان السنۃ، ج۲ ص۱۹۰

(۲) سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۱۰

دینے کا جذبہ پیدا ہوگا، اِس میں کیا اشکال کی کیا بات ہے''۔ کیوں نہیں غور کرتے بات پر۔ بلاوجہ لوگ بے چارے جزئیات میں پڑے رہتے ہیں اور حکم لگاتے رہتے ہیں، میں تو کہتا ہوں ''کام کرو کام''۔ ''اُمت اِرتداد میں اور ہم ایک دوسرے کی تردید میں''۔ دیکھو! ''ہم اُسے رد کر رہے ہیں، وہ اُسے رد کر رہے ہیں۔ اُمت مرتد ہو رہی ہے اور ہم تردید میں مشغول ہیں''۔

## ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے

● ورنہ صاف لکھا ہے علماء نے کہ اگر کوئی آدمی اپنی ذات سے اپنے اندر کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ دونوں پیدا کر لے لیکن دوسروں کو معروفات پر آمادہ نہ کرے تو ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ اپنے کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ اِس سے ایمان نہیں ہوتی؛ ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے۔ آپ اگر اپنی ذات سے نیک اعمال کرتے ہیں لیکن دوسروں کو آمادہ نہیں کرتے تو صاف لکھا ہے علماء نے کہ صرف انفرادی اعمال ہوجانا وقت پر اور زکوٰۃ کا ادا ہوجانا وقت پر لکھا ہے کہ یہ ایمان کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ دوسروں کو معروفات پر آمادہ کرو، دوسروں کو منکر سے روکو یہ ایمان باللہ کا سب سے بنیادی سبب ہے(۱)۔ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اِس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت کا نام ''گشت'' ہے۔

## طریقۂ دعوت میں رواجی شکلوں سے اجتناب ضروری

● اِس لیے وہ تمام اذیتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ دعوت میں ہیں وہ اِن رواجی شکلوں میں نہیں ہیں۔ آپ رواجی شکلوں کو دین کی بات کو پہنچانے کے لیے نبی کی دعوت کا متبادل کبھی بنا نہیں سکتے، کبھی نہیں بنا سکتے۔ آپ کے پاس اِس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی دلیل آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ دعوت کا اِس طرح متبادل نہیں لا سکتے خدا کی قسم! جس طرح آپؐ کے طریقۂ نماز کا متبادل نہیں لا سکتے؛ سیدھی سیدھی بات۔ آپ اگر متبادل لاتے ہیں دعوت کا تو پہلے آپ نماز کا متبادل لائیں۔ جو اہمیت صلوا کما رأیتمونی اصلی (۲) کی ہے میں تو کہتا ہوں کہ وہ اہمیت اور اُس طریقہ کی پابندی آپؐ کے طریقۂ دعوت میں ہے۔ اصل بات یہ تھی، اس لیے کہ یہ جو بات ہے کہ رواجی شکلوں میں جو سہولتیں نظر آتی ہیں لوگ اُس پے بے چارے غلط حدیث چسپاں کرتے ہیں، یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا (۳)۔ بھئی! اللہ نے اس زمانہ میں بہت سہولتیں دی ہیں تو کیوں نہیں سہولتیں اختیار کرتے، کیوں مشکل میں پڑتے ہو!!! کتنی بڑی جہالت ہے! اور کتنی

---

(۱) اسلام میں ایمان کی علامت صرف پیشانی پر نماز کا نشان، ہونٹوں پر وضو کی خشکی اور بروقت زکوٰۃ کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی، بلکہ اُس کی ایک بڑی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی قرار دی گئی ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ اور امر بالمعروف میں بڑا گہرا ربط ہے۔ ایمان صرف اُن اعمال کے ادا کرنے سے کامل نہیں ہوتا جن سے کہ ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہوجاتی ہے؛ بلکہ اُس کا معیار وہ اعمال ہے جن سے تمام نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اِس اُمّت کی خلقت کا اصل منشاء صرف اپنی کمالاتِ علمیہ وعملیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کی تمام مخلوقات کی تکمیل کی ذمہ داری بھی اُسی کے سر ہے اور وہی اُس کا طرۂ اِمتیاز ہے اور اِسی بناء پر اُس کو تمام اُمتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ (ترجمان السنۃ، ج:۲ص۱۹۰)

(۲) البخاری:۶۰۰۸

(۳) البخاری:۱۴۳۴۱

بڑی حماقت ہے! یہ کہنا کہ ’’ آپ رواجی چیزوں کو اختیار کریں جو اللہ نے سہولتیں دی ہیں‘‘ کتنی بڑی جہالت ہے یہ کہنا۔

## خروج اور نقل وحرکت اس کام کا قوام اور روح ہے

اِس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ عزم کرو کہ اِن شاء اللہ ہمیں اِس مزاج کے ساتھ چلنا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ اگر بیشک! یہ نفس پر بہت بھاری پڑے گا لیکن یہ کام وُسعتِ قلبی سے ہو نہیں سکتا، تنگ دلی سے فرقے بنتے ہیں اُمت نہیں بنتی۔ اِس لیے یہ عزم کرلو کہ اِن شاء اللہ ہمیں اپنے آپ کو موت تک اِس کام میں مزاجِ نبوّت پر لے کر چلنا ہے۔ (اِن شاء اللہ) اِس کے لیے یہ بات ذہن میں رہے سب کے کہ خروج اور نقل وحرکت ہی اس کام کا قوام ہے۔ اور واقعی میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ اللہ کے امر کی وجہ سے ہم نکلتے ہیں؛ ورنہ صرف نکلنے کا مقصد صرف دین سیکھنا نہیں ہے۔

## دین سیکھنے کی حد تک تبلیغ میں لگنا یہ اِس کام کو گزرگاہ بنانا ہے

تو عرض کرتے ہیں ہم تو نفر تو ہم اللہ کے امر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ نفر کس لیے؟ اللہ کے امر کی وجہ سے۔ اور یہ نفر اللہ کا ایسا امر ہے کہ یہ قتال پر محمول نہیں ہے‘ قتال پر موقوف نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیجئے، پڑھیے سیرت! خود پڑھیے سیرت! کہ آپ کو قتال کے مواقع سے زیادہ سرایہ ملیں گے اور غزوات سے زیادہ سرایا ملیں گے۔ آپ یہ سمجھ بیٹھے کہ خروج صرف قتال کے لیے اُس زمانہ میں ہوتا تھا اِس زمانہ میں ہے نہیں؛ پڑھیے آپ سیرت۔ آپ کو سرایا زیادہ ملیں گے اور آپ کو خروج قتال کے علاوہ زیادہ ملے گا؛ قتال سے انکار نہیں ہے، وہ اپنی جگہ فریضہ ہے، اِس لیے اس کو تو ہم اللہ کا امر سمجھ کر نکلتے ہیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ اگر نہیں نکلو گے تو اللہ کے عذاب کو واجب کرلو گے، معمولی بات ہے۔ ہم دین سیکھنے کے لیے نکلے ہیں، میں کہتا ہوں تعلیم دین کے لیے نہیں ہے خروج اِقامتِ دین کے لیے ہے۔

## تعلیمِ دین اس کا ایک جزو ہے

میں تو کہتا ہوں کہ اگر نماز سیکھنی ہوتی تو حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ نے جرجہ کو میدان قتال سے اپنے خیمہ تک لے جانے تک نماز سکھلا دی تھی۔ دو رکعت نماز پڑھوائی اسلام میں داخل ہونے کی۔ کس سے جرجہ سے‘ جو یرموک کی فوج کا سپہ سالار تھا وہ میدان میں اسلام لایا(۱)

یہ تو پورا مجمع عزم کرلے کہ ہر سال چار مہینے اِس کام کے لیے فارغ کرلیں گے۔ ہم نفر اللہ کے امر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اللہ کا امر ہے‘ اس لیے کر رہے ہیں۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا(۲) یہ آپ ذہن سے نکال دیجئے کہ یہ حکم قتال کے لیے تھا‘ نہیں؛ ایسا نہیں ہے۔ یہ حکم نفرِ عام کے موقع پر ہے ایسا نہیں ہے؛ بے شمار حدیثیں اور آیتیں مل جائیں گی آپ کو جہاں قتال کا کوئی شائبہ بھی نہیں کوئی بھی نہیں دور تک‘ لیکن نکلنے میں تاخیر پر ناراضگی ہے۔

---

(۱) فقال جرجة: یا خالد، إلام تدعون؟ قال: إلی شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا عبده ورسوله، والإقرار بما جاء به من عند الله، (البدایة والنهایة، ج: ۹، ص ۵۶۲)

(۲) سورۃ التوبہ: ۳۹

حضرت (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے' حضرت کے بیان کا ٹکڑا نقل کر رہا ہوں: فرماتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ آج نہیں کل نکل جاؤں گا یا پَرسوں نکل جاؤں گا تیرے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کعب بن مالک ؓ کے ساتھ ہو' معمولی بات ہے۔ اگر آپ اس کو کسی کا تفرد سمجھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت وہ ایسی کمزور نہیں تھی کہ حضرتؒ اِتنی بڑی بات کہہ دیتے، کوئی تو بات ہے۔ اِس لیے پورا مجمع اِس کا عزم کر لے کہ اِن شاء اللہ ہمیں اس ترتیب پر قائم رہنا ہے۔ ہمتیں کر کے فرماؤ، قدم اُٹھاؤ۔

چار چار مہینہ ہر سال کے لیے، چھ چھ مہینے سالانہ اِس کے لیے ارادے کرو۔

اور علماء سال' دوسرے سال' تیسرے سال کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں۔

# کارگزاری

- سب سے اہم چیز وحدتِ کلمہ ہے (جو کارگزاری سے پیدا ہوتی ہے)۔
- ایک ایک عمل کو سیرت پر پیش کرنا ہے۔
- اُمّت کے بعد والوں کی اِصلاح پچھلوں کی اِتباع میں ہے۔(۱)
- بسا اوقات خود اعتمادی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اپنے کسی عمل پر جمنا اِفتراق کا سبب بنتا ہے۔
- کام کے تقاضے ضائع ہوں گے تو مسلمان مغلوب ہوں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کام دیا، اُس نے وہ کام نہیں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کام تمہیں دیا جائے اُس کو پورا کرو؛ ورنہ یہود و نصاریٰ تمہاری گردنوں پر سوار ہو جائیں گے۔(۲)
- تھوڑا کام جو آپس کے اتفاق سے ہو اس زیادہ کام سے بہتر ہے جو آپس کے افتراق سے ہو۔
- ہر گھر میں مستورات کی جماعت کو داخل کرنا ہمارا مقصد ہے۔ ہم نے مستورات کے خُروج کو دوسرا درجہ دیا ہوا ہے یہ بہت خطرناک بات ہے۔
- ہم مستورات کی جماعتوں کی تعداد گننا نہیں چاہتے؛ ہم تو گھر گننا چاہتے ہیں۔
- جب تک مستورات کی جماعتیں گھروں میں قیام نہیں کریں گی اُس وقت تک گھروں میں اعمالِ دعوت کا قیام نہیں ہوسکتا۔ میرے نزدیک مع مستورات جماعتوں کا خُروج شدید ترین ضرورت ہے۔
- مستورات کی جماعت ایک گھر میں داخل ہوئی تو یہ پتہ چلا کہ ایک ہی گھر میں ایک بھائی مؤذن ہیں، دوسرا بُت پرست۔
- ہر 10/8 گھروں کے درمیان ہفتہ واری تعلیم ہو۔
- ہر ہر مسجد میں مکتب ہو۔
- مکتب ہر ہر مسجد میں نماز کی طرح ضروری ہے۔

(۱) لن یصلح آخر هذه الأمة إلا ما اصلح أولها، (موسوعة الرقائق والادب: ۵۷۷۷)

(۲) کنت عریفًا في زمن علي، فأمرنا بأمر فقال: أفعلتم ما أمرتكم؟ قلنا: لا، قال: والله لتفعلُنَّ ما تؤمرون به أو لتركبَنَّ أعناقكم اليهود والنصارى. (کنز العمال: ج:۵، ص:۷۸۰)

# دینی وعصری طلبہ میں کام کی اہمیت اور طریقۂ کار

## مفتی یعقوب سیلونی صاحب زیدمجدہٗ

### بعدعصر، بروزِ اتوار، ۱۰، محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

### دینی طلبہ:

- عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے تفسیر ابن جریر طبری کے اندر کہ علماء کے اس علم کو لے کر نکلنے کا بنیادی مقصد کہ امت کی جہالت کا مشاہدہ ہے اور اللہ کی اطاعت کرنے والوں پر جو اللہ کی طرف سے نعمتوں کا سلسلہ اور نافرمانیاں کرنا کرنے پر اللہ کی طرف سے عذابات اور نقمتوں کا سلسلہ آنکھوں سے دیکھے مشاہدہ کرے اور پھر اس کے بعد آکر کے پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ قوت کے ساتھ انذار وتبشیر اور اصلاح ودعوت میں لگ جائے۔(۱)
- یہ اصل بنیادی بات ہے، اس لیے دوران تعلیم طلبہ کا اس دعوت کے کام میں لگنا یہ علم کے ان کی حق میں نافع بننے کیلئے بھی انتہائی ضروری اور پھر پوری امت کے حق میں جہالت کے ختم ہونے کے اعتبار سے اور پوری امت کے قران حدیث اورسنت پر آنے کے اعتبار سے بھی انتہائی مفید راستہ ہے۔
- اس لیے بنیادی طور پر ہمارے طلبا ایمانیات کے مذاکرے تعلیم کے حلقوں میں روزانہ بیٹھنا اور اسی سلسلے کو لے کر صحابہ کے عین سنت اور اہم ترین عمل یقین کر کے اپنے نصاب کا اہم ترین جز سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کو دعوت دے کر کے ایمانیات کے مذاکرے کرنا جس طرح جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ باوجود یہ کہ ان کا ایمان اعلی درجے پر ہے، پھر بھی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ مسجد کے ماحول میں بیٹھ کر کے غیب کے تذکرے کرتے (۲) اور اسی طریقے سے اہتمام کرنا اللہ کے راستے میں ۲۴ رگھنٹے ہر ہفتہ نکل جائیں تاکہ قرب وجوار کے جتنے علاقے ہیں وہاں جاکر جہالت کا مشاہدہ کریں اور پھر مسجد کے سطح پر ہمارے یہ طلبہ نبوی عمومی فطری طریقے پر امت کو تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کردیں۔

## تعلیم کا نبوی، عمومی وفطری طریقہ

- بغیر کتاب کے، بغیر نصاب (سیلبس) کے، بغیر راتب (تنخواہ) کے، اوقات کی کوئی قید نہیں، بلکہ ہر وقت مسجد میں تعلیم کا ماحول قائم ہو۔(مولانا الیاس صاحبؒ)
- مسلم شریف کی روایت ہے کہ بعض لوگ مدینے طیبہ سے گزر رہے تھے اور وہ حاجی تھے اور وہ کون سا وقت تھا اس کی کوئی صراحت نہیں، بس ہم گزر رہے تھے ہم نے دیکھا کہ مسجد میں ایمان کے حلقے لگے ہوئے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کے حلقے لگائے ہوئے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ ایمان کے حلقے لگائے ہوئے ہیں۔

---

(۱) قال: لیتفقه الذین خرجوا، بمایُریهم الله من الظهور على المشركين والنصرة, وينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم. (تفسیر طبری۔ سورۂ توبہ: ۱۱۵)

(۲) اخرج ابن أبي شيبة واللاَّلكائي في السنة عن أبي ذر قال: كان عمر ممّا يأخذ بيد الرجل والرجلين من أصحابه فيقول: ثم بنا نزداد إيمانًا، فيذكرون الله، كذا في الكنز. وأخرج أبو نعيم في الحلية عن الأسود بن هلال قال: كنا نمسي مع معاذ فقال لنا: اجلسوا بنا نؤمن ساعة (حیاۃ الصحابہؓ)

● تعلیم کا ایسا عمومی ماحول گاؤں گاؤں دیہات دیہات تھا۔

● اسی لیے مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: کوئی عالم اپنے علم میں ترقی نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنے علم کو لے کر اور اپنے علم کو ان تک نہ پہنچائے جو اس سے علم کم رکھتے ہوں اور خصوصاً ان تک اس علم کو لے کر جائے جو کفر کے اندر ہیں۔

● مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے میرے نزدیک کسی عالم کے اپنے علم میں ترقی کا' رسوخ (پختگی) کا اور تفقہ (سمجھ) کا سب سے بہترین راستہ ہے کہ اہل علم اپنے علم کو لے کر ایسے بے طلبوں کے پاس جائیں۔

● اس لیے طلبہ عزیز مدرسے میں پڑھنے ہی کے زمانے میں اس کو اپنے نصاب کا اور اپنی تعلیم کا اہم ترین جز سمجھ کر اپنے شوق سے اپنی رغبت سے تعلیم کے حلقوں میں اور مشوروں کے اندر بیٹھیں۔

● اُمّت کا درد غم ابھی سے ان بچوں کر اندر پیدا ہو، چاہے وہ دینی مدرسے میں پڑھنے والے ہوں یا عصری طلبہ ہوں۔

● مولانا الیاس صاحبؒ کا جملہ حرف بہ حرف نقل کر رہا ہوں کہ جو آدمی دین کے مٹنے کا غم لیے بغیر اس دنیا سے جا رہا ہے وہ بدترین موت مر رہا ہے، اور کل قیامت کے روسیاہ (ذلیل) ہوگا اور اللہ کے نبی کے سامنے وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوگا۔

● جو اپنی دنیاوی زندگی میں ہے یا اپنی ذاتی عبادتوں میں ہے اور اس پر قناعت کر کے بیٹھا ہوہے، اور امت بے دینی کی طرف جہالت کی طرف جاری ہو، ارتداد اور دہریت کی طرف جا رہی ہو، اس کو اس کا احساس نہ ہو تو پھر اس کی موت بدترین موت ہے، وہ اللہ کے نبی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوگا۔

● اور جو جتنا دین کے مٹنے کا غم لے کر دنیا سے جائے گا چاہے مرد ہو چاہے عورت ہو چاہے کوئی بھی ہو، دین کے مٹنے کا غم لے کر اس دنیا سے جائیں گے کل قیامت میں سرخرو ہوں گے اللہ کے نبی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل ہوں گے۔

● مولانا الیاس صاحبؒ بڑے اہتمام سے اس کو ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس کی اصل حدیث شریف میں موجود ہے مسلم شریف کی روایت ہے[1] جو آدمی اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے اللہ کے راستے میں خروج نہیں کیا اور نہ خروج کا ارادہ کیا تو نفاق ہے۔

## پڑھنے کے زمانہ سے ہی دعوتی کام میں لگنے کے فوائد

● مدارس کے اندر یہ اعمال دعوت مضبوط ہوں تا کہ بقرعید کی چھٹیوں اور اس کے علاوہ رمضان کی چھٹیوں میں اہتمام سے خروج ہو، اور دوران تعلیم طلبہ اعمال دعوت میں اس طرح لگیں کہ تشکیل کیے بغیر سال کے لئے اندر سے تیار ہوں، یہ بنیادی چیز ہے، ایسا نہ ہو کہ تشکیل کی جا رہی ہے، بار بار سمجھایا جا رہا ہے، بلکہ وہ اپنے اوپر انے والے سال کے درمیان یا سال میں نکلنے کے لیے جتنی رکاوٹیں ہیں ہر رکاوٹ کو وہ خود ہی اس محنت میں چلنے کی برکت سے اللہ سے تعلق قائم کر کے دعا کے ذریعے صلاۃ الحاجہ کے ذریعہ، صدقہ نکال نکال کر چاہے کسی بھی قسم کی رکاوٹ ہو اس کو دور کر کے اپنے شوق سے نکلے، ماحول مخالف ہے گھر کا ماحول موافق نہیں ہے۔

---

(۱) مَن ماتَ ولم یغزُ ولم یحدِّث نَفسَہٗ بالغزوِ ماتَ علَی شُعبۃٍ من نفاقٍ (مسلم شریف، ۱۹۳۱ھ)

● ہم نے اپنی انکھوں سے دیکھا کہ ان کا سال اتنا اچھا لگتا ہے کہ کوئی بھی جماعت انہیں پکڑا دو وہ جماعت کہتی ہے کہ ایسا عالم ہم نے نہیں دیکھا، علاقوں میں گئے تو علاقوں میں سرسبزی آ گئی، مسجدوں کے اندر اعمال مضبوط ہو گئے، وہاں کے علماء ان سے مطمئن ہو گئے، بے شمار علماء کے کام میں لگنے اور کام کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ وہ طلبہ اور علماء بنے سال میں چل رہے تھے۔

● پھر یہی حضرات واپس جا کر اپنے مقام پر مضبوطی کے ساتھ دعوت کے کام میں لگے پھر اس کے بعد دوسرا سال ان کے لیے آسان ہو گیا پھر تیسرے سال کی اللہ تعالی نے شکلیں بنائیں، اس طرح کرتے کرتے زندگی بھر دعوت کے کام میں تدریس کے ساتھ، تعلیم کے ساتھ، تصنیف کے ساتھ دینی خدمات کے ساتھ دعوت کو لے کے چلنا آسان ہے، ورنہ اتنا مشکل لگتا ہے جیسے جمع بین الضدین (آگ پانی کا جمع ہونا)

## دو جوڑوں کا مقصد

● اسی کے لئے سال کے شروع میں ایک جوڑ کا سلسلہ کارگزاری کا یہ دیکھنے کے لئے کہ ہمارے مدارس کے اندر کتنے مدرسوں میں پانچ اعمال قائم ہیں پھر ان مدرسوں کے اندر ۲۴ گھنٹوں کا کیا خروج ہے، پانچ اعمال کا کیا سلسلہ ہے اور اسی طرح اس رمضان کے موقع پر یا بقرعید کے موقع پر کتنے لوگ کتنی جماعتیں یا کتنے افرا کتنے مدرسوں سے نکلے اور پھر سال کے لیے کتنے نکلے اور اس وقت کتنے سال میں چل رہے ہیں۔

● اور سال کے اخر میں ہے تشکیل کے سلسلہ میں جوڑ رکھا جاتا ہے، یہ دو بنیادی اہم ترین جوڑ ہیں، ایک سال کے شروع میں کارگزاری والا جوڑ پانچ اعمال کے اعتبار سے، اور پھر آگے مسجد وار جماعت کو مضبوط کرنے کے اعتبار سے عزائم اور خصوصاً اس وقت جو ہماری کارگزاری ہے اور بقرعید کے اعتبار سے عمومی تشکیل ہو، کتنے جوڑ ہوئے اپنے اپنے صوبہ کی سطح پر جوڑوں کی کتنی ترتیبیں قائم ہوئیں، کتنے کامیاب ہوئے، سو فیصد طلبہ کا احاطہ ہونا چاہیے، کارگزاری والے جوڑ میں سو فیصد احاطہ مکمل طور پر۔

## دہریت اور بے دینی سے بچنے کا بنیادی سبب دورانِ تعلیم تبلیغ میں لگنا ہے

● اور اسی طریقے سے ہمارے عصری طلبہ ہیں، ان کا بھی اس کام کے اندر دوران تعلیم لگنا ان کے اپنی بے دینی سے بچنے کا، دہریت سے بچنے کا بنیادی سبب ہے ورنہ دہریت کا ایسا سیلاب ان کے راستے سے آرہا ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے، لوگ بڑی آسانی سے آخرت کا انکار کر رہے ہیں، اللہ تعالی کا انکار کر رہے ہیں، اور رسالت کا انکار کر رہے ہیں، اس کی ایک عام فضا بن چکی ہے، آپ جا کر ان سے بات نہیں کر سکتے۔

## آخرت کا انکار کرنے کا ایک واقعہ

● ابھی دوسرے سال کے علماء کی ایک جماعت جوایوت محل کی تیوڑہ (مظفر نگر) میں کام کر رہی تھی، انہوں نے چار دن پہلے کارگزاری سنائی، کہ ہم وہاں گشت کر رہے تھے، ایک صاحب سے ملاوقات ہوئی، تو دوسرے صاحب وہاں سے

گزرتے ہوئے کہنے لگے بھئی آپ اتنا اصرار کیوں کررہے ہیں، لا اکراہ فی الدین،(۱) ان کی طرف متوجہ ہوکر جب ان سے کہا گیا کہ بھائی، دین پر چلنا ضروری ہے آخرت کی زندگی ہے مرنا ہے تو انہوں نے کہا آخرت کیا چیز ہوتی ہے مرتے ہی سارا قسم ختم، اور وہ کونسا علاقہ ہے، علم کا علاقہ ہے، دینداری کا علاقہ ہے، ایسا اُمت کا بہت بڑا طبقہ ہے جو دین سے بیزار ہے اور یہ سارے طبقے وہاں سے نکل کر آتے ہیں۔ آج اگر یہ تعلیمی زمانہ میں دعوت کے کام میں لگتے ہیں؛ کل یہ بڑے بڑے تقاضوں پر دُنیاوی کام سے جائیں جہاں کہیں رہیں گے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے اِن کی تمام تر صلاحیتیں دعوت کے لیے مخصوص ہوکر رہیں گی، اِن کی فکریں مخصوص۔

- اِسی سلسلہ میں۔ اِس لیے کہ مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ یہ چاہتے تھے خصوصاً یہ پڑھنے لکھنے والا طبقہ بھی یہ دعوت کے کام سے گزر کر کے جائے؛ تاکہ جہاں کہیں، جہاں تک اللہ تعالیٰ اِنہیں دُنیا کے اعتبار سے اللہ اِن کو پہنچائیں پھر یہ وہاں رہ کر کے دین کی نمائندگی کریں اور دعوت کے یہ لوگ نمونے بنتے رہیں۔ اور وہاں رہ کر کے دینی خدمات انجام دیں۔

## عصری طلبہ کو مسجد کی سطح پر کام میں شریک کرنے کی ضرورت ہے

- اِس لیے ہماری بہت زیادہ توجہ اور ضرورت ہے کہ ہم اپنی مسجد کی سطح پر اِن عصری طلبہ کو لانے کی کوشش کریں۔ جہاں کہیں بھی مسجدیں ہیں قریب میں، ہاسٹلس ہیں اُن کے قریب میں مسجد ہو۔
- ہماری پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اِن ہاسٹلوں میں رہ کر کے پڑھنے والے، کالجس میں رہ کر کے پڑھنے والے ایک ایک اُمتی کو فکر کریں کہ اِن کو مسجد سے جوڑیں۔ اِن کی روزانہ کی تعلیم میں شرکت ہو۔ روزانہ کی ملاقاتوں میں اِن کا وقت لگ رہا ہو؛ یہ اپنی زبان میں بول کر توحید، رسالت، آخرت، جنّت، دوزخ کے تبصرے کریں تاکہ اِن کالجوں کے اندر اور اِن دنیوی اداروں کے اندر رہنے کی وجہ سے جو دَہریت اُن کے دل کے اندر اُترتی جارہی ہے وہ اندر سے نکل جائے۔
- گشتوں کا اِہتمام؛ دوگشت پابندی کے ساتھ۔ ایک ایک عصری طالبِ علم پابندی کے ساتھ دوگشت کرے۔ پہلا گشت بھی کرے، دوسرا گشت بھی کرے؛ محلہ والوں کے ساتھ مل کر کے گشت کرے۔
- جو کچھ بھی چھٹیاں ہوتی ہیں مہینہ بھر کی چاہے وہ تین دن کی شکل میں ہو یا وہ دو دن کی شکل میں ہو جتنی بھی چھٹی کی شکل ہو؛ اِہتمام کے ساتھ وہ اپنا وقت بھی لگائیں، اِس کے علاوہ اُن کی جو چھٹیاں ہیں؛ سال کی چھٹیاں ہوتی ہیں اور گرمیوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں اُس میں اِہتمام کے ساتھ یہ طلبہ وقت لگائیں۔ جماعتیں بنا بنا کر جائیں۔
- اور جو فارغ ہونے والے اُن سے درخواست یہ ہے کہ فراغت کے بعد وہ معاً وہ بغیر کسی تاخیر کے وہ یکسوئی کے ساتھ چار مہینے لگائیں۔

(۱) سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۶

● اگر یہ سلسلہ چل پڑے' تو اُمید یہ ہے یہ طلبہ کا کام قابو میں آجائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے کہ اِس پورے چہار دیواری میں اور دُنیوی اداروں کے اندر جتنے بھی اور بھی قسم کے اُمت کے طبقات ہیں چاہے وہ خواتین کا طبقہ ہو۔

● اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے کہ ان طلبہ عزیز کے اِس کام میں لگنے سے طالبات کے اندر بھی زندگی میں بھی تبدیلی آئے گی۔

## عصری طلبہ کے کام میں لگنے کا فائدہ

● یہاں قریب میں ایک بڑا ادارہ (دہلی میں) ہے، وہاں پر ہمارے ایک مولوی صاحب تھے سال لگانے کے بعد کچھ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے؛ لیکن اُنہوں نے تعلیم کے دوران اُس ادارہ میں رہ کر کے دو تین سال تعلیم حاصل کی؛ لیکن دعوت کے کام میں مضبوطی سے جمے رہے، اُنہوں نے خود آکر کارگزاری سنائی: کہ شروع میں کچھ لڑکے اور لڑکیاں ایسے دین کا' ٹوپی کا' سنتوں کا' شریعت کا مذاق اُڑانے والے دو چار مہینہ کے بعد دیکھا کہ وہ سب کے سب دھیرے دھیرے دھیرے نماز پر آگئے۔ اور وہ پردہ میں آگئیں بعض خواتین۔ جو پریشان ہیں کہ بھئی! طالبات ہیں' اُن کے لیے کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ طلبہ عزیز! اگر صحیح طور پر اعمالِ دعوت میں اپنی مسجد میں جُڑ کے چلیں تو اِس کا اثر خواتین تک پہنچے گا۔ وہ بھی دھیرے دھیرے اِس اعمال پر آتی چلی جائیں گی۔ جب ماحول دینی بنے گا اور سُنّت کا ماحول' نماز کا ماحول' فرائض کا ماحول بنے گا مَردوں کے ذریعہ تو اِن کے ساتھ پڑھنے والی اِنہی کی ہاسٹلوں میں یہ خواتین پر یقیناً اُس کا اثر پڑے گا۔

● اِس لیے! ہماری یہ بنیادی ضرورت ہے۔ اِسی کے لیے ہمیں کالجس میں پڑھنے والے طلباء کی بھی ہمیں سال کے شروع میں جوڑ کر کے اِس کا جائزہ لینا کہ بھئی! کتنے کالج ہیں اور کتنے اسٹوڈنٹس ہیں اُس کے اندر' اور اُن میں دعوت کے اعتبار سے کیا محنت ہوگی؛ تمام کالجس میں پانچ اعمال اور اُس میں کتنے طلبہ اہتمام کے ساتھ تعلیم میں' مشوروں میں' ملاقاتوں کے اندر اور جو مہینہ بھر کی چھٹیاں اُس میں کتنا خروج ہو رہا ہے۔

● مہینہ بھر کی جو چھٹیاں آنے والی ہیں بڑی اُس کے اندر کتنا خروج ہوگا اور پھر یہ ۴ مہینہ کے لیے نکلیں گے اِس کی فکر کے لیے ہمیں سال کے شروع میں اِن اسٹوڈنٹس کا جوڑ کرنا ہے۔

## طلبہ تعطیل کے دن اپنا وقت کیسے گزاریں

● ایک ضروری بات یہ ہے کہ اِتوار کا دن اِن کے لیے اچھا موقع ہوتا ہے، ہفتہ بھر اِن کے لیے محنت کریں اور ہفتہ بھر ہماری محنت کی شکل یہ ہوگی کہ اِن کے ساتھ کوئی خصوصی سلسلہ نہ ہو؛ بلکہ اِن کو ہم اپنے عموم کے ساتھ ہی لے کر چلنے کی کوشش کریں۔ جس میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مسجد ہے' محلہ ہے اور قریب میں' راستہ میں یہ سب ہاسٹلس میں یہ سب بچے ہمارے ساتھ' ہماری مسجد وار جماعت کے ساتھ جُڑ کر ملاقاتوں میں' مشورہ میں' آبادی کے عمل میں اور اِسی طرح گشتوں میں شریک ہوں، اگر کوئی شکل نہیں ہے ملاقاتیاں دور ہیں۔

- تو پھر دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی شکل ایسی بن جائے' کوئی کمرہ ایسا بن جاوے کہ ہمارے دعوت کے ساتھی وہاں جا کر دوسرے گشتوں کے ذریعہ سے وہاں محنت کر کے اُنہی کے کسی کمرہ میں اُن کا جوڑ کر کے اُن پر دعوت' تعلیم' مشورہ' آبادی کا عمل' اِس طریقہ سے دعوت کے اعمال پر اُن کولانے کی کوشش کریں۔ یہ تو ہفتہ بھر کی باتیں ہے۔

- لیکن اِتوار کے دن چونکہ خاص اُن کو فرصت کا وقت ملتا ہے اُس موقع پر بہت بڑے اہتمام کے ساتھ اِن طلبہ عزیز پر ہماری محنت ہوجائے تو اُمید ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ اِن طلبہ کے اِس کام میں لگنے اور صحیح عقائد پر اور صحیح علم پر آنے کا اِن شاء اللہ ذریعہ بنیں گے۔

- درخواست یہ ہے کہ آپ حضرات دو بنیادی باتیں: ایک تو مدارس کے طلبہ کے سلسلہ میں کہ ۱۵ اعمال اُن مدرسوں کے اندر قائم ہوجائیں۔ اِسی طرح مقامی خروج اور اِسی طرح رمضان میں خروج ہوا پنے سال کی تشکیل ہو۔

- اسی طرح جو عصری طلبہ ہیں وہ بھی اعمالِ دعوت میں اپنی اپنی مساجد کے اعتبار سے جُڑیں، اُن کے لیے ہفتہ کے یا مہینہ کے خُروج کی باتیں قابو میں آجائیں؛ اِن کا سال کے شروع کا جوڑ' سال کے اخیر کا جوڑ قابو میں آئے اِس سلسلہ کو لے کر ذرا صوبہ کے اِعتبار سے بیٹھ کر حلقہ لگائیں۔

- جہاں جوڑ نہیں ہوئے ہیں وہاں ابھی سے مشورہ کرلیں اور ہمیں بتادیں کہ اِن شاء اللہ کتنے دنوں کے اندر کتنے جوڑ کرنے والے ہیں۔

# بنجر بستیاں

## مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہ۔ بعد عصر، بروزِ اتوار، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

### طبیعتوں کے اوپر جتنا مجاہدہ بڑھے گا اُتنا ہی کام سمجھ میں آئے گا

- آپ نے ایک جماعت بھیجی اور کہا یہ جو خط ہم نے تمہیں دیا ہے اِس خط کو کھول کر دیکھنا تین منزلوں کے بعد اِس خط میں تمہارا رُخ لکھا ہوا ہے، اور اِس خط کو دیکھنا' جن کے اندر ہمت ہو اُس رُخ پر جانے کی وہ اُس رُخ پر جائے، جن کے اندر ہمت نہ ہو جانے کی وہ واپس آجائے (۱)۔
- ایسے سخت علاقے حضراتِ صحابہؓ کے حوالہ کیا۔ یہ جماعت چلی، تین منزلوں تک چلتی رہی، جا کر اِنہوں نے خط کھولا، ایسا سخت علاقہ تھا جہاں پر اللہ کے رسولؐ نے نامزد کیا تھا، اب صحابہؓ نے مشورہ کیا آپس میں کہ ہم کیا کریں؛ یہ تو ایک ایسا سخت علاقہ مل گیا، فرمایا صحابہؓ نے کہ دیکھو! ہمیں تو اللہ کے رسولؐ نے بھیج دیا ہے، اب تو اس رُخ کے اوپر جانا ہے ہمیں اِس رُخ پر چلنا ہے۔
- اِس واسطے ہمارے حضرت اِس بات کو بڑے اہتمام سے فرمایا کرتے ہیں یہ جو جماعتیں ہماری جا رہی ہیں یہ کوئی پک نِک نہیں ہے' کوئی گھومنا پھرنا نہیں ہے، جتنا مجاہدوں کا اضافہ ہوگا اِتنا ہی کام سمجھ میں آئے گا، یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ جہاں استقبال کے علاقے ہیں' کام کی محنت کے علاقوں میں جائیں گے وہاں کام سمجھ میں آئے گا' ہرگز ایسا نہیں ہے، یہی ہمیں سیرت کے اندر ملتا ہے۔ وہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مجاہدوں کے حالات میں ساتھ رہے' جو تنگیوں کے حالات میں ساتھ رہے' جو پریشانیوں کے حالات میں ساتھ رہے' جتنی بات وہ سمجھا کرتے تھے' عام آدمی اِتنی بات سمجھا نہیں کرتے تھے۔ ہر مشکل جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہیں، غار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہیں۔ غار کے اندر کی باتیں ہیں جو قرآن کی آیت میں ہیں۔ جو فہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی وہ فہم کسی کو نہیں دی۔ کتنے مواقع آپ کو ایسے مل جائیں گے کہ پوری جماعت آپؐ کی بات کو سمجھ نہیں پائی' تنہا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کو سمجھا؛ یہ ہوتا ہے۔

---

(۱) سرية نخلة في رجب سنة ۲ھ الموافق يناير سنة ٦٢٤م، بعث رسول الله ﷺ عبد الله بن جحش الأسدي إلى نخلة في اثني عشر رجلا من المهاجرين، كل اثنين يعتقبان على بعير. وكان رسول الله ﷺ كتب له كتابا، وأمره ألا ينظر فيه حتى يسير يومين، ثم ينظر فيه. فسار عبد الله، ثم قرأ الكتاب بعد يومين، فإذا فيه: إذا نظرت في كتابي هذا فامض حتى تنزل نخلة بين مكة والطائف، فترصد بها عير قريش، وتعلم لنا من أخبارهم فقال: سمعا وطاعة، وأخبر أصحابه بذلك، وأنه لا يستكرههم، فمن أحب الشهادة فلينهض، ومن كره الموت فليرجع، وأما أنا فناهض، فنهضوا كلهم، غير أنه لما كان في أثناء الطريق أضل سعد بن أبي وقاص وعتبة بن غزوان بعيرا لهما كانا يعتقبانه، فتخلفا في طلبه (الرحيق المختوم ص ۱۴۰)

## مجاہدوں سے مکاشفہ ہوتا ہے

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے ''مجاہدوں سے مکاشفہ ہوتا ہے''۔ یہ تو مقولہ ہے حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ 1964ء آخری حج تھا حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، مدینہ منورہ میں پہلا بیان ہے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، اِس بیان میں حضرت جیؒ فرمارہے ہیں ''مجاہدہ سے مکاشفہ ہوتا ہے اور مکاشفہ محرکِ محنت ہے، جتنا مجاہدہ ہوگا اُتنا مکاشفہ ہوگا (کام کی باتیں کھلیں گی)، جتنا مکاشفہ ہوگا وہ دین کی محنت کے واسطے انسان کو تیار کرے گا''۔

● ساتھیوں کو مستقل طور پر جو فکر ہوتی ہے ناں! ہمارے چار مہینے لگائے ہوئے ساتھی یہاں پر متحرک کیوں نہیں ہیں، ہمارے ساتھی اور وقت لگائے ہوئے ساتھی کام میں جم کیوں نہیں رہے ہیں! پُرانے زمانہ میں وقت لگا کرتا تھا تو کام سے پیچھے نہیں ہٹا کرتے تھے، اِس زمانہ میں وقت لگا کر بیٹھ جانے کی جو بڑی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اِستقبال کے علاقوں کو مقدم کرتے ہیں نئے ساتھیوں کے واسطے نکلنے والوں کے واسطے۔ کام سیکھ تو لیتا ہے آدمی' اکرام میں' کام میں جم نہیں پاتا۔

## ساتھیوں کے کام سے بیٹھنے کی ایک بنیادی وجہ اِستقبال کے علاقوں میں وقت لگانا ہے

دیکھو! دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اعمالِ دعوت صبح سے لے کر شام تک کوئی بھی آدمی سیکھ لے گا حالات انسان کو جماتے ہیں۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''حالات آئیں گے، جتنا حالات میں جما جائے گا حالات میں جمنے کا نام ہی استقامت ہے۔ اِس واسطے پچھلے سہ ماہی مشورہ کے اندر بڑے اہتمام سے یہ باتیں سوچی گئی تھیں کہ ہمارے جتنے کمزور علاقے ہیں' ہمارے جتنی کمزور بنجر بستیاں ہیں' ہمارے جتنی کمزور جگہیں ہیں اُن کو مضبوط کے حوالہ کیا جائے اور وہ مضبوط اِرادہ والے اہتمام سے اُن کمزور علاقوں کی فکر کریں اور مضبوط علاقوں والے کمزور علاقوں کو دیکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تو آنے والے کمزور افراد کو حوالہ کیا جاتا تھا ہمارے یہاں علاقوں کو حوالہ نہیں کیا جارہا ہے۔ آنے والے جو کمزور ہوا کرتے تھے افراد اُنہیں مضبوط لوگوں کے حوالہ کیا جاتا تھا۔ حضرت وائل ابن حجرؓ (جب اُنہوں نے اسلام قبول کیا اور وہ شہزادے تھے) کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کیا (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کتنے سینکڑوں واقعات ایسے مل جائیں گے کہ نئے لوگ آیا کرتے تھے اِنہیں پُرانوں کے حوالہ کیا کرتے تھے کہ تم اِن کے پاس رہو۔

---

(۱) وأمر معاوية بن أبي سفيان أن يبوؤني إياه (المعجم الكبير للطبرانی، ج:۲۲،ص:۴۶)

## کمزور علاقوں کو مضبوط علاقوں کے حوالہ کرنا کام کو جمانے کا ایک بڑا بنیادی ذریعہ ہے

اِن (کمزور) علاقوں کو (مضبوط علاقوں کے) حوالہ کرنا یہ کام کو جمانے کا ایک بڑا بنیادی ذریعہ ہے اور اِن علاقوں میں مستقل طور پر جماعتوں کا پڑنا یہ ایک کام کے بڑھنے کا سبب ہے۔

● ہمارے ساتھیوں نے بڑے اہتمام سے بیٹھ کر چند امور ایسے سوچے ہیں جنہیں اِہتمام کے ساتھ محفوظ کرایا جائے اور پورا ملک اِن کو محفوظ کرے، پورا ملک اِن کو اپنے پاس قلمبند کرے، اِن ساری چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا۔ دراصل یہ وقت بیان کا نہیں تھا، یہ وقت تو حلقے لگوانے کا وقت ہے، حلقے لگوانے ہیں ساتھیوں سے، تاکہ کمزور علاقے رمضبوط علاقے ،لیکن حلقے کن چیزوں پر لگیں گے اور کیا بنیادیں ہوں ہمارے کمزور اور مضبوط حلقوں کی، کیا بنیادیں بنائی جائیں کام کے اعتبار کی ذرا سے اِس کو ہمارے سب ساتھی، جتنے بھی ہمارے ساتھی ہیں جو اِس وقت بات سن رہے ہیں وہ سب اِس کو اچھی طریقہ سے اپنے پاس محفوظ کرلیں۔

## پہلی بات: ذمہ دار لوگ بنجر بستیوں میں کام شروع کرنے سے پہلے کمزور علاقہ کا معائنہ کریں

● سب سے پہلا اور اہم ترین تقاضہ وہ یہ ہے کہ ذمہ دار لوگ احوال لینے کے لیے علاقوں میں جائیں۔ جتنے بھی مضبوط علاقے کمزور علاقوں کیلئے طئے کیے جارہے ہیں اُن میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز یہ ہے کہ علاقہ کے ذمہ دار احباب اور ذمہ دار ساتھی احوال لینے کے لیے اُن کمزور علاقوں کے اندر جائیں۔

● یہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں ہوا کرتا تھا، جتنے بھی لشکر چلا کرتے تھے، جتنی بھی جماعتیں چلا کرتی تھیں، اِن سے آگے ایک مقدمۃ الجیش ہوا کرتا تھا، جو آگے چل کر پانی کا انتظام کرتا، لشکر کے چلنے کے احوال دیکھتا، ممالک کو کھولا کرتا تھا؛ کہیں افراد جایا کرتے تھے؛ کہیں جماعتیں جایا کرتی تھیں، جو علاقوں کے احوال لے کر پورا کا پورا راستہ کھولا کرتی تھیں۔

● یہی مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اپنی آمد یعنی ہجرت سے سے پہلے بھیجا کہ جاؤ! مصعبؓ! تم جاکر اِن کے علاقہ کے اندر کام کرتے رہو۔ (۱) (اُن کے

---

(۱) إرساله ﷺ الأفراد للدعوة إلى الله وإلى رسوله بعثه ﷺ مصعبًا إلى المدينة أخرج أبو نعيم في الحلية عن عُروة بن الزبير رضي الله عنه: أنّ الأنصار لما سمعوا من رسول الله ﷺ قوله، وأيقنوا واطمأنّت أنفسهم إلى دعوته، فصدّقوه وآمنوا به - كانوا من أسباب الخير، وواعدوه الموسم من العام القابل فرجعوا إلى قومهم بعثوا إلى رسول الله ﷺ أن أبعث إلينا رجلًا من قِبَلِك فيدعو الناس إلى كتاب الله فإنه أدنى أن يُتبع. فبعث إليهم رسول الله ﷺ مُصْعَب بن عُمير رضي الله عنه أخا بني عبد الدار، فنزل في بني غَنْم على أسعد بن زُرارة يحدّثهم ويقصّ عليهم القرآن. فلم يزل مصعب عند سعد بن معاذ يدعو ويهدي الله على يديه حتى قلّ دار مندور الأنصار إلا أسلم فيه ناس ولا محالة، وأسلم أشرافهم، وأسلم عمرو بن الجَموح، وكُسرت أصنامهم، ورجع مصعب بن عمير إلى رسول الله ﷺ وكان يُدعى المُقرىء. (مجمع الزوائد، ج:۶،ص:۴۱)

پاس) پہننے کے واسطے کپڑے نہیں ہیں، اِن کے والدین نے کپڑے اُتار لیئے تھے، صرف ستر ڈھانکنے کے واسطے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا۔ پورے مدینہ منورہ کھلنے کا ذریعہ بنے ہیں مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِس حال میں دنیا سے رُخصت ہوئے ہیں جب وہ اُحد میں شہید ہوئے تھے کہ سَر ڈھکا جاتا تو پیر کھل جایا کرتے تھے، پیر ڈھکے جاتے تھے تو سَر کھل جایا کرتا تھا؛ آنکھوں میں آنسو آ گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی؛ فرمایا: مصعبؓ کے سَر پر (کپڑا) ڈھک دو اور پیروں کے اوپر (اذخر) کی گھاس رکھ کر مصعبؓ کو دفن کر دو۔(۱)

● تو ایسے افراد سے ممالک کھلے ہیں۔ سارے عالم کا مرکز بنا مدینہ منورہ۔ ایک اسد ابن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ایک انصاری ہیں ایک مہاجر ہیں، دونوں مل کر محنت کر رہے ہیں۔

● دیکھو! اِن باتوں کو اچھی طرح لکھ لیا جائے، ہمارے علاقہ کے فکر مند ساتھی، ہمارے علاقہ کے پُرانے ساتھی، مشورہ میں بیٹھنے والے ساتھی، صوبہ کو لے کر چلنے والے ساتھی؛ جو پورے طریقہ سے میدانی محنت سے واقف ہیں، جو پوری طریقہ سے علاقہ کے کام سے واقف ہیں، جو علاقہ کے مشوروں کو لے کر چلتے ہیں، اُن ذمہ داروں کی جماعت جا کر بنجر بستیوں کا معائنہ کرے با قاعدہ۔

● (ہم) ایک جگہ رشتہ دیتے ہیں لڑکی کا، کتنی مرتبہ غور و فکر ہوتا ہے، میری بیٹی فلاں جگہ جا رہی ہے، علاقہ کا حال کیا ہے، گھر کا حال کیا ہے، لڑکے والے کیسے ہیں، میری لڑکی صحیح رہے گی یا نہیں رہے گی۔ کھانے کا انتظام کیسا ہے، پینے کا انتظام کیسا ہے، اپنی جماعتوں کہیں (بھی) بلا کر ڈال دیں؛ (اور) علاقہ کے احوال معلوم نہ ہوں (اور) نصرت کرنے والے موجود نہ ہوں (ایسا مناسب نہیں)۔

● یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت تھی کہ اے امیر المؤمنینؓ! آپ! اپنے عملہ کے حوالے تقاضے مت کر دیا کریں؛ بلکہ تقاضوں کو خود دیکھا کریں، بہت اہم کہا۔ جماعت جا رہی ہے، جا کر خود بخود جا کر واپس آجائے، یہ مزاج نہیں تھا خلافت کا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر معاملہ کی تہہ تک پہنچا کرتے تھے؛ بلکہ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے واسطے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: غُصْ یَا غَوَّاصُ! اے غوطہ خور، ذرا غوطہ لگا کر بتاؤ! اِس معاملہ میں، اِس معاملہ کی گہرائی کیا ہے، کیا معاملہ ہے!! غوطہ لگا کر تو بتاؤ ہمیں کیا نوعیت ہے معاملہ کی۔(۲) اِس کو پورا ملک اچھی طرح محفوظ کر لے کہ ذمہ دار لوگ احوال لینے کے واسطے جائیں۔

---

(۱) فضائلِ اعمال، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت، ص:۱۲۱

(۲) رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ الصَّحَابَةَ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: غُصْ یَا غَوَّاصُ (تفسیر الرازی، ج:۳۲، ص:۲۳۰)

## دوسری بات: کمزور علاقوں میں مضبوط جماعتیں ڈالنی چاہییے

● اور سب سے اہم ترین اور سب سے بنیادی بات! وہ یہ ہے کہ مضبوط جماعتیں کمزور علاقوں کے اندر ڈالیں۔ دیکھئے! ایک ہوتا ہے جماعتوں کا نکلنا اور ایک ایک ہوتا ہے تقاضہ کے اوپر باقاعدگی کے ساتھ جماعت کو بھیجنا اور فکرمند ساتھیوں کو جماعت کے فکرمند ساتھیوں کو بھیجنا اور ایسے لوگوں کو بھیجنا جو یہ صرف وقت کو پورا کرنا نہیں چاہتے بلکہ اُس علاقہ کے اندر کام کھڑا کرنے کا ذریعہ بنیں۔

● یہ ہمیں سیرت کے اندر ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بنجر علاقوں کے اندر مضبوط لوگ بھیجا کرتے تھے جو جا کر کام کو کھڑا کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اِس کا بڑا اہتمام رہا ہے جب حضرت عمر! ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے یہاں مضبوط مضبوط جماعتیں بھیجی جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدد چاہی؛ فرمایا: ہمارے پاس بڑے حالات آ گئے ہیں، ہمیں مدد کی ضرورت ہے، ہمیں ایک بڑا لشکر مدد کے واسطے حضرت عمرؓ نے بڑے لشکر کی جگہ چار آدمی (زُبیر ابن العوام، مقداد ابن اسود، عبادہ ابن صامت، مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم) بھیجے۔ وہ خط بھیجا چار آدمیوں کے ساتھ' کہ تم نے ایک لشکر مانگا تھا میں نے یہ چار آدمی بھیجے ہیں' اِن میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ یہ چار آدمی جو بھیجے ہیں تمہارے پاس یہ چار ہزار کا لشکر ہے۔(۱)

● اِسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ لشکر کی ضرورت پڑی تو آپؓ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن معدی کربؓ کو بھیجا اور ساتھ میں خط لکھ کر بھیجا' دیکھو! میں تمہارے پاس دو آدمی بھیج رہا ہوں' یہ دو آدمی نہیں ہیں بلکہ دو ہزار کا لشکر بھیجا ہے۔(۲)

● ابھی کارگزاری کے اندر سنا' جماعتوں کے قدم اُکھڑ جاتے ہیں' جماعتوں کو حوصلہ نہیں ملتا ہے کام کرنے کا، جماعتیں جا رہی ہیں بنجر بستیوں کے اندر، ایسے فکرمند ساتھی جماعتوں کے اندر ضرور ڈالا کرو۔ وقت لگائے ہوئے ساتھی، چار ماہ لگے ہوئے ایک دو ساتھی جماعت کے اندر ہوں تو یہ پوری جماعت کے قدموں کو جمانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

---

(۱) عبداللہ بن جعفر و عیاش بن عباس و غیرهما یزید بعضهم علی بعض أن عمرو بن العاص لما أبطأ علیه فتح مصر کتب إلی عمر بن الخطاب یستمده فأمده عمر بأربعة آلاف رجل علی کل ألف رجل منهم رجل و کتب إلیه عمر بن الخطاب أني قد أمددتك بأربعة آلاف رجل علی کل ألف رجل منهم مقام الألف: الزبیر بن العوام، و المقداد بن الأسود بن عمرو، و عبادة بن الصامت، و مسلمة بن مخلد، و اعلم أن معك اثنی عشر ألف رجل، و لا یغلب اثنا عشر ألفا من قلة. ابن عبد الحکم. (کنز العمال، ۱۴۲۲۱)

(۲) یحکی أنه عندما طلب سعد بن أبي وقاص من الخلیفة عمر بن الخطاب رضي الله عنهما، أن یرسل له تعزیزًا المعرکة القادسیة، أجاب عمر: "لقد أرسلت لك 2000 رجل، عمرو بن معاد بن یکرب رضي الله عنه، و طلیحة الأسدي، کل واحد منهم یعتبر ألف" ( )

● ایسے بہت سے واقعات حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے یہاں ملتے ہیں، جہاں ایک دوافراد پورے لشکر کے جمنے کا ذریعہ بنے ہیں یہاں ایک دوافراد پورے میدان کے نقشہ کو بدلنے کا ذریعہ بنے ہیں۔ پورے میدان کے قدم اُکھڑ گئے ایک صحابیؓ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہاں جارہے ہو؟ کدھر جارہے ہو؟ چلو! واپس فوراً۔ ایک کی آواز نے سارے لشکر کے رُخ کو تبدیل کردیا۔ ایک ایسے ذمہ دار ساتھی ہوتے ہیں جو بنجر بستیوں کو جماتے ہیں۔ ایسی جماعتوں میں سنجیدہ قسم کے لوگ ہوں۔ فکرمند قسم کے لوگ جماعتوں کے اندر ہوں، ایسی مضبوط جماعتیں جب اِن علاقوں کے اندر پڑکر کام کریں گی تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے کہ اِن کا پڑکر کرنا'' کام کی تقویت کا سبب ہوگا''۔

## تیسری بات؛ بنجر بستیوں میں یکے بعد دیگر جماعتیں ڈالی جائیں

● اہم ترین چیز جو ہمیں سیرت کے اندر ملتی ہے وہ ہے جماعتوں کا تسلسل ہو(دورِرسالتؐ اور دورِصحابہؓ) میں یکے بعد دیگر جماعتیں ڈالی جایا کرتی تھیں، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہؓ کے اندر باقاعدگی کے ساتھ باب قائم کیا ہے ''تعقیب الجیوش'' (۱) (ایک کے بعد ایک لشکر کا جانا)۔ حضرت عمرابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔ اِس کے اوپر بتایا باقاعدگی کے ساتھ کہ حضرت عمرابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جماعت کو بھیجا، دوسری جماعت وہاں نہیں پہنچی تھی کہ یہ جماعت واپس آگئی۔ اس کے اندر کبار صحابہؓ تھے، اس کے اندر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، وہ عمرابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ناراض ہوئے اور فرمانے لگے: ''تم ایک دوسری جماعت جانے سے پہلے پہلے کیوں واپس آگئے''۔ حیاۃ الصحابہؓ میں حضرت (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ حضرت عمرابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم ایک دوسری جماعت جانے سے پہلے پہلے کیوں واپس آگئے؟ حیاۃ الصحابہؓ میں حضرتؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ عمرابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور ناراض ہوکر کہنے لگے آپؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی ترتیب کو بدل دیا ہے۔ جو ترتیب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اُس کو باقی نہیں رکھا، ہم جب وہاں موجود تھے آپ نے فوراً دوسری جماعت کیوں نہیں بھیجی۔

● اب ہماری جماعتیں جارہی ہیں ایک مقام تک' کام ہوتا ہے، وہ جماعت وہاں سے واپس آگئی؛ مہینہ بھر/ دیڑھ مہینہ/ چارمہینہ جو جماعت نے پڑکر کام کیا تھا جہاں تک کام کی سطح ہوتی تھی کہ ہم دوبارہ پیچھے

---

(۱) عن عبداللہ بن کعب بن مالك الأنصاري رضي الله عنه أنَّ جيشًا من الأنصار كانوا بأرض فارس مع أميرهم، وكان عمر رضي الله عنه يُعَقِّب الجيوش في كل عام، فشُغل عنهم عمر. فلما مرّ الأجل قفل أهل ذلك الثغر، فاشتد عليه، وأوعدهم وهم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قالوا: يا عمر إنك غفلت عنا، وتركت فينا ما أمر به النبي صلى الله عليه وآله وسلم من إعقاب بعض الغزيّة بعضًا. كذا في كنز العمال. (ابوداؤد، حدیث: ۲۹۶۰)

آ گئے، دوبارہ نیچے آگئے، ایک مزاج بنتا ہے، ایک ماحول بنتا ہے، تشکیلوں کا ماحول بنتا ہے' اِس سلسلہ کا ٹوٹ جانا کام کو دوبارہ پیچھے لائے گا، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے ''جیسے باریک چیز کو کنویں سے کھینچا جاتا ہے ایسا ہی مستقل علاقوں کو نکالنا، ایسی ہے یہ محنت مستقل طور پر۔ جہاں سو کی محنت ہے' ضرورت ہے' اگر وہاں پچاس کی لگ رہی ہے تو وہاں کی چیز بجائے اوپر آنے کے مزید نیچے گر جائے گی۔

## مولوی صاحب! شیطان اپنی چال میں کامیاب ہوگیا

- مستقل طور پر نظر رکھو باقاعدہ، ہمیشہ سناتے ہیں آپ کے یہاں مشورہ میں کہ جی! جماعت بنی حضرت مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ اللہ کے یہاں، حضرت مفتی زین العابدین علیہ الرحمۃ اللہ کو اور مولانا محمد سعید احمد خان صاحب مکی علیہ الرحمۃ اللہ کو بھیجا حضرت جی مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ اللہ نے، ابھی جماعت نے جا کر میوات میں کام شروع ہی کیا تھا کہ اتنے میں حضرتؒ نے دوسری جماعت نصرت کے واسطے بھیجی اور یہ جماعت نصرت کی وہاں پر پہنچی تو جو جماعت حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مکی علیہ الرحمۃ اللہ کی کام کر رہی تھی وہ ایک مسجد سے دوسری مسجد کے اندر چلی گئی' اِس مسجد میں کام جمائے بغیر۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ اللہ نے اہتمام سے خط لکھ کر بھیجا اور ڈانٹ کا خط لکھ کر بھیجا اور خط کے اندر یہ لکھ کر بھیجا حضرت مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ اللہ نے کہ مولوی صاحب! شیطان اپنی چال میں کامیاب ہوگیا کہ ایک جگہ کام جموائے بغیر شیطان نے تمہاری مسجد بدلوادی ہے۔ ایک جگہ کام جمائے بغیر شیطان نے تمہیں آگے بڑھا دیا ہے، جب تک دوسرے لوگ نہیں آجاتے اُس جگہ کام کرنے کے واسطے تم وہیں پر رہو۔ ایسی ہماری جماعتیں ہوتی تھیں۔
- بہتر تو یہ ہے کہ یہ جماعتیں چار چار مہینہ کی ہوں، کیونکہ کچھ نہ کچھ وقت علاقہ کے سمجھنے میں لگتا ہے، کچھ نہ کچھ وقت علاقہ میں جا کر لگتا ہے سمجھنے میں' کہ کیا علاقہ کی نوعیت ہے، کیا علاقہ کے حالات ہیں، کیا علاقہ کا کام ہے، کچھ نہ کچھ وقت اِس کے اندر لگتا ہے، جب یہ علاقہ کے کام کو سمجھتے ہیں تو اِن کا چلہ پورا ہو جاتا ہے۔ ہم منع نہیں کر رہے ہیں چلہ کی جماعتوں سے، نہیں' چلہ کی جماعت بھی بھیجی جا سکتی ہے لیکن اعلیٰ بات یہ ہے کہ چار مہینے کی جماعتیں مضبوط علاقہ سے کمزور علاقہ میں جائیں، اگر کچھ مجبوری کی وجہ سے ذمہ داروں کے پاس وقت نہیں ہے کوئی اور تقاضہ ایسا آ گیا ہے کہ چلہ کی جماعت جا رہی ہے تو کم سے کم اِتنا ہو کہ چلہ وہاں جا کر شروع ہو؛ یہ وقت کے درمیان سے شروع نہ ہوا، دو دن نظام الدین آنے میں لگ گئے، دو دن نظام الدین سے نکلنے میں لگ گئے، دو دن میں سفر واپسی کا شروع ہو گیا' یہ دیکھ کر وہ ۳۴/دن ۳۵/دن وہاں علاقہ کے اندر گزریں نہیں' چالیس گشتوں کا نام چلہ ہے، چالیس تہجد کا نام چلہ ہے، یہ جا کر اِس طرح سے' اِن علاقوں میں جا کر اِن علاقوں میں جا کر محنت کرنا ہے۔

● ہم ابھی وادی میں وقت لگا رہے تھے، پچھلا چلہ ہو گیا تھا، وادی میں وقت لگا رہے تھے تو کئی علاقوں کے اندر جانا ہوا مولوی الیاس صاحب زید مجدہٗ کے ساتھ، تو کئی علاقوں کے اندر جانا ہوا، یہ علاقہ والے ہمارے سے کہنے لگے کہ ہمیں مستقل طور پر بمبئی کی جماعتوں کی ضرورت ہے۔ پوچھا گیا اُن سے کہ بھئی! کیا بات ہو گئی بمبئی کی جماعتوں کے اندر آپ نے کیا خوبی دیکھی۔ کہنے لگے وادی والے کہ دو خوبیاں ہم نے دیکھی: پہلی خوبی یہ ہے کہ اپنے دسترخوان کو کشادہ رکھتے ہیں، دوسری خوبی یہ ہے کہ اِن کے یہاں مستقل جماعتوں کا تسلسل ہے، ایک جماعت کے واپس آنے سے پہلے اُسی علاقہ میں دوسری جماعت آجاتی ہے تو ایک جماعت کے آنے سے پہلے دوسری جماعت اُس علاقہ کے اندر آجاتی ہے تو جہاں تک کام پہنچا ہے اُس سے آگے کام بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

● کام کے تسلسل کا ٹوٹنا یہ ہمارے یہاں کام کو جمنے نہیں دے رہا ہے، تو ہمارے ساتھی اِس بات کا پورے طریقہ سے اہتمام کریں: اتنے تقاضے نہ لیں کہ ایک جماعت ڈال کر ہم فارغ ہو گئے، دو جماعتیں ڈال کر ہم فارغ ہو گئے؛ کوئی تعداد نہیں ہے، مستقل طور پر اِن بنجر بستیوں کے اندر کام کا کھڑا کرنا اور مستقل طور پر اِن بنجر بستیوں کے اندر کام کا جمانا ہے۔

● جماعتیں بطورِ تبرک نہیں ہیں، جماعتیں بطور تسلسل بنیں۔ کہ برکت کے طور پر یہاں بھی لے گئے وہاں بھی لے گئے اور برکت کے طور پر جماعت پورے علاقہ سے گھوم کر آگئی، واپس بطورِ تبرک! نہیں۔ بطور تسلسل سلسلہ مستقل جماعتوں کا ہونا چاہیے۔

## چوتھی بات: جانے والی جماعتوں کے سامنے کئی کئی دفعہ روانگی کی بات ہونی چاہیے

● وہ یہ ہے کہ ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں بیرون، اور ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں بنجر علاقوں میں، اور ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں دیگر صوبوں کے اندر، اور جو ہماری جماعتیں جارہی ہیں ان مشکل علاقوں کے اندر کام کرنے کے واسطے اِن میں خصوصی روانگی (کی بات) ہونی چاہیے اور متعدد (دفعہ) ہونا چاہیے؛ دو باتیں ہیں اِنہیں اچھی طرح لکھ لیں، دونوں چیزیں ہمیں سیرت میں ملتی ہیں۔

● خصوصی روانگی ہو۔ بڑے اہتمام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ علاقہ کے احوال جانے والوں کو بتایا کرتے تھے۔ بڑے اہتمام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ علاقہ سے باخبر کیا کرتے تھے، تبوک کا سفر لمبا تھا، پوری طریقہ سے حضور اکرم ﷺ نے اس سفر سے ساتھیوں کو آگاہ کیا تھا۔

● ملکِ یمن بھیج رہے ہیں علی رضی اللہ عنہ کو اور وہ کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا فیصلہ کروں، یہ تو اَن پڑھ قوم ہیں، مَیں کیا فیصلہ کروں اِن کے درمیان، اِنہیں خصوصی ہدایات دے دیں، تم کتاب اللہ سے ان کا فیصلہ کرنا اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرنا، اِن ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ قیمتی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اِن کے درمیان نرمی کے ساتھ کام کرنا، بولے کہ قوم اَکھڑ ہے، اگر اَکھڑ کے ساتھ آدمی سخت بن جائے گا اُلجھ کر بات ختم ہوجائے گی، نتیجہ کوئی نکل کر سامنے نہیں آئے گا۔ یہ خصوصی ہدایات ہیں علاقہ والوں کے لیے۔ یہ کام کرنے والے جم کر کام کریں، محنت سے کام کریں۔ اِستقبال کی جگہ ہے یا نہیں نہ دیکھیں۔ فکرمند ہوکر کام کریں۔ ایک ایک مسجد کے اندر جم کر رہیں۔ علاقہ والوں کے ساتھ محبت کے ساتھ وقت گزاریں۔

● خوب صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے واقعات اپنی روانگی کے اندر بیان کرو۔ خوب اہتمام کے ساتھ اُن کے اندر اِتنی عظمت اِتنی عظمت پیدا کرو ساتھیوں کے اندر کہ ان کا ہر طرح کے حال کے مقابلہ کے واسطے یہ لوگ تیار ہوجائیں۔ یہ خصوصی ہدایات کا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے یہاں اِس کا بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ آنے والوں کو بار بار ہدایات دے کر بھیجا کرتے تھے، آنے والے بار بار احوال آکر سنایا کرتے تھے۔ حال دل توڑ دینے والے احوال۔

● حضرت طفیل ابن عمرو دوسی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آکر عرض کیا: رسول اللہؐ! میں نے تو جو جا کر آپ کی ہدایت کے مطابق کام کیا، کسی قبیلہ کے لوگوں نے بات قبول نہیں کی، اب آپ مجھے بتائیے کہ کیا کرنا ہے، فوراً فرمایا: آپؐ تو بددُعاء کر دیجئے قبیلۂ دوس کے واسطے اللہ! ہلاک کردے۔ فوراً دُعاء کی: **اللھم اھد دوساً اللھم اھد دوساً۔**(۱)

● آنے والے حالات سے ہمارے ساتھی ٹوٹے نہ۔ ہمارے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ والی تکالیف اُن کے سامنے، ہمارے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مجاہدے اِن کے سامنے ہوں، یہ خصوصی ہدایات ہوں۔

● حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے بارے میں آتا ہے، حضرت عمر ابن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے بارے میں آتا ہے، یہ اپنی جماعت کے ساتھ ساتھ چلا کرتے تھے، گھوڑوں کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے، جا کے اُن کو ہدایات دیا کرتے تھے، پیچھے پیچھے جا کر دعوت اُن کو سمجھایا کرتے تھے، ایک بات مدینہ میں سمجھادی، اب پیچھے پیچھے چلے جارہے ہیں، تمہیں ایسے کام کرنا ہے، تمہیں ایسے کام کرنا ہے، حضرت اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے گھوڑے کی نکیل پکڑ کر ہدایات دے رہے ہیں۔

● حضرت عمر ابن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آکر کہا کہ جی! انصار و مہاجرین یہ کہہ رہے ہیں کہ تم نے اپنے نوجوان کو امیر بنادیا ہے، کسی پُرانے ساتھی کو امیر بنائیے، جو جا کر پوری طریقہ سے کام کو سمجھا سکے، جماعت جس کے اوپر منتخب ہوسکے، فوراً! تشریف لے آئے، اِس اُمت کے سب سے افضل آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اٹھارہ یا بیس سال کے نوجوان کی اونٹ کی لگام پکڑ کر یا اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہے ہیں اور اُسے بتا رہے ہیں کہ تمہیں جا کر ایسے کام کرنا ہے۔

---

(۱) عن أبي هريرة قال: جاء الطفيل ابن عمر الدَّوْسي إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال: إن دَوْسًا قد عَصَت و أبت فادْ عُ الله عليهم، فاستقبل القبلة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و رفع يديه، فقال الناس: هلكوا، فقال: اللهمَّ اهدِ دَوْسًا و ائتِ بهم، اللهمَّ اهْدِ دَوْسًا و ائت بهم، اللهمَّ اهدِ دَوْسًا و ائت بهم (بخاری:۶۳۹۷)

● ہم نے متعدد اپنے ذمہ داروں سے سنا ہے۔حضرت مولانا شوکت علی صاحب مدظلہ العالی اور اس ٹائم کے پُرانے ذمہ داروں سے کہ کئی کئی بار اِس بات کو سنا۔کئی کئی بار حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہدایات دیا کرتے تھے یہاں۔ ہمارے نظام الدین کی تاریخ ہے۔سب سے پہلے ایک صاحب آ کر ہدایات دیتے تھے، اُس کے بعد دوسرے صاحب آ کر ہدایات دیتے‘ تیسرے نمبر پر حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دوسرے نمبر پر حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ آتے ہدایات دینے کے واسطے؛ تین تین آدمی‘ دودو آدمی پہلے والوں کو ہدایات دے کر چلے‘ اور ہم نے حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے سنا ہے: یہاں سے پیدل چُڑ یا گھر تک جماعتوں کے ساتھ جایا کرتے تھے، کہ فلاں! بات رہ گئی تھی یاد دلانی تھی،فلاں بات! رہ گئی تھی یاد دلانے کی۔

● تو میرے محترم دوستو! اِس بات کو آپ اچھی طرح سمجھئے! کہ ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں بنجر علاقوں کے اندر یہ تیر اپنے ہدف تک پہنچے۔جیسا کام ہونا چاہیے ایسا کام ہو مستقل طور پر بنجر علاقوں میں جاکر، اِس کے واسطے مستقل طور پر اہتمام سے ہدایات کا سلسلہ، اُنہیں بار بار لے کر بیٹھنا‘ اُنہیں بار بار کام کو سمجھانا‘ جتنی مضبوط ہدایات ہوں گی اِتنی ہی مضبوط جماعت جائے گی،کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آتی مدینہ منورہ سے جو اہتمام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات نہ لے کر جاتی ہو۔تو اِن کا بڑا اہتمام ہو، یہ ہماری چوتھی بات تھی۔

## پانچویں بات؛ کمزور علاقوں میں بڑے خرچ کی جماعتیں ڈالی جائیں تاکہ وہ اپنے دسترخوان کو وسیع رکھ سکیں

● وہ بڑی اہم بات یہ ہے کہ بڑے خرچ کی جماعتیں ڈالی جائیں؛ سمجھئے اِس بات کو! ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سیاحت کے لیے جاتا ہے‘ اپنے ٹکٹ پر خرچ کررہا ہے پیسے، اپنے کرایہ پر خرچ کررہا ہے، اپنے کھیلنے کی جگہ پر خرچ کررہا ہے۔اپنے کھانے پینے کی جگہ پر خرچ کررہا ہے، اِس کا مصرف جو ہے اِس بات کا وہ اپنی ذات ہے اور ایک آدمی جماعت میں جارہا ہے اِس کا مصرف بھی اپنے مال کا اپنی ذات تک ہوکر رہ جاتا ہے تو بتائیے! دونوں کے فرق میں کیا اجر رہ جاتا ہے؛ کہ بیشک! اِسے اجر ملے گا اجر سے کوئی خالی نہیں، اِس کے کھانے پر اجر، اِس کے گھوڑے کے کھانے پر بھی اَجر، یہاں تک اجر حدیث شریف کے اندر لکھا ہوا ہے۔(۱)

---

(۱) مَنِ احتبسَ فرسًا في سبيلِ اللّٰہِ إيمانًا باللّٰہِ، وتصديقًا لوعدِ اللّٰہِ كانَ شِبعُهُ ورِيُّهُ وبولُهُ ورَوثُهُ حسناتٍ في ميزانِهِ (النسائي3584)

● سیرت کے اندر ہمیں یہ ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے خرچ کیا کرتے تھے، خرچ کرکر پھر بات کو قائم کرتے تھے، دستر خوان کو وسیع رکھا کرتے تھے' اِس سے برکت جان کے اندر، اِس سے برکت مال کے اندر، اِس سے برکت جماعت کے اندر ہوگی؛ تین دن تک قریش کو بلوایا، ایک آدمی ایک پورا بکرا کھا جایا کرتا تھا' اُس کے سامنے بکرے کا جو اگلا پیر جو پچھلے سے چھوٹا ہوتا ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا' پورا قریش کھانا کھا کر اور سارے رشتہ دار کھا کر چلے گئے، جیسے گوشت رکھا تھا ایسے ہی گوشت کے اندر برکت ہوئی، تین دن تک یہ سلسلہ رہا، وہ آ کے کھانا کھاتے' اور کھانا کھا کے چلے جاتے اور اِسی طرح برکت ہوتے رہتی گوشت کے اندر، ایسے ہی برکت ہوتی رہتی۔(۱)

● حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں جب سفر میں نکلا کرتے تھے 300 اونٹ ساتھ لے کر نکلا کرتے تھے۔ اپنے سفر کی سواری الگ ہے (اور) 300 اونٹ ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ ایک کے اوپر سامان لادتے، ایک کے اوپر کسی کو سواری کی ضرورت ہوجاتی راستہ میں اُسے سواری دینے کے واسطے استعمال کرتے، قبیلوں کے پاس سے گزرتے، علاقہ والوں کے پاس سے گزرتے اُنہیں اونٹ ہدیہ کرتے ہوئے گزرتے، کوئی پریشان حال ہوجاتا تو اُس کے لیے اونٹ کا پہلے سے ہی انتظام ہوتا؛ ایسے انتظام لے کر نکلا کرتے تھے۔ جن علاقوں میں جا رہے ہیں وہاں والوں کے واسطے ہدیہ کرجایا کرتے تھے۔(۲)

● ایسی کشادہ جماعتیں چلیں علاقہ کے اندر، (اہلِ) باطل' باطل پھیلانے کے واسطے (مال) خرچ کررہے (ہیں) ہم حق پھیلانے کے واسطے مال خرچ کریں۔ آپ حضرات! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

---

(۱) جمَعَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ أو دعا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ بَني عبدِ المُطَّلِبِ، فيهم رَهطٌ كلُّهم يأكُلُ الجَذَعةَ، ويشرَبُ الفَرَقَ، قال: فصنَعَ لهم مُدًّا من طعامٍ، فأكَلوا حتى شبِعوا، قال: وبقيَ الطَّعامُ كما هو، كأنَّه لم يُمَسَّ، ثُم دعا بغُمَرٍ، فشرِبوا حتى رَوَوْا، وبقيَ الشَّرابُ، كأنَّه لم يُمَسَّ أو لم يُشرَبْ فقال: يا بَني عبدِ المُطَّلِبِ، إنِّي بُعِثْتُ لكم خاصَّةً، وإلى النَّاسِ بعامَّةٍ، وقد رأَيتم من هذه الآيةِ ما رأَيتم، فأيُّكم يُبايِعُني على أنْ يكونَ أخي وصاحِبي؟ قال: فلم يَقُمْ إليه أحَدٌ، قال: فقُمْتُ إليه وكُنتُ أصغرَ القومِ، قال: فقال: اجلِسْ، قال: ثلاثَ مرَّاتٍ، كلُّ ذلك أقومُ إليه فيقولُ لي: اجلِسْ، حتى كان في الثَّالثةِ ضرَب بيدِه على يَدي۔ (مسند احمد، ج:۱، ص:۱۵۹)

(۲) إطعام عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه قصة ضيافته رضي الله عنه للإخوان وأهل الأمصار والأضيافأخرج أبو نعيم في الحلية عن سليمان بن ربيعة أنه حجَّ في إمرة معاوية رضي الله عنه ومعه المنتصر بن الحارث الضبِّي في عصابة من قرّاء أهل البصرة، فقالوا: والله لا نرجع حتى نلقى رجلًا من أصحاب محمد صلى الله عليه وآله وسلم مرضيًا يحدثنا بحديث؛ فلم نزل نسأل حتى حُدِّثنا أن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه نازل في أسفل مكة، فعمدنا إليه، فإذا نحن بثَقَل عظيم يرتحلون ثلاث مائة راحلة، منها مائة راحلة ومائتا زاملة، قلنا: لمن هذا الثَّقَل؟ فقالوا: لعبد الله بن عمرو، فقلنا: أكل هذا له؟ - وكنا نُحدَّث أنه من أشد الناس تواضعًا - فقالوا: أمّا هذه المائة راحلة فلإخوانه يحملهم عليها، وأما المائتان فلمن نزل عليه من أهل الأمصار له ولأضيافه. فعجبنا من ذلك عجبًا شديدًا، فقالوا: لا تعجبوا من هذا فإنَّ عبد الله بن عمرو رجل غني وإنَّه يرى حقًا عليه أن يكثر من الزاد لمن نزل عليه من الناس. فقلنا: دلونا عليه فقالوا: إنه في المسجد الحرام. فانطلقنا نطلبه حتى وجدناه في دُبُر الكعبة جالسًا، رجل قصير أرمص، بين بُردين وعمامة، ليس عليه قميص؛ قد علَّق نعليه في شماله. وأخرجه ابن سعد عن سليمان (بن) الربيع بمعناه مع زيادة (حلیۃ الاولیاء، ج:۱، ص:۲۹۱)

اجمعین کے مال کے مصارف دیکھیں؛ سب سے بڑا مَصرف وہ دعوت کا (تھا) کام اس پر خوب خرچ ملے گا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا، جس پر جنّت کی بشارت دی جارہی ہے کہ حضرت عثمان! اگر آج کے بعد سے کوئی نیک کام نہ کریں پھر بھی جنّتی ہوں گے، یہ اللہ کے راستہ کا خرچ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے؛ ایسا بڑا لشکر تیار کروایا کہ جس کے اندر سارا انتظام خود کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے اور خوش ہوکر فرمارہے ہیں کہ اگر آج کے بعد سے عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کوئی بھی نیک کام نہ کریں پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کے لیے جنّت لکھ دی ہے۔(۱)

● سمجھئے ذرا آپ! سمجھنے کی بات ہے؛ ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں اِن بنجر علاقوں کے اندر؛ کہ دیکھو! باطل جتنے تنظیمیں، تحریکیں، (جتنے بھی لوگ ہیں) یہ باقاعدگی کے ساتھ اخراجات اُٹھاتے ہیں (یہ محنت کرتے ہیں)، تو ہمارے لیے تو چاہیے تھا کہ نکلنے کے زمانہ میں حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت کو سامنے رکھ کر بڑے خرچے کی جماعتیں (چلاتے)، علاقہ والوں پر بوجھ نہ بنیں؛ بلکہ اپنے اوپر اُن کے بوجھ ہوں، کتنے ممالک تو ایسے ہیں جہاں اِن جماعتوں نے جاکر کام کیا۔ بڑے خرچ کی جماعتیں ڈالیں۔

## چھٹویں بات: کمزور علاقوں میں بھیجی گئی جماعتوں کی نصرت کی ترتیب بنائی جائے

ہمیں آپ حضرات سے (یہ) کہنی ہے کہ نصرت کے لیے باقاعدگی کے ساتھ اور اہتمام کے ساتھ جو جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکل گئیں، ترتیب بنانا (ہے) یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جانے والوں کی نصرت کے لیے (لوگ) پیچھے دوڑتے تھے، لوگ جایا کرتے تھے، وہ جانے والوں کی مدد کیا کرتے تھے، اگر آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جانے والوں کی مدد کے لیے مدد بھیجی جایا کرتی تھی، عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مدد کے واسطے مدینہ منورہ بھیجا کہ ہمیں مدد کی ضرورت ہے، کسی کو بھیجئے مدد کے واسطے! تو خالد ابن ولید کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جاؤ! اِن کی مدد کرو، اِن کی مدد کے واسطے دوڑ جاؤ! یہ گئے مدد کے واسطے؛ بڑی لمبی چوڑی بات ہے یہ، کہ تین راستے جایا کرتے تھے؛ سب سے مشکل راستہ کو اختیار کیا، صحرا کے راستہ سے گزر کر گئے، جس صحرا کو کوئی پار نہیں کرسکتا تھا صرف جماعت کی مدد کے واسطے تین دن کے اندر سارے راستوں کو پار کردیا دس دن کے راستہ کو یہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ ہے۔(۲)

---

(۱) عن عبد الرحمن بن سمرة، قال: جاء عثمان إلى النبي صلى الله عليه وسلم بألف دينار - قال الحسن بن واقع: وكان في موضع آخر من كتابي، في كمه - حين جهز جيش العسرة فنثرها في حجره. قال عبد الرحمن: فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقلبها في حجره ويقول: ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم مرتين: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه (الترمذي 3701)

(۲) ثم أرسل أبو بكر الوليد بن عقبة إلى عياض مدداً له، وهو محاصر دومة الجندل

## درمیانی وقت میں جا کر جماعت کی حوصلہ افزائی کرنا اسے نصرت کہتے ہیں

● ہمارے علاقوں میں جو بنجر بستیاں ہیں اُس کی کیا نوعیت ہے، بنجر بستیوں میں کیا کام ہو رہا ہے، ہمارے ذمہ دار ساتھی وقتاً فوقتاً نصرت کے واسطے جائیں؛ نصرت ایسی نہیں کہ جماعت جا رہی ہے؛ چلو جی! جماعت کی واپسی کے ساتھ بنجر ہم اپنی ٹکٹ کرالیں گے' جا کر جماعت کو لے کر آجائیں گے' اِسے نصرت نہیں کہتے؛ درمیان وقت میں پہنچنا اور درمیانی وقت میں جا کر جماعت کی حوصلہ افزائی کرنا اسے نصرت کہتے ہیں۔

● اور کم سے کم تین دن کا قیام ہو نصرت کے دوران۔ چار مہینہ میں گئے ہوئے ہیں درمیان چلے جائیے دوسرے مہینہ پر۔ چلہ پر گئی ہوئی جماعت ہے تو درمیان میں کم سے کم ایسے 20' 22 دن کے بعد ہماری نصرت کے واسطے جماعتیں جائیں؛ تا کہ اِن کی حوصلہ افزائی اور ان کی مدد ہو سکے۔

## ساتویں بات: جو جماعتیں بنجر علاقوں میں جا رہی ہیں وہ اپنا پورا وقت ایک ماہانہ مسجد وار جوڑ کے حلقہ میں لگائیں

● جو ہمیں بڑے اہتمام سے کرنی ہے؛ وہ یہ کہ جو ہماری جماعتیں جا رہی ہیں بنجر علاقوں کے اندر جا رہی ہیں یہ ہمارے مشورہ سے طئے شدہ اَمر ہے کہ یہ جماعت اپنا پورا وقت ایک ماہانہ مسجد وار جوڑ کے حلقہ میں لگائیں، تقریباً 12' 14 مساجد کا ایک حلقہ بنایا جاتا ہے، جس کے اندر کمزور علاقہ ہے تو کمزور ہی کمزور ہے، یہ جماعتیں ماہانہ مسجد وار جوڑ کے علاقہ اندر جا کر (پورے طریقہ سے) اپنا وقت لگائیں، کسی قسم کی جلد بازاری علاقوں کو بدلنے کے لئے نہ کریں، یہ نہیں کہ صبح یہاں! شام وہاں!! ہم تو دونوں جماعتوں (راہ خدا میں جانے والی اور گھروں کو واپس جانے والی) سے اِس بات کو کہتے ہیں کہ جماعتیں بطورِ تبرک (کے استعمال نہ ہوں) کہ نظام الدین کی جماعت آئی ہوئی ہے صبح یہاں کھانا' شام کو وہاں کھانا، صبح کو یہاں بیان؛ شام کو وہاں بیان' اِدھر ملاقات اُدھر ملاقات، دو دن یہاں' دو دن وہاں' چالیس مسجدوں کا کوئی وظیفہ متعین نہیں ہے کہ چلہ 20 مسجدوں میں لگے، اور چار مہینہ 60 مسجدوں کے اندر لگیں، جب تک ایک مسجد میں کام نہ سمجھائیں دوسری مسجد نہ جائیں۔

● آپ ایک چَراغ جلا کر آؤ گے 100 چَراغ اُس سے جلیں گے، آپ اندھیرا کر کے آؤ گے تو اُس کے اندر اندھیرا کا اندھیرا ہی رہے گا' اگر آپ ایک مسجد میں صحیح ترتیب پر کام کر کے آئیں (تو وہ حضرات) دوسری گشت کے ذریعہ، اپنے ڈھائی گھنٹہ کی محنت کے ذریعہ، اپنی سہ روزہ جماعتوں کے ذریعہ کتنی مسجدوں کو آباد کر سکتے ہیں۔

## آٹھویں بات: جماعتیں کسی جگہ مسجد نہ ہوتو کرایہ کا مکان لے کر کام کریں

● اِسی کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک اور بات بہت اہتمام سے لکھوانی ہے؛ جو حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے کارگزاری کے دوران آپ حضرات سے کہی؛ وہ یہ ہے کہ ہمارے کمزور علاقوں میں ہم مساجد کے کھلنے کے منتظر نہ رہیں۔ ہمارے کمزور علاقوں کے اندر مسجد ڈھونڈی نہ جائے، کہ جہاں مسجد ہے وہاں جماعت جائے گی' جہاں مسجد نہیں ہے وہاں جماعت نہیں جائے گی!!۔ ارے! جماعتوں کو بھیجا جاتا ہے مسجدیں قائم کرنے کے واسطے' مسلمانوں کو تلاش کرنے کے واسطے؛ 13 سال (مکہ مکرمہ میں) جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر مدت کام ہوا ہے وہ بغیر مسجد کے ہوا ہے۔

### چٹائی والی جماعت

● (جب) فرانس جماعت گئی تھی، اُن کے پاس پورے فرانس میں کوئی مسجد نہیں تھی' یہ چٹائی لے کر پھرا کرتے تھے، تبلیغی جماعت کا نام ہی جماعتِ حصیر (چٹائی کی جماعت) پڑ گیا تھا، یہ تبلیغی جماعت نہیں کہلائی جاتی تھی بلکہ ''جماعۃ الحصیر'' (چٹائی والی جماعت) کہلائی جاتی تھی۔ کسی بھی درخت کے نیچے چٹائی بچھائی جاتی تھی کام شروع کرتے تھے۔ یہ ہے ہمارا کام۔ کسی بھی درخت کے نیچے چٹائی بچھائی اور فوراً کام شروع کر دیا۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ جی! یہاں کی مسجد ایسی ہے، وہاں مسجد نہیں ہے، اُس علاقہ میں جا نہیں سکتے ہو کیونکہ اُس علاقہ میں مسجد نہیں (بلکہ) یہ اِہتمام ہونا چاہیے کہ ہماری جماعتیں جا کے کرایہ پر مکان لے لیں' اگر اُس جگہ پر مسجد نہ ہو تو اور محنت کریں یا کسی گھر کے اندر ٹھہر کر محنت کریں یا کوئی ٹھیہ قائم کر کے محنت کریں؛ یہ ہے اصل! جتنا مال خرچ ہو گا اُتنی محنت ہو گی۔

## **نویں بات:** ذمہ دار ساتھی بیٹھ کر آنے والی جماعتوں کی اہتمام سے کارگزاری سنیں' اِس سے کام کی نوعیت سمجھ میں آئے گی

● وہ یہ ہے کہ جو جماعتیں علاقوں کے اندر کام کر کے واپس آ رہی ہیں اِہتمام کے ساتھ اُن کی کارگزاری ہو۔ دیکھئے! کارگزاری اگلا تقاضہ پیدا کرے گی۔ کارگزاری کام کی نوعیت کو کھولے گی۔ (ایسی جگہیں) جہاں ذمہ دار، کام کرنے والا عملہ جمع ہوتا ہے (مثلاً شب گزاریوں میں) بنجر علاقوں کی کارگزاریاں سنانے سے بڑھ کر کوئی (چیز) جماعتوں کو نکالنے والی نہیں ہے۔ کتنی بھی بڑی تقریر ہو جائے' جو ترغیب کارگزاری (سننے سے پیدا ہوتی) ہے وہ اِن تقریروں سے نہیں ہوتی۔

● انبیاءؑ کی کارگزاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی جارہی ہے؛ تاکہ آپؐ کے قلب کو مضبوط کیا جاسکتے۔(۱) تو اِس واسطے ہماری جو جماعتیں جارہی ہیں یہ اہتمام کے ساتھ کارگزاریاں سنایا کریں۔ اور یہ نہیں کہ ایک آدمی نے کارگزاری سن لی سب کی طرف سے کافی ہوگئی؛ نہیں بلکہ ذمہ دار ساتھی بیٹھ کر اہتمام کے ساتھ کارگزاری سنیں۔

## جہاں جماعتیں جارہی ہیں وہاں کے لوگوں سے متعلق

● پھر اِس کے بعد میرے محترم دوستو! یہ بھی ایک بڑی اہم بات آپ حضرات سے کہنی ہے کہ جن کمزور علاقوں کے اندر جماعتیں جارہی ہیں وہاں دوطرح کی نصرتیں ہمارے ذہن میں ہوں؛ دیکھئے! اِس بات کو اچھی طرح محفوظ کرلیجئے ہماری، کہ ساری باتیں تو مضبوط علاقوں سے متعلق کہی گئیں؛

پہلی بات: جب تک (مقامی لوگوں کی طرف سے) نصرت کا ماحول نہیں بنے گا اُس وقت تک ہجرت مؤثر نہیں ہوگی۔

صوبہ کے ذمہ دار ساتھی جو کمزور علاقے ہیں (اُن میں جانے والی جماعتوں کے ساتھ) نصرت میں مشورہ سے ساتھی طئے کیا کریں جو مستقل صبح وشام جماعتوں کے ساتھ رہیں

● سب سے پہلی چیز جو ہمیں کہنی ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ کہنی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک نصرت کا ماحول نہیں بنے گا اُس وقت تک ہجرت مؤثر نہیں ہوگی۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کے شوہر (خلیفۂ ثالث ذوالنورین) عثمان غنیؓ ہیں حبشہ میں دوہجرتیں ہوئی ہیں اِنہوں نے ہجرت کی ہے لیکن جیسی نصرت مدینۂ طیبہ والوں نے کی ایسی نصرت حبشہ والوں نے نہیں کی اِس لیے مرکز مدینۂ طیبہ بنا' کیونکہ مدینۂ طیبہ والوں نے نصرت کو زیادہ اہمیت دی۔

● ہمارے یہاں نصرت کسے کہتے ہیں' ایک ساتھی ساتھ لگادیا، یہ لاکر آپ کو مسجد بتادے گا، ایک علاقہ کا ایک ساتھی ساتھ لگادیا وہ جاکر مسجد تک رہبری کردے گا، کھانا کہاں سے لینا ہے' پانی کہاں سے لینا ہے یہ بتادے گا؛ دو چار علاقہ والوں سے ملاقات کرادے گا کہ ہم نے نصرت کردی؛ اِسے کہتے ہیں جسموں کا جمع ہونا!! جسموں کے جمع ہونے کو نصرت نہیں کہتے فکروں کے جمع ہونے کو نصرت کہتے ہیں۔

---

(۱) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۂ ہود، آیت:۱۲۰)

● جب تک کمزور صوبہ کے ذمہ دار اُس فکر کو اپنی فکر نہیں بنائیں گے جو فکریں (نظام الدین کی) مضبوط علاقہ کے ساتھی لے کر آئے ہیں اُس وقت تک نہ مدد آئے گی نہ علاقہ میں تبدیلی آئے گی؛ اِس بات کو سمجھ لیجئے!!۔

● حضرت جی مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے: ''جو مدد کا مشاہدہ مکہ میں ہوا اور نہ مدینہ میں ہوا وہ مدد کا مشاہدہ 'بدر' میں ہوا (کیونکہ) بدر میں حضراتِ صحابہؓ کی فکریں ایک ہوگئی تھیں''۔ بار بار اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے پوچھتے؛ ہر دفعہ مہاجرین کھڑے ہوتے، تیسری مرتبہ میں انصار کھڑے ہوئے؛ یا رسول اللہؐ! ایسا نہیں ہے، جیسا آپ سے اِنہوں نے کہا تھا' بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔(۱) ایسا نہیں ہے؛ آپ تو ہمیں جو حکم دیں گے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ حکم فرمائیے! کیا کرنا ہے؛ اِس کے اوپر یہ مدد آئی ہے کہ درخت سے لکڑی توڑی تلوار بن گئی۔ جبرئیل علیہ السلام اپنے گھوڑے 'حیزوم' پر اُترے میدانِ جنگ کے اندر' جنگ کا لباس پہن کر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا یہ ساری مددیں کیوں آئی تھیں؟۔(۲)

● ہریانہ والے کہہ رہے تھے کارگزاری میں کہ جی! ہمارے یہاں جماعتیں اندر داخل نہیں ہو پا رہی ہیں!! میرے محترم دوستو! جماعتوں کا اندر داخل ہونا اُس وقت ممکن نہیں ہے جب تک مقامی لوگ جماعتوں کے ساتھ قدم بہ قدم اندر نہ آئیں۔ یہ تو ہماری طرف اللہ کی نعمت ہے بہت بڑی؛ اگر ہم نے ناقدری کی تو چھن جانے والی چیز ہے یہ نعمت۔ دیکھئے سمجھئے بات کو۔ ہمارے یہاں اہتمام ہونا چاہیے، صوبہ کے ذمہ دار ساتھی جو کمزور علاقے ہیں (اُن میں جانے والی جماعتوں کے ساتھ) نصرت میں مشورہ سے ساتھی طئے کیا کریں جو مستقل صبح و شام جماعتوں کے ساتھ رہیں۔ علاقہ کے مقامی لوگ جماعتوں کا ساتھ دیں؛ تو یہ آنے والی جماعتیں مددگار ہوں گی۔ یہ آنے والی جماعتوں کا بھی اِس طریقہ سے نصرت کا عمل ہو جائے گا۔ جتنا نصرت کا انتظام ہوگا اتنا ہی اللہ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ، آیت: ۲۴

(۲) قالَ المِقْدَادُ يومَ بَدْرٍ: يا رَسولَ اللهِ، إنَّا لا نَقُولُ لَكَ كما قالَتْ بَنُو إسْرَائِيلَ لِمُوسَى: (فَاذْهَبْ أَنْتَ ورَبُّكَ فَقَاتِلَا إنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ) ولَكِنِ امْضِ ونَحْنُ معَكَ، فَكَأَنَّهُ سُرِّيَ عن رَسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ۔ (بخاری، ص:۲/۵۷۲، رقم:۴۶۰۹)

دوسری بات: کمزور اضلاع ہمیں یہ بتائیں کہ اُنہیں کن مضبوط اضلاع کی ضرورت ہے، جو اُس علاقہ میں مؤثر ہو سکے

● دوسری چیز جو ہمیں کمزور علاقوں کے متعلق کہنی ہے؛ وہ یہ کہنی ہے کہ اِس کے اندر یہ بات اہتمام سے محفوظ کرلیں اپنے پاس؛ کہ کمزور اضلاع ہمیں یہ بتائیں کہ اُنہیں کن مضبوط اضلاع کی ضرورت ہے، جو اُس علاقہ میں مؤثر ہو سکے۔

## آپس کی مناسبت بھی دین کے پھیلانے کے واسطے ضروری ہے

● مناسبت آپس کی، دین کے پھیلانے کے واسطے مناسبت ضروری ہے۔ خدا عزّ وجلال اُن کو قدرت ہے پتھروں سے بلوانے پر، قدرت ہے گونگوں سے بُلوانے پر، اُنہوں نے بھی اِس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ہر نبی کو اُن کی قوم میں بھیجا ہے۔ ہر قوم میں اُن کی قوم کا آدمی نبی بن کر آیا ہے۔(۱) یہ بہت ضروری چیز ہے۔

● ہمارے یہاں فلاں علاقہ کی جماعتیں کام کرسکتی ہیں۔ فلاں علاقہ کی جماعتیں ہمارے یہاں آجائیں تو زیادہ فائدہ ہوگا؛ یہ مؤثر ہوتا ہے علاقہ کا جا کر اِس طرح سے محنت کرنا، اِس مناسبت کو بڑے اہتمام سے حضرت عمر ابن الخطابؓ جیسا سمجھدار آدمی (جن کی زُبان سے فرشتے بولا کرتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ رہے ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے مت بھیجئے صلح حُدیبیہ میں بات کرنے کے لیے؛ بلکہ عثمانِ غنیؓ کو بھیجئے! اُن کا جانا میرے جانے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔(۲) اِن مناسبتوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے؛ بنو قریظہ کا فیصلہ کرنا ہے، سعدؓ! بنو قریظہ کا فیصلہ کریں گے اُنہی کے قوم کے آدمی ہیں لیکن جانتے ہیں کہ آسمان سے جو فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ فرما رہے ہیں وہی حضرت سعدؓ کر رہے ہیں۔(۳)

● اب دو تین باتیں بڑی اہم ہیں اِن کو بڑے اہتمام سے محفوظ رکھیں، جو آپ حضرات سے عرض کرنی ہیں۔

---

(۱) وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورۂ ابراھیم، آیت: ۳)

(۲) إرساله صلى الله عليه وآله وسلم عثمان إلى مكة بعد النزول بالحديبية وأخرج ابن عساكر، وابن أبي شَيْبة عن عُروة رضي الله عنه في نزول النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالحديبية قال: وفزعت قريش لنزوله عليهم، وأحب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أن يبعث إليهم رجلًا من أصحابه، فدعا عمر بن الخطاب رضي الله عنه ليبعثه إليه. فقال: يا رسول الله، إنّي لأ لعنهم وليس أحد بمكة من بني كعب يغضب لي إن أُوذيت، فأرسِلْ عثمان (السيرة النبوية، ص: ۲۷۵)

(۳) قال سعد: فإني أحكم فيهم أن تُقتل الرجال، وتقسم الأموال، وتُسبى الذراري والنساء. (السيرة النبوية، ص: ۲٦۳)

## خروج کی ترتیب

● ہمارے خُروج کی ترتیب یہ ہے کہ ایک سال اپنے صوبہ میں ہو؛ ذمہ داروں کے ساتھ، یہ ہمارے مشورہ سے طئے شدہ چیز ہے۔ کئی کئی بار حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) اِس بات کو فرما چکے ہیں، سارے عالم کے اعتبار سے۔ بہت اہتمام سے پورے ملک کیلئے یہ بات ہے، کہ ایک سال اپنے صوبہ سے خروج ہو؛ ایک سال دیگر صوبوں میں خروج اور ایک سال اہتمام سے بیرون کا خروج ہو۔

## چند باتیں لکھ کر دینی ہیں آپ کو

● (ا) اپنے صوبوں کے تقاضے پورے کرتے ہوئے جو دوسرے صوبوں کے کمزور اضلاع ہیں اُن میں کتنی جماعتیں ڈال سکتے ہیں۔

● کتنے صوبے اپنے کمزور اضلاع میں (اُن کے اندر) دیگر صوبوں کی جماعتیں چاہتے ہیں؛ کہ ہمارے ضلع میں یہ یہ علاقے کمزور ہیں۔ اِن کے اندر بڑی اہم بات یہ کہنی ہے کہ ایک وقت میں ایک ضلع کے ماہانہ مسجد وار جوڑ کے علاقہ کے اعتبار سے کتنی جماعتیں ایک وقت کے اندر چاہیے۔

● (۲) جتنے بھی کمزور اضلاع ہیں یہ کوئی اپنا رابطہ (فون نمبر) ہمارے حوالہ کریں، جس سے مضبوط اضلاع والے اُن سے رابطہ کر کے جماعتیں ڈال سکیں۔

● (۳) جو تقاضے لے رہے ہیں اُن کے ساتھ کوئی بھی رابطہ کے دو تین نمبر ایسے ہوں جن پر جا کر رابطہ کر سکیں اور جماعتیں اپنی جگہ پر پہنچ سکیں۔

● اور یہ سب کچھ اس واسطہ کیا جا رہا ہے کہ صرف کام کے ہی علاقوں کے اندر جماعتیں ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ ایک ایک مسجد تک (جماعتیں پہنچیں) (کیونکہ اگر) مرض تک دوا نہیں پہنچتی تو وہ مرض ہی رہتا ہے جتنی چاہے دوا لگاتے رہو؛ مرض اپنی جگہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہ تین باتیں آپ حضرات! ابھی اہتمام سے لکھ کر ہمارے حوالہ کریں۔

● ایک بات اور نوٹ کر لیجئے! ہمارے یہاں فلاں حلقہ کی جماعت ابھی تک آ رہی تھی اور ہم فلاں حلقہ کو ابھی تک جماعت ڈال رہے تھے، یہ دونوں باتیں لکھ کر دیں۔

● یعنی جو پہلے مضبوط اضلاع کو کمزور حلقے دیئے ہوئے تھے وہ مضبوط اضلاع بھی ہمیں بتا دیں۔

● اور کمزور حلقے مضبوط اضلاع نے دیئے ہوئے تھے وہ کمزور حلقے بھی بتا دیں۔

# حیاۃ الصحابہ ؓ: تقبیل جسدہ ﷺ

## (حضور ﷺ کے جسمِ مبارک کا بوسہ لینا) ج:۲،ص:۴۲۳ (عربی)

### بعد عشاء، بروزِ اتوار، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

### جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے محبت تھی ویسے ہی آپ ؐ کی ذات سے نکلنے والے اعمال سے بھی محبت تھی

میرے محترم دوستو بزرگو!

- جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے بھی محبت تھی، ویسے ہی آپ ؐ کی ذات سے بھی محبت تھی، اتنی آپ کی ذات سے نکلنے والے اعمال سے محبت تھی، یہ بات نہیں تھی صحابہ ؓ صرف آپ ؐ کی ذات سے محبت کرتے تھے، بلکہ صحابۂ کرام آپ کے بدن سے ظاہر ہونے والے اعمال سے ایسی ہی محبت کرتے تھے، جیسی صحابۂ کرام ؓ آپ کی ذات سے محبت کرتے تھے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مبارک کو پیار کرنے اور چومنے کے لئے وہ ایسے بہانے تلاش کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کے جسمِ مبارک کو چومنے کا اور پیار کرنے کا موقع مل جائے۔
- ایک صحابی ؓ نے تو آپ کے مہرِ نبوّت کو بوسہ لینے کے لئے کوشش کی اور کامیاب ہوگئے، میں نے عرض کیا کہ آپ کے بدن سے نکلنے والے اعمال سے صحابہ کو اس طرح محبت تھی جس طرح آپ کے جسمِ مبارک سے صحابہ ؓ کو محبت تھی، تو صحابۂ کرام ؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مبارک کو پیار کرنا اور آپ کے جسم کو چومنا، آپ جس منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہاتھ پھیر کر جسم پر ملتے اور عبد اللہ بن عمر ؓ اس منبر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد، جہاں آپ بیٹھتے تھے منبر پر، وہاں عبد اللہ بن عمر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر، اتنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپ کے بیٹھنے کی جگہ سے محبت تھی تو آپ کی ذات سے کتنی محبت اور آپ کے کام سے کیا محبت ہوگی، صحابۂ کرام ؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مبارک کو پیار کرنا۔

### جسمِ اطہر کو بوسہ لینے کا ایک انوکھا طریقہ

- عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ اسید بن حضیر یہ ایک نیک آدمی تھے، اور بڑے ہنس مکھ اور لوگوں کو ہنسانے والے، اور بڑے حسین اور بڑے خلیق آدمی تھے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابہ ؓ کو اپنی باتیں سنا کر ہنسانے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی کوکھ پر کوئی چیز ماری، انہوں نے فوراً فرمایا؛ یا رسول اللہ ؐ! آپ نے

مجھے تکلیف پہنچائی ہے، آپ مجھے اس تکلیف کا بدلہ دیجئے میں تو قصاص لوں گا، میں قصاص لوں گا، آپ مجھے بدلہ دیجئے اس کا، آپ ﷺ نے فرمایا بدلہ لے لو اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی ذات سے تو بدلہ دے دیا کرتے تھے، لیکن کسی کی ذات سے بدلہ نہیں لیا کرتے تھے، عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ نے میرے مارا تھا تو میرے بدن پر قمیص نہیں تھی، اور آپ کے جسم پر قمیص ہے آپ کے قمیص کے اوپر سے میں بدلہ لوں گا تو آپ کو وہ تکلیف نہیں ہوگی، جو مجھے ہوئی، لہٰذا! آپ قمیص اُتاریئے، آپ ﷺ نے ان کے کہتے ہی اپنی قمیص اتار دی، جیسے آپ نے قمیص اُتاری، یہ آپ کے بدن کو لپٹ گئے، اور آپ ﷺ کے پیٹ کو اور آپ کے کوکھ کو بوسہ لینے لگے، اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! میں جو آپ سے بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہا تھا، اس سے تو میں صرف آپ کے بدن کو پیار کرنا چاہتا تھا۔

## میں نے چاہا کہ دنیا سے جاتے جاتے میرا جسم آپؐ کے مبارک جسم سے چمٹ جائے

- عباء بن واسع کہتے ہیں، اپنے اشخاص سے نقل کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ بدر کے دن صحابہ کی صفوں کو درست کر رہے تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا، جس کے ذریعے آپ صفوں کو درست کر رہے تھے، اور تیر سے لوگوں کو اشارہ کر کے آگے پیچھے کر رہے تھے، عبد اللہ! یہ ذرا صف سے آگے نکلے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کے پیٹ کی طرف تیر سے اشارہ کیا، اور تیر لگا یا پیٹ پر اور کہا ذرا پیچھے ہٹ جاؤ، اتنا ہلکا سا لگنا تھا کہا: یا رسول اللہؐ! آپ نے مجھے تیر سے مارا ہے، اللہ نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے، اور آپ کو انصاف کے ساتھ بھیجا ہے، مجھے آپ اس کا بدلہ دیجئے آپ ﷺ نے اپنا پیٹ فوراً کھول دیا فرمایا: لے لو بدلہ، چنانچہ روایت میں ہے کہ یہ آپ سے لپٹ گئے، اور آپ کے پیٹ کا بوسہ لینے لگے، آپ نے فرمایا اے سواد، تم نے ایسا کیوں کیا، عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو دیکھ ہی رہے تھے،، میں نے یہ کام کس لئے کیا کہ میں تو آپ کا بدن چومنا چاہتا تھا، اور چونکہ میدان جنگ میں کھڑے ہوئے ہیں، میدان بدر میں، اگر شہید کر دیئے گئے تو یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی، اس لئے میں نے چاہا کہ دنیا سے جاتے جاتے میرا جسم میری کھال میرا بدن آپ کے بدن سے چھو جائے، کیونکہ آخری وقت ہے، ممکن ہے کہ قتل کر دئے جائیں اللہ کے راستے میں شہید کر دئے جائیں تو یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی اس لئے میرا دل چاہا کہ میری کھال آپ کی کھال سے لگ جائے، آپ ﷺ ان سے خوش ہوئے اور ان کے لئے دعا فرمائی، اور ان کے لئے کلماتِ خیر فرمائی۔

# بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

## بعد نمازِ فجر، بروزِ پیر، ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

## ہدایت اور ولایت صرف اتباعِ سُنّت کے ساتھ مشروط ہے

بعد خطبۂ مسنونہ

● میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو عزیزو! اِس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہدایت اور ولایت صرف اِتباعِ سُنّت کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بھی لائین میں ہو چاہے وہ دعوت وتبلیغ ہو یا تعلیم وتعلّم ہو یا وہ عبادات اور اذکار ہوں یا وہ عادات اور ضروریات ہوں اگر کوئی بھی شخص کسی بھی لائین میں حالات کے کتنے بھی تقاضہ کی وجہ سے سنت کے خلاف لگتا ہے تو ہدایت کا وعدہ نہیں ہے۔ یہ قرآن کی شرط ہے اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا (۱)۔ اگر آپ تمام شعبوں میں وہ دین کے شعبے ہوں یا دعوت کے یا ضروریات اور عادات کے اگر آپ اتباع سنت پر نہیں ہیں تو ہدایت کا وعدہ نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر تم نے نبیؐ کی سُنّت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (۲)

● یہاں تک ملتا ہے یعنی متقدمین کے اقوال میں کہ علم صحابہؓ پر ختم ہو گیا ہے۔ اگر صحابہؓ کے بعد کوئی کسی کی بات نقل کرتا ہے تو وہ اُس کی اپنی رائے ہے علم نہیں۔ تو جب صحابہؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی اطاعت لازم اور فرض ہے اگر کوئی بات اور کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف آتی ہے تو اُس کا تو رد کرنا لازم ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف فرما دیا کہ میرے بعد عمر بن خطابؓ کے طریقہ کو لازم پکڑنا؛ (۳) کیونکہ زمانہ آئے گا کہ لوگ میرے طریقوں کو بدلیں گے، تمام صحابہؓ کے بارے میں تو فرمایا: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** رضی اللہ عنہ (۴) کہ میرے طریقوں کو تھامنے مضبوطی سے اور میرے خلفائے راشدینؓ اُس میں اور صحابۂ کرامؓ کے بارے میں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بڑی خاص طور پر فرمایا تھا، اور یہاں تک فرمایا تھا: **لو کان بعدی نبی لکان عمر** رضی اللہ عنہ (۵) (میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمرؓ ہوتے)۔

---

(۱) سورۂ النور۔ آیت: ۵۴۔

(۲) فِإنَّ اللّٰہَ شَرَعَ لِنَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلَّمَ سُنَنَ الھُدَی، وإنَّھُنَّ مَن سُنَنَ الھُدَی، ولو أنّکُمْ صَلَّیْتُمْ في بُیُوتِکُمْ کما یُصَلِّي ھذا المُتَخَلِّفُ في بَیْتِہٖ، لَتَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ، ولو تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ (صحیح مسلم، رقم: 654)

(۳) اقتدوا بالذین من بعْدِي أبي بکرٍ وعمرَ (ابواب المناقب، ترمذي، ج: ۲، ص: ۲۰۷)

(۴) علیکم بسنّتي وسنّۃِ الخلفاءِ الرّاشدینَ المَھدیّینَ (ابوداؤد، ۴۶۰۷)

(۵) وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (لَوْ کَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ). (تِرْمِذِيُّ، ج: ۲، ص: ۲۰۹)

## رخصت کا عادی ہوجانا دین کے مٹنے کا سبب ہے

● اُس کی وجہ یہ تھی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی امر میں رُخصت پر لانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی، کہ عمرؓ کو رُخصت پر لے آئیں۔ (ہماری بات توجہ سے سنیں)۔ اِس لیے کہ رُخصت کا دین بھی کمزور، رُخصت کی دعوت بھی کمزور، رُخصت کی عبادت بھی کمزور۔ رُخصت معذور کا عمل ہے، تو رُخصت معذور کا عمل ہے، رُخصت کا عادی ہوجانا دین کے مٹنے کا سبب ہے؛ اور عزیمت کا عادی بننا اور لوگوں کو عزیمت کا عادی بنانا یہ دین کی ترقی کا سبب ہے۔

● (میں نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خود فرماتے ہیں اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں رُخصت پر آیا تو تم کیا کروگے!! سب نے جواب دیا کہ عمر! اگر آپ رُخصت پر آئے تو ہم آپ کا اِتباع نہیں کریں گے۔(۱)

● (میری بات بہت توجہ چاہتی ہے، مجھے کچھ کہنا ہے)۔ اور یہ بات اُمت میں عام ہوچکی ہے کہ وہ دُنیا کے اعتبار سے ہر عزیمت پر اور دُنیا کے اعتبار سے ہر مشکل قدم اُٹھانے کو تیار ہیں لیکن دین کے بارے میں اِن کی عادت رُخصت کی بن گئی ہے؛ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ رُخصت معذور کے لیے ہے۔ تو مجھے عرض کرنا تھا کہ بنیادی چیز وہ اتباع سنت ہے۔

## اگر مگر کو یمن میں پھینک دے

● عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ آپ حجرِ اسود کا بوسہ لینے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! سُنّت ہے اور ہم اِس کو سُنّت سمجھ کر کرتے ہیں اور سُنّت کی وجہ سے تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اِس کا بوسہ دو، پوچھنے والے نے یہ کہا کہ اگر بھیڑ زیادہ ہو، اگر مشکل ہو، اگر وہاں تک پہنچنا دُشوار ہو؛ عبداللہ بن عمرؓ کو اِس بات پر غصہ آ گیا کہ تم ایک سنت پر عمل کرنے میں ''اگر'' کیوں داخل کررہا ہے!!۔ ایک سنت پر عمل کرنے میں اگر کا لفظ کیوں داخل کررہا ہے۔ اگر سنت پر عمل کرنا ہے تو کرنا ہے اگر سے کیا مطلب!!۔ غصہ میں فرمایا: اگر مگر کو یمن پھینک دے۔(۲) ہم کسی سنت کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ اگر اس پر عمل نہ ہو تو کیا کیا جائے!۔

● جو لوگ حالات میں اور رُکاوٹوں میں قدم اُٹھاتے ہیں اللہ ربُّ العزت اُن کے لیے خیر کی راہیں کھول دیتے ہیں اور جو دُشواریوں میں اور تنگیوں میں یہ کہہ کر حکم چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ اب تو ایک مزاج یہ بن گیا ہے کہ یہ سنت ہے اِس کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ یہ اِستخفاف اور خیال فرائض سے محرومی کا سبب ہے۔

---

(۱)

(۲) حدثنا مسدد: حدثنا حماد، عَنْ الزُّبَيْرِ بنِ عَرَبِيٍّ قال: سَأَلَ رَجُلٌ ابنَ عُمَرَ رضي الله عنه عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ. قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يستلمه ويقبله. (البخاري، ج: ۱، ص: ۲۱۹)

## اب مرتے مرتے منافق ہوکر مرجاؤں!!

● تو میں نے عرض کیا کہ سارے دین کا خلاصہ محض اتباع سنت ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اتباعِ سنت کا اِتنا زیادہ اہتمام تھا کہ حضرتؒ بیمار پڑے اور بیماری اِتنی بڑھ گئی کہ چارپائی سے ہلنا دُشوار ہوگیا' تو حضرت کی چارپائی جماعت کی نماز کے لیے حجرہ سے چارپائی نکلوا کر اُس کو صف میں لگوایا جاتا تھا، اور جماعت سے نماز پڑھتے تھے؛ جبکہ بیماری اور ضعف بہت بڑھ گیا تھا۔ اُس زمانہ میں یہاں ایک مفتی صاحبؒ آئے، بڑے مفتیؒ تھے ایک ادارہ کے، اُنہوں نے حضرتؒ سے کہا کہ میں آپ کو فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ نماز جماعت سے الگ پڑھ لیا کریں' اِس لیے کہ آپ معذور ہیں، حضرتؒ نے جواب دیا کہ ''مفتی صاحب! زندگی بھر تو ایمان پر سنت کو اُٹھاتے رہے اور ایمان کی تحریک چلاتے رہے اب مرتے مرتے منافق ہوکر مرجاویں''۔ اور اِتنا زور سے اور ڈانٹ کر کہا کہ مفتی صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ حضرتؒ کا غصہ اور ڈانٹ ایسی تھی کہ میری جی چاہا کہ میں یہاں سے اُٹھ کر چلا جاؤں۔ کہ غصہ اِس طرح آیا کہ آپ بجائے اِس کی ترغیب دینے کے آپ مجھے ایک ایسی سنت پر عمل سے روک رہے ہیں جس کا چھوڑ دینا گمراہی کا سبب ہے ''جماعت کی نماز''۔ جماعت کی نماز کا اہتمام کرو اِس لیے کہ یہ وہ سنت ہے اگر تم نے اِس کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ (میں ایک مثال عرض کررہا ہوں) کہ حضرتؒ نے کیا فرمایا کہ تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو کہ زندگی بھر تو ایمان کی دعوت اور ایمان پر خود کو اُٹھایا' اب مرتے مرتے خود منافق ہوکے مرجاؤں۔ اِتنا اہتمام اِتباعِ سنت کا تھا۔

● اور اُس کی (میں) آپ کو وجہ بتلاتا ہوں، کہ جو شخص اپنی ضروریات میں اور صبح سے لے کر شام تک روزمرہ کی اپنی بشری حاجتوں میں سنت کا اتباع نہیں کرے گا اُس کی عبادات بھی متأثر ہوں گی اُس کی دعوت بھی متأثر ہوگی؛ اِس لیے کہ آپ یہ خیال ذہن سے نکال دیجئے! عبادت کے احکام میں اور ضروریات کے احکام میں فرق ہے۔ (ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں)۔ آپ یہ ذہن سے نکال دیجئے! کہ عبادت کے احکام میں اور ضروریات کے احکام میں فرق ہے۔

● غور کیوں نہیں کرتے وجہ اُس کی یہ ہے کہ صرف عبادات ہرگز کافی نہیں ہیں اسلام کے تعارف کے لیے؛ بلکہ عادات کا سنت پر ہونا یہ اسلام کے تعارف کے لیے شرط ہے۔ آپ ذہن سے نکال دیجئے کہ عبادات کی سنت زیادہ اہم ہے عادات کی سنت سے۔ اِس لیے کہ اسلام کے تعارف کے لیے عبادات کافی نہیں ہیں بلکہ اسلام کے تعارف کے لیے ضروریات کی سنتیں لازم ہیں۔

## خلافِ سُنّت طریقہ پر زندگی گزارنے سے ایمان پر زد پڑتی ہے

● آپ تو فرائض کی بات کررہے ہیں' ہم اِس سے آگے کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایک روایت نقل کرتا ہوں اس لیے کہ سب سے پہلے یہ معلوم تو ہو کہ آخر اِتباعِ سنت کیا ہے!!۔ جو درجہ ایمان میں اور اسلام میں فرائض کا ہے، جو درجہ اسلام میں عقائد کا ہے وہی درجہ ایک مسلمان کے وقتی طور پر اپنی حاجت کو سنت کے مطابق پورا کرنے کا ہے۔

● جب مسلمان، ایک وقتی ضرورت خلافِ سنت (غیروں کے طریقہ) پر پوری کرتا ہے، آپ لباس کو بھی چھوڑ دیجئے! اور آپ تمام انسانی بشری ضروریات اور حاجتوں کو بھی چھوڑ دیجئے!! میں ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ ''مسلمان ایک وقتی ضرورت'' اگر غیر مسلم کے طریقہ پر پوری کرتا ہے تو یہ عقیدہ کے بھی خلاف ہے اور حدیث کا مفہوم تو یہ بتا رہا ہے کہ غیروں کے طریقہ پر ایک ضرورت کا پورا کرنا بت پرستی کے برابر ہے۔ (آپ میری بات کی طرف توجہ دیں)۔ کہاں بت پرستی؟! اور کہاں ایک مسلمان ایک وقتی ضرورت!! کسی غیر مسلم کے طریقہ پر پوری کرے (آپ توجہ دینا باقی ہے)۔ آپ یہ مت سمجھئے کہ ایمان صرف کبائر کے کرنے سے کمزور ہوتا ہے، آپ یہ خیال نہ کیجئے گا کہ صرف کبائر (بڑے گناہ) کرنے سے ایمان پر زد پڑتی ہے؛ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی روزمرہ کی ضروریات میں اور اپنی بشری حاجتوں میں خلافِ سنت زندگی گزار رہا ہے تو اِس کے ایمان پر زد پڑ رہی ہے۔ اگر مسلمان روزمرہ کی زندگی کی ضروریات خلافِ سنت (غیروں کے طریقہ پر) اپنی حاجتیں پوری کر رہا ہے یہ سوچ کر کہ اِس طریقہ میں سہولت ہے؛ لیکن خلافِ سنت ہے تو اِس کے ایمان پر زد پڑ رہی ہے۔

● میں ایک حدیث سناتا ہوں، اِس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو غیروں کے طریقوں سے کتنا دور رکھنا چاہتے ہیں۔ (اور اللہ مجھے معاف فرمائے!) اب یہ عزیمت اور یہ اہتمام اور کام کرنے والوں میں کہیں نظر نہیں آتا، صاف صاف، اِس بات سے ہمیں آپ سے شکایت ہے، میں صاف طور پے عرض کرتا ہوں آپ کو، اچھا لگے یا بُرا لگے، تعلیم یا تعلّم ہو؛ یا دعوت اور تبلیغ ہو یا اپنی ضروریاتِ زندگی ہوں ہر چیز میں اِجتماعی طور پر لوگوں کا مزاج رواج کی طرف بڑھ رہا ہے تیزی کے ساتھ اور یہ رواجی شکلوں کو اِس بہانہ سے اختیار کر رہے ہیں کہ اسلام میں ''تنگی'' نہیں ہے ''فراخی'' ہے اور ''دِقت'' نہیں ہے ''سہولت'' ہے اور ''مشکل'' پیدا نہ کرو ''آسانی'' پیدا کرو؛ یہ بہانہ ملا ہے اِن کو، ضروریات میں اور عبادات میں اور میں عرض کرتا ہوں دعوت کے کام میں خلافِ سنت طریقوں پر چلنے کے لیے یہ بہانہ ملا ہے (اور میں کچھ کہہ رہا ہوں) کہ اگر مسلمان ایک وقتی ضرورت کو غیر مسلم کے طریقہ پر پوری کرتا ہے تو اِس کی زَد اِس کے ایمان پر، اِس کے عقیدہ پر پڑتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا غیروں کے طریقے پر عمل کرنا یہ بُت پرستی کے برابر ہے۔ (آپ سنئے تو صحیح! میں کیا کہہ رہا ہوں)۔

● اگر ایک مسلمان کو بت پرستی سے روکا جائے تو اِتنا ہی درجہ اور اِتنی ہی اہمیت ایک مسلمان کو خلافِ سنت عمل کرنے سے روکا جائے۔ (سمجھ رہے ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں)۔ اگر ایک مسلمان کو بت پرستی سے روکا جائے جو اہمیت اِس کی ہے وہ اہمیت ایک مسلمان خلافِ سنت عمل سے روکا جائے'' اگر آپ اِس میں فرق سمجھتے ہیں تو آپ دین کو مٹا رہے ہیں''۔ (میں سچی سچی بات آپ سے کہہ رہا ہوں)۔ یہ باتیں غُلو اِس لیے لگتی ہیں کہ لوگوں کی ذہنیت دین کے بارے میں بہت گھٹ چکی ہے، بہت گھٹ چکی ہے۔ لوگ اُن طریقوں کے عادی ہو گئے ہیں جو طریقے خلافِ سنت ہیں اِس لیے اُن کے خلاف سننا لوگوں کو برداشت نہیں ہوتا۔

## حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب تم رواج کے عادی ہو جاؤ گے تو سُنّت کے دُشمن ہو جاؤ گے

● اِس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب تم رواج کے عادی ہو جاؤ گے تو سنت کے دُشمن ہو جاؤ گے"۔ (میں نے ایک بات چھیڑی ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ اِس بات کو دلیل کے ساتھ مقصد تک پہنچانا)۔ کہ جو میں نے عرض کیا ہے کہ اگر مسلمان ایک وقتی ضرورت غیروں کے طریقہ پر پوری کرنا چاہتا ہے تو اسلام اور ایمان اور عقیدہ اِس کو برداشت نہیں کرتا؛ کیونکہ وہ بت پرستی کے برابر ہے، اور آپ کو یہ بات سمجھ میں آئے گی یا نہیں کہ "کہاں بت پرستی" اور کہاں "غیروں کے طریقہ پر پوری کرلی"۔ (میں دو مثالیں عرض کروں گا) کہ ایمان کیسے ناقص ہو جائے گا اِس سے (خلاف سنت عمل سے) اور دوسری میں عرض کروں گا کہ اسلام کیسے ناقص ہو جائے گا اگر غیروں کے طریقہ پر کوئی اچھا کام بھی کرلیا تو۔

● (میں دونوں کی مثالیں عرض کرتا ہوں، حدیث سے آپ دھیان سے سننا)۔ اِس لیے کہ "شیطان یہ کام کرنے کے لیے ہر ایک کے دل پر بیٹھا ہوا ہے کہ یہ کہنے کے لیے کہ یہ بات تو غُلو ہے اور یہ بات تو بہت سخت ہے، بڑی بات تو ہو نہیں سکتی! شیطان اِس کام کو لیئے بیٹھا ہوا ہے؛ جو کسی مقصد میں بھی یعنی منزل تک پہنچنے نہیں دیتا اور مراد تک پہنچنے نہیں دیتا۔ ایک موقع آیا؛ میں اُس کی مثال عرض کرتا ہوں، کہ ایک وقتی ضرورت کا غیر مسلم کے طریقہ پر پورا کرنا یہ بت پرستی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے!!۔ (اِس پر غور کرنا)۔

## اگر مسلمان ایک وقتی ضرورت کو غیر مسلم کے طریقہ پر پوری کرتا ہے تو اس کی زد (اثر) اُس کے ایمان پر اور اُس کے عقیدہ پر پڑتی ہے

● صحابۂ کرامؓ نے یہ دیکھا کہ جب یہ کفار مقابلہ پر آتے ہیں اور جنگ سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہتھیار ایک درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔ ان کو یہ اچھا لگا یہ طریقہ کہ ان کے ہتھیار بھی محفوظ ہیں اور یہ اپنے لیے بھی سہولت ہے' جب یہ فارغ ہو جاتے ہیں جنگ سے تو ہتھیار ایک درخت پر لٹکا دیتے ہیں' جب ضرورت ہوتی ہے آ کے اُٹھا لیتے ہیں؛؛ اِن کو یہ طریقہ اچھا لگا، کہ زمین پر رکھنے سے ہتھیار زنگ کھا جائے گا یا خراب ہو جائے گا مٹی میں، لہٰذا! درخت پر لٹکانا اِن کو اچھا لگا، لیکن صحابۂ کرامؓ کا اِجتماعی مزاج یہ تھا کہ وہ کسی بھی کام کو آپؐ سے پوچھے بغیر نہیں کرتے تھے۔ اُنہوں (صحابہؓ) نے دیکھا یہ طریقہ ہو سکتا ہے اُنہوں نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہماری آپ سے درخواست یہ ہے کہ جس طرح یہ اپنے ہتھیار درخت پر لٹکا دیتے ہیں ہمیں اجازت دیجیئے ہم بھی اس طرح کر لیا کریں، اِس میں ہمارے ہتھیاروں کی حفاظت بھی ہے اور ہتھیار محفوظ رہتے ہیں' اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی اِن کی طرح کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب سنئے! آپؐ نے کیا جواب دیا صحابہؓ کو اِس پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مجھ سے ہتھیار درخت پر لٹکانے کی

اجازت لینا اور اِس کا مطالبہ کرنا یہ بالکل ایسا ہے جیسا بنی اسرائیل نے بحرِ قلزم سے پار ہونے کے بعد ایک جگہ کچھ لوگوں کو ایک بت کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا اور موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا: قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ(۱)! ہمارے لیے بھی ایک بت ہونا چاہیے پوجا کرنے کے لیے جیسے اِن کا بت ہے۔ (آپ سنئے! آپ غور کیجئے!!) وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جی ہم بھی ایک درخت ایسا کرلیں، ہتھیار لٹکالیں اِن کی طرح۔ آپؐ نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ نہیں یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے!! فرمایا: اُن کے طریقہ پر ہتھیار لٹکانے کا یہ مطالبہ کرنا مجھ سے بالکل ایسا ہے جیسا بنی اسرائیل نے کہا تھا موسیٰ علیہ السلام سے کہ اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ۔ (۲) اور تمہارا یہ مطالبہ ایسی نادانی ہے جیسی نادانی بنی اسرائیل نے کی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے بت کی پوجا ہوتا ہوا دیکھ کر ایک بت کا مطالبہ کیا تھا؛ آپ اِس سے اندازہ کرلیجئے!! کہ صحابہؓ کو غیروں کے طریقوں سے کتنا دور رکھا جاتا تھا۔

## اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ!

● بلکہ اِس کے علاوہ ایک موقع یہ بھی آیا کہ کچھ یہود جب اسلام لے آئے اور پکے سچے مسلمان ہو گئے، اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ جی ہم قرآن پڑھتے ہیں، قرآن پر ہی عمل کرتے ہیں، قرآن پر ہی ایمان لائے ہیں اور آپؐ کا اِتباع کرتے ہیں، ہماری درخواست یہ ہے کہ کیا ہم کبھی کبھی توریت پڑھ لیا کریں۔ (تیسرا سوال جو میں نے عرض کیا ہے وہ ضرورت سے متعلق تھا یہ سوال تلاوت اور عبادت سے متعلق ہے) کہ اگر آپ اجازت دیں تو کیا ہم کبھی کبھی توریت پڑھ لیا کریں، قرآن تو پڑھتے ہی ہیں، قرآن پر ہی عمل کرنا ہے، قرآن ہی پڑھنا ہے، لیکن کیا کبھی توریت پڑھ لیا کریں۔ حالانکہ آسمانی کتاب ہے، موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی ہے، ہمارا آپ کا، قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا توریت پر ایمان لانا فرض ہے، آپؐ کا جواب کیا تھا!! اِس پر قرآن کی آیت نازل ہوئی، اِن کے اِس مطالبہ پر کہ ہم توریت پڑھنا چاہتے ہیں اگر آپؐ اجازت دیں؛ اِس پر قرآن کی آیت نازل ہوئی اُدخلوا فی السلم کافۃ (۳) (اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ)۔ آپؐ پر ایمان لانے والے آپؐ سے توریت پڑھنے کی اجازت مانگ رہے ہیں اور اسلام اس کو برداشت نہیں کر رہا ہے، آیت نازل ہوئی اُدخلوا فی السلم کافۃ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دو روزے رکھنے کا حکم صرف اس لیے دیا تھا تا کہ تمہارا روزہ وہ یہود کے روزہ کے مشابہ نہ ہو۔ (میں نے تینوں باتیں آپ کے سامنے عرض کردیں) ۔ کہ چاہے عبادت کی لائین ہو، اور چاہے وہ معاشرہ اور ضروریات کی لائین ہو۔

## اس کام کی امانت اور اس کام کی حفاظت کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو رواج سے بچایا جائے

● اور تیسری بات بھی عرض کردیتا ہوں کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دعوت کے اِس مُبارک کام میں رواجی شکلوں کو

---

(۱) سورۃ الاعراف، آیت ۱۳۸

(۲) سورۃ الاعراف، آیت ۱۳۸

(۳) تفسیر مظہری، ج: ۱، ص: ۲۶۳۔

استعمال کیا جائے، اور میں تو کیا عرض کروں لڑائی کی بات ہے آپ جا کر اِستفتاء کریں گے تو مفتی صاحب کہیں گے کوئی حرج نہیں ہے، حالات اور ذرائع کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو کہتا ہے استعمال نہ کرو غلط کہتا ہے۔ (کہ یہ مستفتی بھی بے چارہ بہکا ہوا ہے۔ میں تو صاف صاف طور پر عرض کر دیتا ہوں)۔ میں کہتا ہوں اِس کا اِستفتاء ہی غلط ہے۔

● میں اِس کی ایک مثال آپ سے عرض کرتا ہوں۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ہے چھپا ہوا ہے: ''اِس کام کی امانت کا اور اِس کام کی حفاظت کا سب سے پہلا حکم یہ ہے اور امر یہ ہے کہ اِس کو 'رواج' سے بچانا''۔ اور کام کرنے والے ہی اِس مرض کے اندر مبتلاء ہیں، کہ وہ ہر جائز چیز کو اِس کام کے لیے استعمال کر بیٹھتے ہیں، ہر جائز، میں کہتا ہوں مکروہ چیز کو بھی۔ آپ کو میں اُس کی مثال عرض کرتا ہوں، خاص طور پر آپ سے کہتا ہوں کہ کوئی جا کر کے یہ معلوم کرے گا، مسئلہ معلوم کرے گا کہ جی ہم کیا دین کے کاموں کے لیے یا دین کی باتوں کے لیے حالات اور ذرائع کا استعمال کریں؟!! ہاں! کرو۔ کہ جی وہ فلاں منع کرتے ہیں؛؛؛ (وہ کہیں گے) کہ وہ غلط کرتے ہیں۔ اِس لیے کہ خلافِ سنت چیز سے نہ ایک مستفتی متاثر ہے اور نہ یہ جواب دینے والا متاثر ہے۔ جو آدمی رواج سے متاثر ہو جاتا ہے تو اُس کیلئے بعض سنتیں اسی زمانہ کے ساتھ خاص ہو کر ختم ہو جاتی ہیں، یہ اس زمانہ کی بات ہے۔

## مسجد میں نماز کیلئے بلانے کیلئے آپ ﷺ نے غیروں کے طریقوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے

اور میں عرض کرتا ہوں ہوں کہ نماز جیسی عبادت، جس کا وقت اِتنا محفوظ اور متعین ہے کہ اگر وہ اُس وقت سے ٹل گئی اور تاخیر ہو گئی تو نماز قضاء ہو جائے گی۔ ہر نماز کو اُس کا وقت جائے تو یہ فریضہ زائل ہو جائے گا۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں درمیان میں، صحابۂ کرام رض نے یہ چاہا تھا کہ لوگوں کو نماز کے لیئے جمع کرنے کے واسطے ہم ڈھول استعمال کر لیں! ایک مرتبہ کہہ دیا جائے گا کہ ڈھول کی آواز پر لوگ جمع ہو جائیں، پھر پانچوں وقت نماز کے لیئے ڈھول بجائیں گے؛ کہ جی! ہمارے یہاں یہی ہے لوگوں کو جمع کرنے کا، فرمایا: نہیں، یہ طریقہ یہودیوں کا ہے، ہم یہ کام نہیں کریں گے۔ کہا کہ سارنگی استعمال کریں گے ہم آواز کہیں گے مدینہ کی آبادی تک آواز پہنچ جائے گی، لوگ نماز کے لیئے جمع ہو جائیں گے، فرمایا: نہیں، نصاریٰ کا طریقہ ہے؛ صحابہ رض نے عرض کیا کہ پھر آسان بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ سب کو اطلاع کر دی جائے کہ جب فضاء کی طرف دھواں اُٹھتا ہوا دیکھیں تو نماز کے لیئے آ جائیں اور اُس کے لیئے طریقہ یہ ہوگا کہ ہر نماز سے پہلے دھواں کیا جائے گا، آگ جائی جائے گی، دھواں اُٹھے گا، لوگ نماز کے لیئے جمع ہو جائیں گے، فرمایا: نہیں، آگ جلا کر جمع کرنا مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ آگ کے پجاریوں کا، ہم یہ استعمال نہیں کریں گے۔ بلال رض ایک ایک کے گھر پر جائیں اور اُن کو نماز کے لیئے بلا کر لائیں۔ (ا) میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نماز اسلام کا رکن ہے، اسلام ہی نہیں ہے نماز کے بغیر، اس کا وقت محدود ہے، اِس کے ادا کرنے کی جگہ متعین ہے، اگر اس میں تاخیر کی گئی یہ قضاء ہو جائے گی، اس فریضہ کو ادا کرنے کے واسطے لوگوں کو جمع کرنے کے

---

(ا) (سیرۃ مصطفی، ج:ا، ص:۲۹) وأخرج أبو الشيخ عن عبد الله بن زيد قال: اهتم رسول الله ﷺ بالأذان بالصلاة، وكان إذا جاء وقت الصلاة صعد برجل فيشير بيده، فمن رآه جاء ومن لم يره لم يعلم بالصلاة، فاهتم لذلك همًا شديدًا، فقال له بعض القوم: يا رسول الله لو أمرت بالناقوس، فقال رسول الله ﷺ »فعل النصارى؟ لا «، فقالوا: لو أمرت بالبوق فنفخ فيه، فقال: »فعل اليهود؟ لا «، فرجعت إلى أهلي وأنا مغتم لما رأيت من اهتمام رسول الله ﷺ في حاله، حتى إذا كان اليل قبل الفجر غشيني النعاس، فرأيت رجلًا عليه ثوبان أخضران أنا بين النائم واليقظان، فقام على سطح المسجد فجعل أصبعيه في أذنيه ونادى.

لیئے ان تینوں چیزوں کے استعمال سے آپؐ نے روک دیا،فرمایا:نہیں۔دعوت:نماز کے لیئے بلانا لوگوں کو یہ ان آلات اور ذرائع کی چیز نہیں ہے۔سوچیئے تو صحیح!یہ میں ایک بہت اچھی مثال آپ کو دے رہا ہوں،اُمت گرتے گرتے یہاں پہنچی ہے کہ جو باطل آلات ہیں اور منکرات کے آلات ہیں اُن کو دین کی اشاعت کے لیئے استعمال کرنے پر جھگڑ رہے ہیں،کرنا چاہتے ہیں۔یہ اُمت کا دعوت کی سُنّت کو نہ سمجھنا اور اِس سے محرومی کی یہ علامت ہے۔حالانکہ نماز جیسا اسلام کا رکن،جس کا وقت متعین ہے وہ قضاء ہوجائے گی اور تاخیر ہوجائے گی؛فرمایا کہ نہیں،ہم یہ آلات استعمال نہیں کریں گے۔

## ''چیز استعمال کے اعتبار سے اچھی بُری ہوتی ہے''،نہیں!میں کہتا ہوں ''چیز اپنے بنائے جانے کے اعتبار سے اچھی بُری ہوتی ہے''

اِس زمانہ کے لوگوں کی تو عقلیں ماری گئی ہیں،اِن کا خیال یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی ذات سے بُری نہیں ہوتی،وہ تو استعمال پر ہے کہ آپ صحیح طریقہ،صحیح کام میں استعمال کررہے ہیں یا غلط طریقہ پر استعمال کررہے ہیں!!جس کام کی چیز کو آپ غلط کام کے لیے استعمال کیا جائے وہ ''غلط'' اور جس غلط چیز کو اچھے کام میں استعمال کیا جائے ''اچھی'' یہ ایک جہالت ہے جہالت۔یہ جو آپ اپنی عقل کا کمال سمجھتے ہیں یہ آپ کی حماقت ہے،آپ کا خیال یہ باطل خیال ہے کہ ''چیز استعمال کے اعتبار سے اچھی بُری ہوتی ہے''،نہیں؛میں کہتا ہوں ''چیز اپنے بنائے جانے کے اعتبار سے اچھی بُری ہوتی ہے''۔

- (میں جو سوال کرتا ہوں کھل کر سوال کرتا ہوں) کہ جو برتن پیشاب کے لیے بنایا جاتا ہے آپ اُس میں ذرا پانی پی کر دکھلائیے آپ۔آپ کی ہمت ہوتی ہے یا نہیں؟ میں سوال کرتا ہوں؟۔آپ پیشاب کے برتن میں پانی پی کر دکھلائیے!! آپ کو کراہیت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی،یا کسی مہمان کو پیش کرکے دکھلائیے؟'' آپ کا یہ کہہ دینا کہ ہم اِس کو استعمال کرتے ہیں اچھے کام کے لیئے تو اچھی ہے!بُرے کام کے لیے استعمال کرتے ہیں تو بُری ہے''،نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ بنانے والے نے اور وضع کرنے والے نے اِس چیز کو کس لیے بنایا ہے؟؟سوال اِس کا ہے!سوال اِس کا نہیں ہے کہ آپ کس چیز کو استعمال کررہے ہیں!!۔(میں نے ایک مثال عرض کی ہے) کہ نماز جیسے اسلام کے رُکن پر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے اذان کے شروع ہونے سے پہلے صحابہؓ نے یہ درخواست کی تو آپؐ نے سختی سے روک دیا بلکہ آپؐ ہی نے نہیں روک دیا فرشتہ نے خواب میں آکر سارنگی ہاتھ میں لے کر حضرت عبداللہؓ سے یہ کہا تھا کہ اِس چیز کو استعمال مت کرنا نماز کے لیے؛میں تمہیں اِس کا بدل دیتا ہوں۔اور یہ عجیب بات ہے کہ اِس مشورہ میں کبار صحابہؓ تھے لیکن اذان اگر خواب میں بتلائی گئی ہے تو ایک عام صحابیؓ کو بتلائی گئی ہے اور وجہ اُس کی یہ لکھی ہے علماء نے کہ اگر ایک عام سے عام آدمی جو نہ کوئی بڑا عالم ہے،نہ کوئی مشہور صحابیؓ ہے اگر وہ بھی فکر کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک عام آدمی کی فکر پر ساری اُمت کے لیے وہ چیز دے دیں گے جس کو دعوۃ التامہ کہا گیا ہے،جس کو اسلام کا ''شعار'' کہا گیا ہے،جس کو کسی جگہ ''مسلمانوں کے وجود کی علامت'' کہا گیا ہے (یعنی اذان)۔اذان کو کسی جگہ اسلام کے وجود کی علامت کہا گیا ہے کہ جہاں سے اذان کی آواز آئے کہ وہاں حملہ نہ کرنا،کہ وہاں کی عوام مسلمان ہوں گی۔

## زمین وآسمان بننے کے بعد سب سے پہلی اذان ہندوستان میں ہوئی ہے

● بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ اِس بات پر تو ہندوستان کے مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیے کہ زمین وآسمان کے بننے کے بعد سب سے پہلی اذان ہندوستان میں ہوئی ہے۔ جب دُنیا میں کچھ نہیں تھا کوئی نہیں تھا۔ پہلی اذان ہندوستان میں ہوئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اطمینان کے لیے اور اُن کی وحشت کو ختم کرنے کے لیے؛ اِدھر تنہائی کی وحشت، اِدھر جنت سے نکالے جانے کا غم، کہا کہ جبرئیلؑ جاؤ! اذان دو اور اذان دے کر دل بہلاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جہاں سکون ہوا وہ پہلی اذان ہندوستان میں ہوئی۔(۱)

## بعض مسلم ممالک میں مساجد سے مؤذنین کی چھٹی کردی گئی ہے

● اور آج اِنہی آلات کی نحوست ہے جس کے شغال پر آپ دلائل پیش کرتے ہیں اِنہی آلات کی نحوست ہے کہ بعض ممالک کے اندر مساجد میں اذان نہیں ہوتی؛ وہ کہتے ہیں نیٹ سے آواز پہنچ جائے گی مؤذن کی کیا ضرورت ہے!! جا کے دیکھ لو آپ۔ اِس لیے ہم یہ بات آپ سے اِس لیے کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کی محرومی ہے۔ جن کے شغال کی کوششوں میں جو آپ لگے ہوئے ہیں اور آپ لڑتے ہیں ان کے لیے یہ ان کی نحوست ہے کہ مسلمانوں کے ممالک میں مساجد سے مؤذنین کی چھٹی کردی گئی ہے، کہ اِن کی کیا ضرورت ہے تنخواہ دینے کی، رکھنے کی، جب نیٹ کے ذریعہ آواز پہنچ سکتی ہے؛ جن کو آپ ترقی یافتہ ملک کہتے ہیں، کہ وہاں مسجد میں مؤذن نہیں ملے گا کیونکہ نیٹ سے اذان ہوتی ہے۔ تو میرے بزرگو دوستو اور عزیزو! ساری بات کا خلاصہ یہ ہے اور ہم دوہرا رہے ہیں یہ بات بار بار اور یہ بات خوب اچھی طرح نظر آرہی ہے کہ کسی چیز کے جواز کا فتویٰ لینا یا دینا اِس سے پہلے سوال اِس کا ہے کہ آپ جو بات پوچھ رہے ہیں جس چیز کی اجازت لے رہے ہیں یہ عمل ''خلافِ سنت'' ہے۔ اگر یہ عمل خلافِ سنت ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

## کسی مجبوری کی وجہ سے سُنّت چھوڑنے والے کی کیفیت ایسی ہونی چاہیے جیسے بیماری کی وجہ سے شکر چھوڑنے والے کی ہوتی ہے (کہ وہ اپنے ہر لقمہ پر یہ تمنا کرتا کہ کاش! میں شکر کھاتا!! اِسی طرح سُنّت چھوڑنے والے کی یہ کیفیت ہو کہ کاش! میں سُنّت پر چلتا)

● شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص بدرجۂ مجبوری کسی سنت کو اِس لیئے چھوڑ رہا ہے کہ اُس کی طبیعت اور اُس کی حالت ایسی ہے کہ اگر اس پر عمل کرے گا تو نقصان کا یقینی طور پر اندیشہ ہے، (ڈاکٹر نے یہ کہہ دیا کہ اگر آپ نے یہ کیا تو آپ کے لیے ہلاکت کا اور آپ کے لیے جسمانی نقصان کا اندیشہ ہے' وہ فرماتے ہیں کہ) ایک آدمی اگر اپنی کسی معذوری کی وجہ سے عادت کی لائین کی سنت کو اگر چھوڑ رہا ہے تو اِس کی کیفیت ایسی ہے جیسے

---

(۱) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزل ادم بالهند و استوحش فنزل جبريل فنادى بالأذان الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله مرتين أشهد أن محمدا رسول الله مرتين قال أدم من محمد قال اخر ولدك من الأنبياء۔ (تاریخ دمشق لابنِ عساکر، ج:۷،ص:۴۳۷)

شوگر کے مریض کو حالانکہ شکر کھانے کو دل چاہتا ہے مگر مجبوری کی وجہ سے نہیں کھا سکتا کہ ڈاکٹر نے سختی سے منع کر دیا کہ ایک دانہ شکر کا منہ میں نہیں جانا چاہیے! تو اگر اِس کیفیت ایسی ہے تو یہ اللہ کے یہاں ''سنت کو چھوڑنے والا مجرم'' نہیں ہے اور اگر اِس کی کیفیت یہ نہیں ہے اور یہ خلافِ سنت طریقہ پر عمل کر کے خوش ہے یا غمگین نہیں ہے تو پھر یہ ''سنت کو چھوڑنے والا مجرم'' ہے۔ آپ سنئے تو صحیح بات کو!!۔ سمجھے ہماری بات۔ ایسی سنت ضرورت سے متعلق جس کا اس پر عمل کرنا دُشوار ہو گیا ہے اُس کے مرض کی وجہ سے تو وہ سنت کو چھوڑنے والے کی کیفیت ایسی ہونی چاہیے۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ جب شوگر کے مریض کو شکر سے روک دیا جاتا ہے تو وہ اپنے ہر لقمہ پر یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! میں شکر کھاتا' کاش! میں شکر کھاتا۔ بعض تو چھپ کے کھاتے ہیں' اپنے بچوں سے؛ جی ہاں!۔ والدین کو شوگر ہوتی ہے تو بچے اُن کے جو پابندیاں لگاتے ہیں نا' تو چھپ کر شکر کھاتے ہیں؛ اِتنی اُن کی طبیعت پر تقاضہ ہوتا ہے باوجود یہ اس سے اُس کے بدن کو نقصان ہوگا؛ یوں کہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی مجبوری کی وجہ سے سنت کو چھوڑ رہا ہے تو اِس سنت کو چھوڑنے والے کیفیت ایسی ہونی چاہیے جیسے بیماری کی وجہ سے شکر چھوڑنے والے کی کیفیت ہے۔ اِتنی آسان مثال؛ میں حضرت شیخؒ کے بیان میں سے نقل کر رہا ہوں؛ بخاری شریف کا درس ہے اُس میں حضرتؒ نے یہ مثال بیان کی ہے۔ اور اللہ مجھے معاف فرمائے!۔

● ہمیں یہ چیز' کام کرنے والوں میں یہ چیز نظر نہیں آتی۔ جائز پر موقع دیا جاتا ہے جائز ہے جائز ہے؛ حالانکہ جائز کی حیثیت یہ ہے کہ جائز کو چھوڑا جائے اپنے اور حرام کے درمیان آڑ بنانے کے لیئے جائز چیزوں کو چھوڑ کر دیوار قائم کروا اپنے اور حرام کے درمیان؛ یہ حکم ہے۔ کہ متقی اُسے کہتے ہیں کہ جو جائز چیز سے اپنے آپ کو بچائے' اُسی کہتے ہیں متقی۔ اِس لیے کہ حرام سے بچنے کا نہیں بلکہ حرام سے دور رہنے کا حکم ہے قرآن میں، آپ دیکھئے! جگہ جگہ ہے لاتقربوا، لاتقربو، کیا مطلب ہے لاتقربوا کہ تمہارے حرام کے درمیان فاصلہ ہونا چاہیے۔ اور یہ فاصلہ کس چیز کا ہوگا' اُن کا یہ فاصلہ جائز چیزوں کو چھوڑ کر ہوگا۔ اور یہ بات مسلّم ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ بے شمار جائز چیزیں خلافِ سنت ہیں۔ (میری باتیں شاید آپ کو یاد رہ جائیں، میں نے ایک مثال عرض کی تھی میں اُس کو دوہرانا چاہتا ہوں) کہ جب ایک ضرورت' مسلمان خلاف سنت پوری کرتا ہے تو آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تمہارا یہ کرنا اور غیروں کے طریقے پر تمہارا یہ عمل بت پرستی کے برابر ہے؛ صاف طور پر عرض کرتا ہوں۔

## کرامت یہ نہ ولایت کی علامت ہے اور نہ موضوع

● میرے دوستو عزیزو! یہ بنیاد ہے۔ یہاں تک لکھا ہے علماء نے کہ اگر کسی شخص سے کرامتیں ظاہر ہو جائیں اور وہ متبعِ سُنّت نہیں ہے تو وہ جادوگر ہے۔ آپ یہ مت سمجھئے کہ ہر شخص کی عادت کرامت ہے اور ظاہر کے خلاف ہونا کرامت ہے یہ مت سمجھئے، اگر کسی ولی سے پوری زندگی کوئی کرامت ظاہر نہ ہو لیکن وہ متبع سُنّت ہے تو وہ ''ولی'' ہے۔ اور اگر کسی سے کرامتیں ظاہر ہوں اور وہ متبعِ سُنّت نہیں ہے تو وہ ''جادوگر'' ہے۔ اِس لیئے کہ ''کرامت'' یہ ولایت کا نہ موضوع ہے نہ یہ ولایت کی علامت ہے؛ بلکہ ولایت کا موضوع اِتباعِ سُنّت اور ولایت کی جو علامت ہے وہ ''اِتباعِ سُنّت'' ہے، کرامت ولایت (ولی ہونے) کی علامت نہیں ہیں۔ ولی ہونے کی علامت صرف اتباعِ سُنّت ہے، چاہے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔

دورِ رسالتؐ اور دورِ صحابہؓ میں مسلمان اپنی عملی زندگی سے سُنّت کی ایسی کتاب تھا کہ کافر بھی دیکھ کر یہ کہتا تھا کہ اسلام یہ ہے

● اِس لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بنیادی مقصد یہی تھا اِس کام سے؛ کہا کرتے تھے: مولوی ظہیر! ''میں تو ایک قوم تیار کرنا چاہتا ہوں''۔ (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھے کہ اِس کام کے کرنے والے کسی بھی طریقہ کو اختیار کرلیں؛ اور کسی بھی طرف چل پڑیں۔) آگے کہتے ہیں کہ ''ایک بڑی تعداد میں ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہتا ہوں جس کو دیکھ کر لوگوں کو سنّتیں یاد آئیں'' (ساری کتابوں سے ہٹ کر اور سارے اخبار ورسائل سے ہٹ کر ایک مسلمان کی عملی زندگی سے سنتوں کی تعلیم دینا چاہتا ہوں)۔ اور یہ میرا (مولانا محمد سعد غفرلہٗ کا) مشاہدہ ہے کہ جتنا اخبار ورسائل پر لوگ اعتماد کریں گے اِتنا اُمت میں ''جہل'' (جہالت) عام ہوگا، یہ بات آپ کو اچھی لگی یا بُری لگے یہ تو آپ کی نا سمجھی کی بات ہے؛ ورنہ صرف کتابوں پر اعتماد کرکے اُمت کو چھوڑ دینا اور عملی سنّتیں اُمت تک پیش نہ کرنا؛؛ ورنہ آپ دیکھیں کہ دورِ رسالتؐ میں اور دورِ صحابہؓ میں سُنّت پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ مسلمان اپنی عملی زندگی سے سُنّت کی ایسی کتاب تھا جس کو غیر سے غیر اور متشدد سے متشدد کافر بھی دیکھ کر سمجھتا تھا کہ ''اسلام یہ ہے''۔

## اس کام کا بنیادی مقصد احیاءِ سُنّت ہے

● اِس لیئے میں نے عرض کیا کہ ''یہ اِس کام کا بنیادی مقصد تھا''۔ مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ہے ''کہ میرے کام کا مقصد احیاءِ سُنّت ہے''۔ تو میرے دوستو عزیزو! اِس سُنّت کا احیاء تین لائین سے ہونا ہے؛ کہ سُنّت کا احیاء تین اعتبار سے ہونا ہے: سب سے پہلے اُمت اِجتماعی طور پر اُمت ''سُنّتِ دعوت'' پر آئے؛ کیونکہ تین لائین سے سُنّت کا احیاء کرنا ہے: اوّل (بہ اعتبار دعوت) دوّم (بہ اعتبار عبادت) سوّم (بہ اعتبار عادات اور ضروریات کے) اور حضرتؒ کے ملفوظات میں ''احیاء'' کا لفظ ہے ''اتباع'' کا لفظ نہیں ہے۔ مثال آپ سے عرض کر دیتا ہوں کہ ''سُنّت کا اِتباع جہاد نہیں ہے سُنّت کا احیاء جہاد ہے''۔ اور دو شہیدوں کا جو اجر ہے وہ احیاء پر ہے **من تمسک بسنتی عند فساد اُمتی**۔(۱) اتباع کا لفظ نہیں ہے، یہاں دو شہیدوں کا اجر ہے اور جہاد کا لفظ ہے جس میں اُس میں احیاء کا لفظ ہے اتباع کا لفظ نہیں ہے۔

## اتباعِ سُنّت جہاد نہیں ہے احیاءِ سُنّت جہاد ہے

● تو میں صاف طور پر عرض کر رہا ہوں: ''احیاء جہاد ہے؛ اِتباع جہاد نہیں ہے''۔ اگر آپ موقع محل کے اعتبار سے اور آپ کسی علماء اور مشائخ اور عمل کے ماحول سے ہو کر آپ سُنّت پر عمل کر لیتے ہیں' لیکن اگر آپ چلے جاتے ہیں کسی دوسرے ماحول میں یا کسی دوسرے خیال کے لوگوں میں یا اپنے دوستوں میں اور وہاں ایک سُنّت پر عمل کرنے میں آپ کا خیال یہ ہے کہ یہاں سُنّت کا موقع نہیں ہے تو آپ سُنّت کے مٹانے والے مجرم ہیں؛ اگر آپ دوسرے ماحول میں سُنّت پر

---

(۱) مَن تَمسَّكَ بِسنَّتِي عند فسادِ أُمّتي فلَهُ أجرُ شَهيدٍ (مشکوٰۃ:۱۷۶)

عمل کرنے میں شرماتے ہیں۔حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''جب کفر مسلمان کے دل میں جڑیں پکڑ لے گا تو سُنّت پر عمل کرنے سے شرم محسوس ہوگی''۔ اور یہ تو یہ بے چارہ بے عقل اور اناڑی قسم کے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بھئی! دیکھو؛ یہ سُنّت تو ہے لیکن یہاں اِس کا موقع نہیں ہے، اگر آپ یہاں اِس سُنّت پر عمل کریں گے تو لوگ آپ پر ہنسیں گے، آپ سُنّت پر ہنسنے کا ذریعہ بنیں گے، لہٰذا! یہاں اِس سُنّت پر عمل نہ کیا جائے؛

● یہ میں ایک صاحب کی زُبانی بات سن کر نقل کر رہا ہوں؛ مجھ سے تو رہا نہیں گیا میں خود ہی پہنچ گیا اُن کے پاس، اور وہ بے چارے بیان کر رہے تھے منبر سے۔ کہ بھئی! دیکھو؛ سُنّت تو ہے، لیکن یہ دیکھو کہ یہاں اِس سُنّت پر عمل کیا گیا تو یہاں کے جو لوگ ہیں مجھ پر ہنسیں گے اور آپ سُنّت پر ہنسنے کا ذریعہ بنیں گے؛ لہٰذا! اِس سُنّت کو یہاں پر عمل نہ کیا جائے۔ اوفوو!! میں نے یہ سوچا تھا کہ بھئی! بعد میں سمجھا دوں گا!!! مگر نہ نہ۔ یہ تو ابھی کہنے کی بات ہے۔ کہ یہ آپ نے کیا کیا۔ مجمع، میں حیران ہو گیا کہ بھئی یہ کیا بات ہوگئی۔ کہ یہ بات ہوگئی کہ اِن کا کہنا یہ ہے کہ ''ایسی جگہ پر سُنّت پر عمل نہ کرو جہاں لوگ تمہیں دیکھ کر ہنسیں گے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت کا اِتباع کرنے والوں کے لیے اللہ کا' سُنّت کے خلاف چلنے والوں کے لیے اللہ جس طرح کافی تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ وعدہ قیامت تک کے لیے ہے'اِنا کَفَیْناک المستھزئین(۱) (نبیؐ جی! آپ اپنے طریقوں پر ہٹنے والوں کی آپ فکر نہ کیجئے! اِن سے از خود ہم نمٹیں گے) اِنّا کَفَیْناک المستھزئین یہ آپؐ کے زمانہ تک کے لیے نہیں ہے قیامت تک کے لیے ہے۔ (ہم نمٹیں گے اِن کی طرف سے آپ اِس کی پرواہ نہ کریں)۔

## کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے نبی (ﷺ) کی سُنّت چھوڑ دوں

آج بھی میں آپ سے کہتا ہوں کہ جو آدمی سُنّت کے طریقوں کا مذاق اُڑائے گا اللہ! اُس سے خود نمٹیں گے۔ آپ دیکھئے نا! حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب گورنر بنا کر بھیجے گئے اور وہاں تمام وُزراء اور وہاں کے تمام چودھریوں کو جمع کیا اور ایک لقمہ حضرت مقدادؓ کے ہاتھ سے گرا زمین پر، اُسے مٹی لگی' اُنھوں نے اُسے اُٹھایا، اُٹھا کر اُس کو صاف کیا اور جیسے ہی منہ میں رکھنے لگے؛ برابر والے نے اِشارہ کیا کہ یہاں اِس سُنّت کا موقع نہیں ہے' اِس لیے کہ یہاں بڑے بڑے وُزراء اور غیروں کے بڑے بڑے چودھری حضرات یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' یہ دیکھ کر ذرا اچھا نہیں سمجھیں گے کہ یہ ایسے بے چارے لوگ ہیں مسلمان! کہ زمین سے اُٹھا کر کھا رہے ہیں' جن کے اندر تمیز نہیں ہے' یا اِنہیں کسی نے یہ چیز سکھلائی نہیں ہے' وہ ٹھیک ہے سُنّت ہے؛ لیکن یہاں موقع نہیں ہے!!! (بڑا بننے' ایک نئے آدمی ہوں گے بے چارے' جماعت میں کئی مرتبہ لگے ہوں گے، اُنھوں نے یہ مشورہ دیا حضرت مقدادؓ کو) اور کان میں کہا چپکے سے تاکہ کوئی اور نہ سنے' کہا: بیشک! یہ سُنّت ہے نبی کی لیکن یہاں عمل کا موقع نہیں ہے۔ اُنھوں نے کان میں کہا تھا؛ حضرت مقدادؓ غصہ میں چیخ گئے اور چیخ کر یہ کہا: کیا یہ جو سارے احمق بیٹھے ہوئے ہیں (وزراء) میں اِن کی وجہ سے چھوڑ دوں گا۔ (آج اِس احمقاء کی وجہ سے مسلمان بڑی بڑی سنتوں کو چھوڑ رہا ہے کہ یہاں موقع نہیں ہے۔) اور حضرت مقدادؓ نے کہا: کیا میں نبی کی سُنّت کو چھوڑ دوں گا اِن احمقوں

(۱) إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (سورۃ الحجر: آیت: ۹۵)

کی وجہ سے۔(۱) (آپ اندازہ کیجئے، اِس لیے ہم عرض کر رہے ہیں)۔''اِتباعِ سُنّت''بس یہی ایک ہدایت کا راستہ ہے اور اِتباعِ سُنّت ہی دین کا کمال ہے؛ ورنہ میں آپ کو کئی مثالیں دے کر عرض کر چکا ہوں۔ کہیں آپؐ نے اُس کو بت پرستی کے مرابط کر دیا اور کہیں یہ کہہ دیا: **اُدخلوا فی السلم کافۃ** کہ جو توریت پڑھنا چاہتے ہو تو اسلام میں تم پورے کے پورے داخل نہیں ہوئے ہو، تمہارا اسلام ناقص ہے، تمہارا ایک پیر کُفر میں ہے اور ایک پیر اسلام میں ہے۔ حالانکہ وہ کوئی غلط چیز پڑھنے کی اجازت نہیں مانگ رہے ہیں توریت پڑھنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ (کتنی بار آپ سے کہہ چکا ہوں) وہ کہہ رہے ہیں توریت بھی پڑھ لیا کریں!! کہ اور یہ تمہارا اسلام ناقص ہے، تم پوری طرح اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہو اگر تم توریت پڑھنا چاہتے ہو۔ تو میرے دوستو عزیزو! یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اِس میں سب سے بنیادی سُنّت وہ ''سُنّتِ دعوت'' ہے اور دعوت کی سُنّت میں سب سے اہم چیز اپنی ذات سے خود دعوت دینا ہے۔

## انفرادی دعوت دینا ہر مسلمان کے ذمہ فرضِ عین ہے

● (میں آپ سے شروع میں کہہ دیتا ہوں) کہ آپ منبر اور اِجتماعات اور جلسے اور بیانات اور تقریریں آپ اس کو ''اِنفرادی دعوت کا بدل'' کبھی مت سمجھئے۔ یہ دعوت نہیں ہے خطاب ہے۔ آپ اِس کو اس کا کبھی بدل مت سمجھئے۔ اور اِس میں اِنفرادی دعوت اور اِجتماعی بیان میں تو ''فرضِ عین'' ''فرضِ کفایہ'' کا ''فرق'' ہے۔ (علماء نے لکھا ہے وہ میں کہتا ہوں) جو بے چارے سمجھتے نہیں وہ کہتے ہیں اِن کی بات ہے، جو بے چارے پڑھتے نہیں، نہ مطالعہ کرتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ پڑھاتے ہیں، ورنہ علماء کہتے ہیں: ''اِجتماعی دعوت فرضِ کفایہ ہے، مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ لمبی عمر عطاء فرمائے اور اُمت کو استفادہ کی توفیق دے، جتنا علم اُن کا محتاط ہے مجھے تو کوئی بدل نظر نہیں آتا؛ وہ فرماتے ہیں کہ: ''انفرادی طور پر دعوت دینا ہر مسلمان کے ذمہ فرضِ عین ہے''۔

● البتہ اِجتماعی دعوت: بیان، تقریر، وعظ، نصیحت، تعلیم، تدریس یہ سب فرضِ کفایہ ہے اور یہ صرف علماء کی ذمہ داری ہے۔(۲) آپ یہ نکال دیجئے ذہن سے کہ ایک جماعت تبلیغ کا کام کر رہی ہے اور دعوت دے رہی ہے تو باقی کا جو فریضہ ہے وہ ادا ہو رہا ہے تو یہ نہیں، یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ''ہر مسلمان کے ذمہ دعوت دینا فرضِ عین'' ہے۔ آپ غور کیجئے سیرت میں؛ کہ جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی دعوت میں اپنے آپ کو تھکایا ہے، سب سے زیادہ: **لعلک باخع نفسک** (۳) (کہ آپ تو اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے اِن کو سمجھانے کے چکر میں اور اِن کو راستہ پر لانے کی کوشش میں) یہ تو قرآن کی آیتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ آپؐ سے خود کہہ رہے ہیں۔

---

(۱) حدثنا سوید بن سعید ثنا یزید بن زریع عن یونس عن الحسن عن معقل بن یسار قال بینما ھو یتغدی إذ سقطت منه لقمة فتناولها فأماط ما کان فیھا من أذی فأکلھا، فتغامز به الدھاقین، فقیل أصلح اللہ الأمیر، إن ھؤلاء الدھاقین یتغامزون من أخذك اللقمة وبین یدیك ھذا الطعام، قال إني لم أکن لأدع ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لھذه الأعاجم، إنا کنا نأمر أحدنا إذا سقطت لقمته أن یأخذھا فیمیط ما کان فیھا من أذی ویأکلھا ولا یدعھا للشیطان. (ابن ماجه، باب القمة اذاسقطت، ص: ۲۳۶)

(۲) فائدہ: حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: انفرادی دعوت وتبلیغ یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے ایک بُرائی ہوتی ہوئی دیکھ رہے ہیں، یا ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص کسی فرض کو چھوڑ رہا ہے تو اس وقت اپنی اِستطاعت کی حد تک اس بُرائی کو روکنا فرضِ کفایہ نہیں، بلکہ فرضِ عین ہے اور فرضِ عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائے کہ یہ کام دوسرے لوگ کرلیں گے، یا یہ تو مولویوں کا کام ہے، یہ دُرست نہیں، اس حدیث کی رو سے یہ کام ہر ہر مسلمان کے ذمہ فرضِ عین ہے۔ لہٰذا یہ انفرادی دعوت وتبلیغ فرضِ عین ہے (اصلاحی خطبات، ج:۸۔ ص:۱۶، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ)

(۳) الشعراء۔ آیت: ۳

## اے عمر! اگر میں تمہاری بات مانتا تو میرے ذریعہ ایک آدمی جہنّم میں جاتا

اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ایک حَکَم بن کیسان کے بارے میں یہ کہہ دیا تھا کہ آپ اِس پر کوشش کر رہے ہیں بہت دیر سے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آپ ؐ کا اِنکار کر رہا ہے اور آپ ؐ اِس کو سمجھانے میں لگے ہوئے ہیں، آپ اُسے میرے حوالہ کیجیے تا کہ میں اِسے قتل کر دوں اور جہنم جو اِس کا ٹھکانہ ''ہاویہ'' ہے یہ اپنے ٹھکانہ پر جائے؛ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ میری اِس بات سے آپ ؐ کو سخت ناگواری ہوئی اور آپ ؐ نے مجھ سے رُخ پھیر لیا۔ کیونکہ آپ ؐ کی عادت تھی کہ جب کوئی بات آپ ؐ کو ناپسند ہوتی یا کوئی غلط بات آپ ؐ کے سامنے پیش کرتا تو آپ ؐ اُس سے اعراض کر لیا کرتے تھے اور صحابہ ؓ آپ ؐ کے اعراض کرنے سے اپنی غلطی کو سمجھ لیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں (حضرت عمر ؓ): مجھے اِس بات پر فکر ہوا کہ میں کیوں بولا تھا؛ خیر مجھے تسلی اِس بات کی ہوگئی کہ میں تو اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی خیر خواہی میں کہہ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش کر رہے ہیں!! یہ تو بات مانے گا نہیں، اِسے میرے حوالہ کریں۔ فرماتے ہیں حضرت عمر ؓ! آپ ﷺ نے میری بات سے اعراض کیا اور آپ حکم بن کیسان کو سمجھانے میں لگے رہے لگے رہے یہاں تک کہ اُس نے حق کو قبول کر لیا، آپ ؐ نے فرمایا: اے عمر! اگر میں تمہاری بات مانتا تو میرے ذریعہ سے ایک آدمی جہنم میں جاتا۔(۱) حالانکہ آپ اپنی کوشش کر چکے۔

- اِس لیے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ''تمام سنتوں میں سب سے مہا سُنّت وہ اپنے آپ کو اِنفرادی دعوت میں لگانا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سب سے بنیادی سُنّت ہے۔ کہ آپ ؐ ایک ایک فرد کو دعوت دے رہے ہیں۔ اور اِتنا ہی نہیں تھا بلکہ جو آپ ؐ کی بات کو قبول کرتا تھا اُس کے اندر اپنی قوم میں دعوت دینے کا تقاضہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس لیے ہم تو صاف طور پر یہ عرض کرتے ہیں کہ ''ہم تو لوگوں کو تبلیغ صرف نماز سکھلا کر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہم تو دعوت کے ذریعہ صرف کلمہ نماز سکھلا کر چھوڑنا نہیں چاہتے بلکہ اُمت کے ہر فرد کو اِس بات پر لانا چاہتے ہیں کہ تیرے اپنے ایمان کا کمال اور تیرے اپنے دین پر قائم رہنے کا جو سبب ہے وہ تیرا اپنی ذات کو خود دعوت دینا ہے اور تیرے اپنے جو دین پر قائم رہنے کا جو سبب ہے وہ تیرا اپنی ذات کو خود دعوت دینا ہے؛ یہ ہم سمجھانا چاہتے ہیں''۔

---

(۱) عن المقداد بن عمرو قال: أنا أسرت الحَكَم بن كَيسان، أراد أميرنا ضرب عنقه، فقلت: دَعْهُ نَقْدَمُ به على رسول الله ﷺ قدمنا، فجعل رسول الله ﷺ يدعوه إلى الإسلام فأطالَ، فقال عمر: علام تكلِّم هذا يا رسول الله؟ والله لا يسلم هذا «آخر الأبد، دَعْني أضربْ عنقه وَيَقْدَمُ إلى أُمه الهاوية، فجعل النبي ﷺ لا يُقبل على عمر حتى أسلم الحكم، فقال عمر: فما هو إلا أن رأيته قد أسلم حتى أخذني ما تقدَّم وما تأخَّر، وقلت: كيف أردُّ على النبي ﷺ أمرًا هو أعلم به مني؟ ثم أقول: إنما أردت بذلك النصيحة لله ولرسوله، فقال عمر: فأسلم والله فحسن إسلامه وجهد في الله حتى قتل شهيدًا ببئر معونة ورسول الله ﷺ راضٍ عنه ودخل الجنان. وعنده أيضًا عن الزهري قال: قال الحكم: وما الإسلام؟ قال: »تعبد الله وحده لا شريك له وتشهد أن محمدًا عبده ورسوله، فقال: قد أسلمت، فالتفت النبي ﷺ إلى أصحابه فقال: لو أطعتكم فيه آنفًا فقتلتُه دخل النار. (الطبقاة الكبرىٰ، ج: ۴، ص: ۱۲۸)

## مسلمان کے پاس اپنے دین سے دفاع کے لیے دعوت سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے

● اس لیے کہ میں صاف طور سے عرض کرتا ہوں کہ قرآن وحدیث اِس بات کو بار بار بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کے پاس اپنے دین سے دفاع کے لیے دعوت سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے۔ دفاعِ قوت اگر مسلمان کے پاس ہے تو وہ دعوت ہے۔ اِس لیے کہ سب سے بڑی دفاعی قوت اُسے کہتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ باطل کے مقابلہ پر آجاتے ہیں۔ سب سے بڑی دفاعی قوت صرف ایک ''دعوت'' ہے۔ کیوں؟ اِس لیے کہ دعوت کے علاوہ اور کسی عمل پر اللہ تعالیٰ کے باطل کے مقابلے پر آنے کا کہیں وعدہ نہیں ہے۔

## دعوت کے بغیر اللہ تعالیٰ باطل کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے

● آپ سارا قرآن وحدیث پڑھیے۔ باطل کے مقابل آنے کا اللہ کا کہیں وعدہ نہیں ہے سوائے ''دعوت'' کے۔'' 100 مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعوت کے بغیر اللہ تعالیٰ باطل کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے''۔ کہ غیبی نصرتوں کا دعوت الی اللہ کے بغیر کوئی وعدہ نہیں ہے۔ آپ پڑھیے قرآن اِنْ تَنْصُرُ و اللّٰہَ یَنْصُرْ کُمْ (۱) نے شرط لگائی ہے یہ کہ اگر تم دعوت میں اِتباعِ سُنّت پر ہو اور اگر تم دعوت اور دین کی نصرت پر ہو تو اللہ تمہاری مدد کریں گے، تمہارے قدموں کو جمائیں گے۔

● میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ عبادات سے کرامات ظاہر ہوسکتی ہیں لیکن انفرادی عبادات سے غیبی نصرتیں نازل نہیں ہوسکتیں۔ ''نصرت اُسے کہتے ہیں جس سے اُمت کے مجموعے کو فائدہ ہو اور طاعات وہ ہوتی ہیں جس سے عابد کو اور ولی کو اپنا ذاتی نفع حاصل ہوتا ہے''۔ آپ دیکھ لیجیے!! کراماتِ اولیاء اولیاءؒ کے ساتھ؛ اور نصرتیں پوری اُمت کے ساتھ۔ انبیاءؑ کی لائین دیکھیے!! اولیاءؒ کی لائین بھی دیکھیے!!۔ میں حضرت کی باتیں نقل کر رہا ہوں؛ کہ عبادات سے کرامتیں ظاہر ہوسکتی ہیں، کیونکہ جو آدمی جتنا تقوے والا ہوگا وہ اللہ کے یہاں اِتنا قابلِ اکرام ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ کرامتیں نازل کردیں گے۔

## اُمّت کے مجموعہ کے اعتبار سے غیبی مددیں نازل ہوں اِس کا تعلق ''انفرادی دعوت'' سے ہے

● لیکن اِس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اُمّت کے مجموعہ کے اعتبار سے غیبی مددیں نازل ہوں اِس کا تعلق ''انفرادی دعوت'' سے ہے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ آپ اِن واقعات کو خوب غور کریں، کہ انفرادی دعوت پر غیبی مددیں کس طرح آئیں۔ آپ ﷺ سفر میں تھے، عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں ہم ہتھیار توڑ رہے تھے، ایک شخص کو آپ ﷺ نے گزرتے ہوئے دیکھا، آگے بڑھ کر آپ ﷺ نے اُس کو مانوس کیا' بات کی' دعوت دی، پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ کہا: گھر جارہا ہوں!! فرمایا: تمہیں خیر کے کام میں رَغبت ہے!؟ کہا: کیابات ہے! کہ خیر کی بات یہ ہے کہ تم اللہ کو ایک اور مجھے اللہ کا رسول ﷺ تسلیم کرلو۔ اُس نے کہا: اِس پر گواہ کون ہے؟! فرمایا: سامنے درخت کھڑا ہوا ہے، یہ درخت گواہی دے گا، ایک روایت میں ہے کہ اِس درخت کا ٹہنی کا گوشہ گواہی دے گا!!۔ دونوں روایتیں ہیں؛ ایک خوشہ اُتر کر آیا' یا درخت چل کر آیا؛ تین مرتبہ آپ ﷺ نے اُس سے گواہی لی، تینوں مرتبہ اُس نے گواہی دی، بیشک! آپ ﷺ سچ کہہ رہے ہیں' آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اِس نے آپ ﷺ کو قبول کرلیا۔(۲)

---

(۱) فائدہ: حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: انفرادی دعوت وتبلیغ یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے ایک بُرائی ہوتی ہوئی دیکھ رہے ہیں، یا ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص کسی فرض کو چھوڑ رہا ہے تو اس وقت اپنی اِستطاعت کی حد تک اس بُرائی کو روکنا فرضِ کفایہ نہیں، بلکہ فرضِ عین ہے اور فرضِ عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائے کہ یہ کام دوسرے لوگ کرلیں گے، یا یہ تو مولویوں کا کام ہے، یہ دُرست نہیں، اس حدیث کی رو سے یہ کام ہر ہر مسلمان کے ذمہ فرضِ عین ہے۔ لہٰذا یہ انفرادی دعوت وتبلیغ فرضِ عین ہے (اصلاحی خطبات، ج: ۔ ص: )

(۲) دعوته ﷺ للأعرابي في سفر وأخرج الحاكم أبو عبد الله النَّيسابوري عن ابن عمر رضي الله عنه قال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فأقبل أعرابي، فلما دنا منه قال له رسول الله ﷺ »أين تريد؟« قال: إلى أهلي، قال: »هل لك إلى خير؟« قال: ما هو؟ قال: تشهد أن لا إله إلا هو وحده لا شريك له، وأن محمدًا عبده ورسوله«. قال: هل من شاهد على ما تقول قال: »هذه الشجرة. فدعاها رسول الله ﷺ وهي على شاطىء الوادي، فأقبلت تَخُدُّ الأرض خدًّا فقامت بين يديه، فاستشهدها ثلاثًا فشهدت أنه كما قال. ثم إنها رجعت إلى منبتها، ورجع الأعرابي إلى قومه فقال: إن يتَّبعوني أتيتك بهم وإلا رجعت إليك وكنت معك. وهذا إسناد جيِّد ولم يُخرِّجوه ولا رواه الإمام أحمد. كذا في البداية. وقالالهيثمي: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح، ورواه أبو يَعْلى أيضًا والبزار. انتهى. (طبرانی، ج:۱۲،ص:۴۳۱)

## امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وجودِ ایمان کی علامت اور تکمیلِ ایمان کا سبب ہے

● میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے بے شمار واقعات ہیں اور یہ بات اگر قسم کھا کر کہی جائے کہ دعوت کے بغیر ایمان کی تکمیل ہوتی تو یہ بات قرآن، حدیث، اقوال صحابہؓ اور اقوالِ مجتہدینؒ کے فرضِ عین پر کہ "دعوت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی"۔ یہ پکی بات ہے۔ اِس لیے تو قرآن نے صاف کہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اِن کی عملی محنت یہی ایمان کی تکمیل کا سبب ہے، اگرچہ آپ عمل کتنا بھی اچھا کرتے ہوں! آپ نماز کتنی بھی اچھی پڑھتے ہوں! آپ ذکر کتنا اچھا کرتے ہوں! آپ تلاوت کتنی اچھی کرتے ہوں، آپ زکوٰۃ وقت پر ادا کرتے ہوں اِس سب کے باوجود علماء لکھتے ہیں کہ اِسلام میں ایمان کی علامت اِس میں کسی چیز کو قرار نہیں دیا گیا۔ اسلام میں ایمان کی علامت اسے قرار دیا گیا ہے کہ "آپ دوسروں کو اعمال پر آمادہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے !!۔ یہی ایمان کے وجود کی علامت ہے اور یہی ایمان کی تکمیل کا سبب ہے"۔ (حوالہ)

## بڑی بڑی حکومتیں صحابہؓ کے سامنے جھکتی تھیں

● اس لیے میں نے عرض کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سُنّت کو آپؐ کے صحابہؓ نے اِتنا اِہتمام سے تھاما تھا، اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ اگر کوئی فرد بھی کہیں بھی ہو اور دعوت کے ساتھ ہے تو روم جیسی بادشاہت اِس ایک فرد کے سامنے جھکے گی !!۔ اتنا دعوت پر اُٹھایا اُمت کو کہ اگر کوئی فرد بھی تنہا ہے تو باطل اِس ایک فرد کو بھی کام سے ہٹا نہ سکے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاکھ چنے چبوایئے روم کے بادشاہ کو، اُس کی لاکھ کوشش تھی کہ یہ نصرانی ہوجائیں؛ ملک و مال کی بھی جگہ تمہاری اور اگر انہیں دھمکی دی قتل کی تو پرواہ ہی نہیں کی۔ (۱) یہ تو ہماری بڑی شوق کی چیز ہے، یہ تو ہمارے مطلب کی بات کر رہے ہیں آپ !! کہ آپ ہمیں قتل کریں، ہم تو فوراً تیار ہیں قتل کے لیے۔ یہ جذبہ اور رُعب صرف اِس لیے باقی تھا اُمت میں کہ یہ اُمت دعوت کی سُنّت پر مجتمع تھی۔ اِس لیے تو اللہ نے صاف فرمادیا کہ تمہارے اپنے دین پر اِستقامت صرف دعوت سے باقی رہے گی، اگر دعوت چھوڑ دوگے تو تم باطل کے آسانی سے مدعو ہوجاؤگے۔ کیونکہ دین پر اِستقامت کا صرف ایک دعوت ہی ذریعہ ہے۔ پڑھئے قرآن آپ اِنْ تنصرو اللہ یَنْصُرْ کم ویثبت اقدامکم، تمہارے اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کے لیے صرف دعوت شرط ہے۔ یہاں اِنْ شرطیہ ہے، اگر کسی کو سمجھ ہے تو وہ سمجھے۔

---

(۱) تحمل عبدالله بن حذافة السهمي رضي الله عنه الشدائد ما لقي عبدالله من الأذى من ملك الروم وتقبيل عمر لرأسه حين قدم عليها أخرج البيهقي، وابن عساكر عن أبي رافع قال: وجّه عمر بن الخطاب رضي الله عنه جيشًا إلى الروم وفيهم رجل يقال له عبد الله بن حذافة من أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم فأسره الروم، فذهبوا به إلى ملكهم، فقالوا له: إنَّ هذا من أصحاب محمد. فقال له الطاغية: هل لك أن تَنصرَ وأشرِكَك في ملكي وسلطاني؟ فقال له عبد الله: لو أعطيتني ما تملك وجميع ما ملكته العرب، على أن أرجع عن دين محمد صلى الله عليه وآله وسلم طَرْفة عين ما فعلت. قال: إذًا أقتلك. قال: أنت وذاك. فأَمر به فصُلب، وقال للرماة: أرموه قريبًا من يديه، قريبًا من رجليه، وهو يعرض عليه وهو يأبى. ثم أمر به فأنزل، ثم دعا بقدر فصبَّ فيه ماء حتى احترقت، ثم دعا بأسيرين من المسلمين فأمر بأحدهما فألقي فيه وهو يعرض عليه النصرانية وهو يأبى، ثم أمر به أن يُلقى فيها. فلما ذُهب به بكى، فقيل له: إنه قد بكى، فظنَّ أنه جزع فقال: ردّوه فعرض عليه النصرانية، فأبى. فقال: ما أباك إذًا؟ قال: أبكاني أني قلت في نفسي تُلقى الساعةَ في هذه القدر فتذهب، فكنت أشتهي أن يكون بعدد كل شعرة في جسدي نَفْس تُلقى في الله. قال له الطاغية: هل لك أن تقبّل رأسي وأخلّي عنك؟ قال له عبد الله: وعن جميع أُسارى المسلمين؟ قال: وعن جميع أسارى المسلمين. قال عبد الله: فقلت في نفسي: عدوٌّ من أعداء الله، أقبّل رأسه يخلِّي عني وعن أسارى المسلمين لا أُبالي فدنا منه فقبّل رأسه، فدفع إليه الأسارى. فقدم بهم على عمر رضي الله عنه، فأُخبر عمر بخبره، فقال عمر: حقٌّ على كل مسلم أن يقبّل رأس عبد الله بن حذافة وأنا أبدأ، فقام عمر فقبّل رأسه. كذا في كنز العمال. قال في الإِصابة: وأخرج ابن عساكر لهذه القصة شاهدًا من حديث ابن عباس رضي الله عنه موصولًا، وآخر من فوائد، هشام بن عثمان من مرسل الزهري. انتهى. (تاریخِ دمشق لابن عساکر، ج:۲۷، ص:۳۵۸)

● چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں معمول یہ تھا، کہ جو آپؐ کے یہاں آتا تھا آپؐ کے یہاں اِنفرادی دعوت کی جو اہمیت بیان کی جاتی تھی اُس سے اُس کے دل میں یہ تقاضہ ہوتا تھا کہ اپنی قوم کو دعوت دینی ہے۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دعوت قبول کی آپؐ کی تو اپنی قوم کو دعوت دینے کا تقاضہ پیدا ہوا۔ اُنہوں نے اپنی قوم کو جا کر دعوت دی۔ لیکن یہ بات میں پہلے عرض کر دیتا ہوں کہ کسی کی حیثیت اور کسی کی کرامت' کسی کی اپنی ذاتی حیثیت اور کسی کی اپنی ذاتی کرامت اِن سب سے بڑھ کر اُمت کی ہدایت کا جو ذریعہ ہے وہ ''محنت'' ہے۔ حیثیت وکرامت' جب تک مجاہدہ نہیں ہے، حیثیت اور کرامت کوئی مجاہدہ نہیں ہے۔ داعی کا صبر کرنا مدعو کی ہدایت کا سبب بنتا ہے۔ یہ اُصولی بات ہے۔ ورنہ آپ غور کر لیجئے اِس قصہ میں کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بات قبول کر لی تو عرض کیا کہ اپنی قوم کو جا کر دعوت دیتا ہوں، فرمایا کہ جاؤ! مگر عرض یہ کیا کہ مجھے قوم کو دعوت دینے کے لیے کوئی کرامت چاہیے۔ وہ میری بات سے متأثر ہوں، روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے کہنے پر اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی، اور دُعاء یہ کی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہٗ آیۃً (اے اللہ! اِس کے لیے نشانی کر دے) کہتے ہیں کہ میری دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر ایک تیز روشنی (جو دور سے چمکے) سی پیدا ہوگئی۔(۱) میں اِس کرامت کو لے کر؛ اِدھر یہ کرامت تھی اُدھر حیثیت! لے کر گئے کہ اب تو میری حیثیت ایسی ہے کہ میری قوم میری بات مانے گی، فرمایا: جاؤ۔ آدھے ہی راستہ پر یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میری قوم یہ کہے اِنہوں نے بت پرستی کو چھوڑ کر اسلام اختیار کیا تھا اِس لیے اِن کا چہرہ بدل گیا ہے!۔ آنکھوں کے بیچ میں جو روشنی تھی جس کو کرامت کہہ کر آپؐ سے کہہ کر حاصل کیا تھا اب کہہ رہے کہ اے اللہ! میں دُعاء کرتا ہوں کہ اِسے ہٹا دے۔ (تو جو کرامت دعوت دینے کے لیے آپؐ سے دُعاء کرا کر لے کر چلے تھے اب خود دُعاء کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اِس کو ہٹاؤ)۔ میری قوم یہ کہے گی کہ اپنا دین بدلا اس لیے چہرہ بدل گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ یہ روشنی اُن کے چہرہ سے ہٹ گئی۔ اور آگے چلے تو حیثیت!! کہ میں کہوں گا تو میری قوم میری بات مانے گی!! اُصولی بات یہ ہے کہ داعی کا جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ دوسروں کی ہدایت کا سبب بنتا ہے۔ صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اُن کو نہ آلات نظر آئے، نہ حیثیت، نہ کرامت۔ صرف میدان میں اُتر کر جو محنت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اُن کی قربانیوں پر اور اُن کے تکالیف کو برداشت کرنے پر اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں (میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ) اللہ کی مخلوق سے محبت کی جو اصل علامت ہے وہ صرف اور صرف اِن کو جہنم سے بچانا ہے۔ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ ہم رفاہی کاموں میں مال خرچ کرتے ہیں اور ہم بہت خیر کے کاموں میں مال خرچ کرتے ہیں۔

---

(۱) قال: فخرجت إلى قومي حتى إذا كنت بثَنِيَّة تُطلعني على الحاضر وقع نور بين عينيَّ مثل المصباح، قال: فقلت: اللّٰهمَّ في غير وجهي، فإني أخشى أن يظنُّوا أنَّها مُثْلَة وقعت في وجهي لفراق دينهم. قال: فتحوَّل فوقع في رأس سَوْطي، فجعل الحاضر يتراؤون ذلك النور في سوطي كالقنديل المعلَّق وأنا هابط إليهم من الثَنِيَّة، حتى جئتهم فأصبحت فيهم.
(البداية والنهاية، ج: ۴، ص: ۲۴۴)

## کوئی اُمّت کے بارے میں اپنے مال سے کتنا بھی خیر خواہ کیوں نہ ہو لیکن خدا کی قسم! اُس کو جہنم سے بچانے سے بڑھ کر کوئی خیر خواہی نہیں ہے

میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ ’’کوئی اُمت کے بارے میں اپنے مال سے کتنا بھی خیر خواہ ہو لیکن خدا کی قسم! اُس کو جہنم سے بچانے سے بڑھ کر کوئی خیر خواہی نہیں ہے۔ ورنہ جہنم سے اُمت کو بچانے کے علاوہ جتنے بھی کوئی خیر کے کام کرسکتا ہے یہ سارے خیر کے کام غیر مسلم بھی کرتے ہیں‘‘۔

اِس لیے آپ ؐ نے صاف فرمادیا کہ اگر کوئی شخص ساری دُنیا کا مال بھی اللہ کے رضا والے کاموں میں خرچ کردے تو آدھے دن نکل کر دعوت دینے والے کے برابر نہیں ہے، یہ حدیث ہے۔ پڑھیئے حدیث۔ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم ساری دنیا کا مال خرچ کردیتے اللہ کے رضا والے کاموں میں اور خیر کے کاموں میں تو صبح نکلنے والی جماعت کے مقام کو حاصل نہیں کرسکتے۔(۱)

● تو میں نے عرض کیا کہ یہ اپنی حیثیت کو اور کرامت کو لے کر چلے۔ قوم نے اِن کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ واپس آئے، آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ! میری قوم نے میری بات ماننے سے انکار کردیا، آپ اِن کے لیے بدعا کیجئے!! یہ ایک اُصول ہے۔ کہ اِس میدان میں اُترنے کے بعد جو لوگ کام کو کام نہیں بنائیں گے اور میدان میں اُتر کر کام نہیں کریں گے اُن کے اندر ایسی مایوسی افلاس پیدا ہوگی یا تو یہ قوم کو چھوڑ دیں گے یا بدعاء پر آجائیں گے۔ فرمایا: نہیں، طفیل! تم جاؤ! اور قوم میں کام کرتے رہو، اور اُسی قوم میں واپس جاؤ! تم جس کی ہلاکت کی بدعاء کرانے کے لیے آئے ہو واپس جاؤ!۔ اور آپ ؐ کی ہجرت سے لے کر خیبر کے موقع تک (کتنی لمبی مدت ہے یہ) فرمایا اپنی قوم میں جا کر محنت کرو، تم اپنے آپ کو یہ مت سمجھو کہ بس! تم ہی قوم میں ایک آدمی تھے، تمہارے جیسے ہیرے اور بھی ہیں قوم میں۔ اِنہوں نے آپ ؐ کی ہجرت سے پہلے سے لے کر خیبر کے موقع تک اپنی قوم میں محنت کی، 80 خاندان لے کر پہنچے خیبر کے موقع پر۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنہی کے قبیلہ سے تھے، جس قوم کی ہلاکت کی یہ بدعاء کرانے کے لیے آئے تھے اُس قوم سے ایسا آدمی لے کر آئے ہیں جو تمام صحابہ ؓ میں سب سے بڑا عظیم صحابی ؓ ہے۔

## خود جا کر دعوت دیئے بغیر دعوت کی ذمہ داری کسی ذریعہ سے ادا نہیں ہوسکتی

● اِس لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں اِس بات پر کہ آپ ﷺ نے ہر فرد کو انفرادی دعوت پر اِتنا ڈالا تھا۔ ہر ایک کو اِنفرادی دعوت پر۔ یہ پہلی سُنّت ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ کہ ہم بھی سُنّت کا احیاء چاہتے ہیں کہ یہ سُنّت اُمت میں زندہ ہو کہ ہر فرد انفرادی دعوت پر آئے، اِس کا کوئی بدل نہیں ہے کہ ہر فرد اپنی ذات سے انفرادی دعوت پر آئے۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرد کو اُٹھایا تھا اور یہی وجہ تھی کہ بڑی بڑی طاقتیں اِن کے سامنے جھکا کرتی تھیں۔ اِس لیے میں پہلے عرض کردیتا ہوں کہ خود جا کر دعوت دیئے بغیر دعوت کی ذمہ داری کسی ذریعہ سے ادا نہیں ہوسکتی۔ اِس لیے یہ بات آپ حضرات سمجھ لیجئے اچھی طرح کہ ’’جس طرح پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم باطل ہے اِس طرح

---

(۱) عن ابن عباس ؓ قال: بعث رسول الله ﷺ عبد الله بن رواحة ؓ في سريّة، فوافق ذلك يوم الجمعة. قال: فقدّم أصحابه وقال: أتخلّف فأصلّي مع رسول الله ﷺ الجمعة، ثم ألحقهم. قال: فلما صلّى رسول الله ﷺ رآه، فقال: ما منك أن تغدوَ مع أصحابك؟ فقال: أردتُ أن أصلّي معك الجمعة ثم ألحقَهم. قال رسول الله ﷺ لو أنفقتَ ما في الأرض جميعًا ما أدركت غَدْوتهم. (ترمذی، ۵۲۷)

نقل وحرکت کے ہوتے ہوئے تحریر اور قلم باطل ہے‘‘۔ آپ کو بُرا لگے گا، اور بُرا لگنا بھی چاہیے نا، کیونکہ جو آدمی ایک رُخ سے سوچتا ہے وہ دوسرے رُخ سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ قلم اور تحریر اِس کی حیثیت ایسی وقتی ضرورت ہے کہ اگر آپ کے پاس پانی نہیں ہے اور پانی باوجود کوشش کے حاصل نہیں ہوسکتا اور نماز قضاء ہو جائے گی تو آپ تیمّم کر سکتے ہیں اور تیمّم بھی باطل ہو جائے گا اگر پانی نماز کے ادا کرنے سے پہلے حاصل ہو گیا‘‘۔ اور اگر آپ نے نماز پڑھ لی تیمّم سے اور پانی بعد میں حاصل ہوا ہے تو آپ کا تیمّم اُسی نماز کے لیے رہے گا صرف، آپ اس تیمّم سے ایک عبادت کر سکتے ہیں، یہ اِتنی موقت اور اِتنی وقتی چیز ہے۔ (آپ میری بات پر توجہ دیں؛ میں کچھ کہہ رہا ہوں) جو حیثیت تیمّم کی ایک بیمار کے لیے اور ایک ہے **فاقدطہور** کہتے ہیں، کہ جس کو پانی نہ ملے تو کیا کرے، وہ مٹی استعمال کرے۔ جس کو پانی نہیں ملتا وہ مٹی استعمال کرے۔ اِس تیمّم سے آپ ایک عبادت کر سکتے ہیں صرف۔ وہ بھی جب جب آپ کو نماز پڑھنے تک پانی نہ ملے۔

## زیادہ قلموں کا چلنا اور زیادہ تحریرات کا ہونا یہ تو قربِ قیامت کی علامت ہے

● مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے، اِس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ یہ ذہن سے نکال دیجیے کہ کوئی قلم، کوئی تحریر وہ آپ کے قدم کا اور آپ کے نقل وحرکت کا متبادل ہوسکتا ہے یہ کبھی ممکن نہیں ہے۔ میں صاف طور پر کہہ رہا ہوں آپ کو، آپ کو اِس لیے ہو رہی ہے کہ رواج اِتنا غالب آ گیا ہے کہ آج ایسی باتیں آدمیوں کے اندر سننے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ ہم صاف طور پر عرض کر رہے ہیں اور سیرت سے عرض کر رہے ہیں ’’کوئی تحریر مؤثر نہیں جب تک اُس تحریر کے ساتھ تحریک (نقل وحرکت) نہ ہو۔ آپ لکھتے رہیے، جتنا چاہے لکھیے!! زیادہ قلموں کا چلنا اور زیادہ تحریرات کا ہونا یہ تو قربِ قیامت کی علامت ہے۔ کوئی تحریر مؤثر نہیں تحریک کے بغیر‘‘۔ آپ کو بُرا لگے گا، آپ تو اچھے اچھے مضامین لکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ کام ہو رہا ہے۔ (**بین یدی الساعۃ۔۔۔ وظہور القلم**، مسند احمد، ۳۸۷۰)

## مولوی صاحب! مجمع سے کہو کہ رواج سے اپنے آپ کو بچائیں!

اللہ تعالیٰ! غریقِ رحمت کرے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کو، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگ بنائے تھے واقعی، کہ جن کو حضرتؒ کی بات نقل کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تھا۔ پُرانوں کا مجمع آیا ہوا تھا یہاں (یوپی) کا، میں (مولانا محمد سعد غفرلہٗ) بیٹھا ہوا تھا حضرت (مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ) کے پاس؛ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ نے، حضرتؒ سے کہا کہ حضرت! یوپی کا پُرانوں کا مجمع آیا ہوا ہے، کیا کہنا ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو باتیں مختصر فرمائیں؛ فرمایا: ’’مولوی صاحب! مجمع سے کہو رواج سے اپنے آپ کو بچائیں۔ میں اُس زمانہ کی بات کر رہا ہوں جب اِن موبائیلوں کا کوئی تصور بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی کوئی چیز دنیا میں آسکتی ہے۔ میں تو صاف طور پر کہتا ہوں کہ بے چارے اُلٹی کھوپڑی کے لوگ ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ یہ بھی ذریعہ ہے۔ آپ کو اچھا لگے یا بُرا لگے؛ جو آپ کو اِس کی ترغیب دے رہا ہے تو یہ آپ پر شیطان مسلط ہے۔ اور جو آپ کو اِسے ذریعہ بنا کر پیش کر رہا ہے وہ آپ کو سُنّت سے ہٹانا چاہتا ہے۔ آپ کے دل ودماغ میں جو شکلیں بیٹھی ہوئی ہیں، آپ کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے اِس کی کہ اِس سے معاشرہ کیا بگڑے گا، اِس سے کونسی سُنّت چھوٹے گی اِس کی آپ کو کوئی پَرواہ ہی نہیں ہے۔ آپ تو صرف جائز کے غلام بن کر چل رہے ہیں، کہ یہ جائز ہے، یہ کرنا ہے۔ آپ تو اِس کے متبع رہنا ہی ہے، آپ جواز کے متبع ہیں۔

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرا لدینہ وعرضہ و من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعٰی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا و ان لکل ملک حمی الا و ان حمی اللہ محارمہ الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا و ھی القلب (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور اس کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سارے لوگ نہیں جانتے، پس جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا اس نے اپنے دین، عزت و آبرو کو طعنہ زنوں سے بچالیا اور جو مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام میں جا پڑا۔ اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح کہ کوئی چرواہا چراگاہ کے اِردگرد اپنے جانور چرا رہا ہے، قریب ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر والے گھاس پہ چرنے لگیں، اچھی طرح سنو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ، یہ محرمات ہیں، خبردار! بیشک! جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ دُرست رہے تو تمام جسم دُرست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، اچھی طرح سن لو وہ ٹکڑا دل ہے (یعنی دل کے دُرست رہنے سے اعمالِ خیر اور احوالِ خیر اور اخلاقِ اعلیٰ میسر آتے ہیں)۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح:۔ حلال واضح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا حلال ہونا نص سے ثابت ہو چکا ہے مثلاً کھانے پینے کی جانی پہچانی چیزیں اور نیک گفتگو اور جن چیزوں کا دیکھنا شریعت نے مباح قرار دیا اُن کو دیکھنا اور استعمال میں لانا مثلاً نکاح کرنا، چلنا پھرنا وغیرہ۔

حرام ظاہر کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا حرام ہونا نص سے معلوم و معروف ہو چکا ہے مثلاً شراب، سور، مردار، جاری خون، زنا، جھوٹ، غیبت، اجنبیہ عورت اور نابالغ بچے پر شہوت سے نظر ڈالنا وغیرہ۔

مشتبہ چیزوں سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے حلال یا حرام ہونے میں دلائل کے تعارض کی وجہ سے شبہ ہے ایسی چیزوں کی حقیقت بہت سارے لوگ نہیں جانتے، اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان چیزوں کو جانتے ہیں وہ ائمہ مجتہدین اور راسخ العلم علماء ہیں ان کے جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دلائل سے ایک پہلو کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ شبہات کے سلسلہ میں علماء کے تین مذہب ہیں؛

(۱) سب سے زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے متعلق حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۲) اس چیز پر حرام کا حکم لگایا جائے گا۔ (۳) اس کو مباح قرار دیا جائے گا۔

مشتبہ کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت نے انہیں آ کر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اب یہ منکوحہ عورت اس آدمی کے حق میں مشتبہ ہے، پس بہتر یہی ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں نہ رکھے، دوسری مثال ایسا مال جو حلال اور حرام دونوں ذرائع سے اکٹھا کیا گیا ہو وہ مشتبہ ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

''چرواہے کی طرح'' اس میں حرام چیزوں کو جن کی ممانعت کی گئی ہے چراگاہ سے تشبیہ دی اور چرواہے کو شبہات میں مبتلا ہونے سے مشابہت دی کہ جس طرح چرواہے کو چراگاہ سے ہٹ کر جانور چرانے چاہئیں تا کہ اُس کا کوئی جانور چراگاہ میں منہ نہ مارے، اگر وہ نزدیک چرائے گا تو کوئی نہ کوئی جانور ضرور اس چراگاہ میں باڑ عبور کر کے جا پڑے گا یا کم از کم وہیں سے منہ مارے گا۔ بالکل اسی طرح آدمی کا فرض بنتا ہے کہ شبہات سے دور رہے اور اپنے کو ان سے دور رکھے تا کہ محرمات کا ارتکاب نہ کر بیٹھے ''خبردار ہو کہ ہر بادشاہ کی'' اس سے اس تشبیہ کی مزید وضاحت فرمائی ہے کہ پُرانے زمانہ میں بادشاہوں کی اپنی خصوصی چراگاہیں ہوا کرتی تھیں، جہاں ان کے خصوصی مویشی چرتے یا اس طرح کہا جائے کہ زمانۂ اسلام میں جو ظالم بادشاہ گزرے ہیں اُنہوں نے اپنی خصوصی چراگاہیں تجویز کر رکھی تھی۔ جو کہ جائز نہیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی چراگاہوں سے مراد حرام اشیاء ہیں؛ پس جس نے ان حرام چیزوں کو استعمال کیا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ میں گھس گیا، اب ارتکابِ حرام کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق بن گیا۔

ان حرام و ممنوع اشیاء میں دو قسم کی چیزیں ہیں؛ نمبر (۱) جن کی بخشش نہیں ہوتی مثلاً: شرک و کفر۔ نمبر (۲) وہ چیزیں جن میں بخشش کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے؛ خواہ بخش دے، خواہ سزا دے اور اگر کوئی شخص مخلصانہ توبہ کرے تو تمام کی بخشش ہو جاتی ہے۔

کنزالعمال کے مؤلف حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے یہاں ایک ترتیب قائم کر کے اعمال کی درجہ بندی اس طرح کی ہے: نمبر (۱) حدِ ضرورت: یہ اوّل درجہ ہے، اس میں بندہ اپنے تمام اعمال میں ضرورت کی حدود پر اکتفاء کرتا ہے تو وہ ہر اعتبار سے سلامت رہتا ہے۔ نمبر (۲) مباح: اگر درجہ ضرورت سے قدم بڑھا کر مباحات میں داخل ہوتا ہے اور وسعت کرتا ہے، اگر اسی پر رک جائے تو مناسب ہے۔ نمبر (۳) مکروہ: مباحات میں آگے قدم بڑھاتے بڑھاتے مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ناپسندیدگی کا پہلا قدم ہے۔ نمبر (۴) محرمات: اگر مکروہات میں رُک گیا تو کسی قدر قابلِ ملامت ہوا اور اگر آگے چلتا گیا تو شیطان اُسے محرمات میں لا پھینکے گا۔ یہ بدبختی کی ابتداء ہے۔ نمبر (۵) کفریات: محرمات کو اختیار کر کے حرام کے گہرے کھڈ یعنی کفر میں جا گرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

''ٹکڑے کا بگڑنا'' دل میں جب بُرائی کی تاریکی گھس جاتی ہے اور اس کا سبب انکار اور کفر یہ شکوک و شبہات ہیں۔ اب دل کے بگڑنے سے تمام بدن گناہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور ان کا ارتکاب بغیر احساس کے کیے جاتا ہے، اس لیے ہر مسلمان مکلف کے لیے ضروری ہے کہ دل کی طرف سے منع کرے؛ تا کہ دل جلدی سے مشتبہات میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بدن کی دُرستگی کا دارومدار حلال غذا پر ہے۔ کیونکہ اس سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور دل کی صفائی سے تمام بدن میں بھلائی اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور آدمی اچھے اعمال اختیار کرتا ہے۔

خلاصۃ الکلام: محققین اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے فوائد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تین احادیث جن کو اسلام کا مدار کہا جاتا ہے، ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے، وہ تین حدیثیں درج ذیل ہیں:

(۱) انما الاعمال بالنیات۔ (۲) من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ (۳) الحلال بین و الحرام بین۔ یہی مذکورہ روایت۔

تو فرمایا مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ سے ''مولوی صاحب! یہ کہو کام کرنے والوں سے کہ رواج سے بچیں۔ اُس زمانہ میں فون ہوا کرتے تھے؛ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ نے بیان کیا یو پی والوں میں۔ اور بیان میں یہ کہا کہ یہ کام قلم سے کبھی نہیں چلے گا؛ بلکہ اِس کام کے لیے صرف قدم ہے، قلم نہیں۔ (مولانا عبید اللہ بلیاویؒ نے فرمایا مولانا الیاس صاحبؒ کا بیان) اور پھر یہ فرمایا کہ یہ کام فون سے نہیں چلے گا یہ کام خون سے چلے گا، جو جتنا اپنا خون بہائے گا اور دن بھر اپنے آپ کو تھکا وے گا ایسوں کے پیچھے جو اصل سُنّت ہے، وہ تو کام کرے گا؛ اور جس کے لیے یہ آلات اور ذرائع اور یہ رواجی شکلیں بنی ہوئی ہیں وہ تو یہ سمجھے گا کہ جب اللہ نے یہ سہولتیں دی ہیں (تو اِن کا استعمال کیا جائے) (ایسا صحیح نہیں ہے) کیونکہ سہولت مجاہدہ کے منافی (خلاف) ہے۔

● کہ جی! اِس زمانہ میں لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کسی بھی ذریعہ سے بات پہنچا دو، بات تو پہنچے۔ بات کا پہنچانا تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ بات کا پہنچا دینا کہیں یہ تو کوئی قابلِ اطمینان چیز ہی نہیں ہے۔ نہ ماننے والوں سے قیامت میں سوال ہوگا **الم یأتکم نذیر** (۱)، آپ اِس آیت پر ہی غور کرلیں صرف؛! اللہ یہ نہیں کہیں گے قوموں سے کہ تم گئے تھے نبی کے پاس؟! بلکہ نبی کے بارے میں اللہ تعالیٰ قوم سے پوچھے گا **الم یأتکم نذیر**، کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اِس آیت کے ذیل میں علماء نے لکھا ہے کہ نبی کے ذمہ ہے، کہ وہ خود جائے قوم کے پاس، مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ پھرا مت کریں، آپ کی بات سچ ہے' حق ہے' آپ کا دل بہت اچھا ہے، آپ ایک جگہ بیٹھئے؛ جس کو دین سیکھنا ہوگا آپ کے پاس آئے گا، یہ ایک مشرک کا کہنا ہے۔ آپ پڑھئے حدیث' سیرت۔ آپ ایک مخلوط مجمع کے پاس گئے دعوت دینے' وہاں مسلمان' اغیار اور منافقین تھے بیٹھے ہوئے، ایک مشرک نے یہ کہا تھا آپ پِھرا مت کریں۔ اِس زمانہ کا مسلمان کہتا ہے پھرنے سے کیا فائدہ!! (مجھے تو اس پر حیرت ہوتی ہے)۔ میری یہ بات یاد رکھنا آپ سب! خُروج اور نَفر یہ قِوام ہے اِس کام کا، اِس کے بغیر اگر آپ چاہتے ہیں کہ دعوت اُمت تک پہنچ جائے تو یہ سوچ آپ کی خلافِ سُنّت ہے۔ نَفر (راہِ خدا میں نکلنا) قِوام ہے، نَفر کے بغیر دعوت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اِس کام کا اِمتیاز ہی نقل و حرکت ہے۔ ورنہ میں آپ سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ اگر آپ آلات اور رواج کی طرف چلے تو آپ کے نزدیک خُروج مستقل اَمر نہیں رہے گا؛ بلکہ آپ اِس تک پہنچ جائیں گے کہ بھئی! اگر ہمارے اندر دین نہیں آ رہا ہے تو پھرنے سے کیا فائدہ ہے!!۔ کہ اگر نماز پڑھنے سے ایک آدمی کی زندگی نہیں بدل رہی ہے تو نماز پڑھنے نہیں جایا جائے۔ بتایئے کوئی کہہ سکتا! میں کہتا ہوں کُفر ہے کہنا کُفر؛ کوئی اگر نماز کے بارے میں یہ کہہ دے کہ نماز سے جب آپ کی زندگی میں تبدیلی نہیں آ رہی ہے تو کیا فائدہ نماز پڑھنے کا؛ آپ بتایئے کیا ایسا ہوسکتا ہے!؟۔ اور آپ صاف کہہ دیتے ہیں کہ اگر تبلیغ میں پھرنے سے آپ کی زندگی میں تبدیلی نہیں آ رہی ہے تو پھر کیا فائدہ۔ دیکھئے! میں حیران اِس پر ہوں کہ آپ نماز کی طرح دعوت کو فرض کیوں نہیں سمجھتے۔ آپ کیوں کہہ رہے ہیں یہ بات۔ کہ اگر تبلیغ میں پھرنے سے آپ کے اندر تبدیلی نہیں آئی تو پھرنے سے کیا فائدہ!! مَیں کہتا ہوں یہ بات

(۱) سورۂ ملک، آیت: ۸

اِس کے برابر ہے بالکل کہ کوئی یہ کہہ دے کہ جب نماز سے آپ کی زندگی نہیں بدل رہی ہے تو نماز پڑھنے سے کیا فائدہ!!۔ کوئی فرق نہیں ان دونوں باتوں میں۔ اور اب تو وہ کریں گے جو نماز کے فریضہ کو دعوت کے فریضہ سے، نماز اور دعوت کے فریضہ میں فرق سمجھیں وہ کہیں گے یہ بات۔

● ''امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک کہہ گئے کہ دعوت کا چھوڑنا نماز کے چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے''۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ آدمی نماز پڑھتا ہے مگر دوسروں کو آمادہ نہیں کرتا نماز پر تو یہ نمازی گناہ گار ہے اللہ کے نزدیک۔

● میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خُروج، نقل وحرکت اور نَفر وہ اس کا قِوام ہے اور کوئی تحریر اِس کی متبادل نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار، بار بار یہ فرمایا، ۷ مرتبہ یہ فرمایا کہ: میں اِس راستہ میں نکلوں، قتل کیا جاؤں، زندہ کیا جاؤں، قتل کیا جاؤں، زندہ کیا جاؤں؛ اپنی اُمت کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ تم دین کے احیاء اور دین کے دُنیا میں عام ہونے کے لیے خُروج کے علاوہ کسی اور چیز کو متبادل مت بنائیے۔ تعلیم اور دین سکھلانا تو اُن لوگوں کے لیے ہے جو اِس محنت سے طلب لے کر آجائیں۔ تعلیم کا درجہ اِس لیے دعوت کے بعد ہے، کہ جو طلب لے کر آتے ہیں اُن کو تعلیم دینا علماء کی ذمہ داری ہے۔ اُمت میں اِس کی طلب نہیں ہے، اور اِس بات سے کوئی اِنکار نہیں کرسکتا کہ ورنہ تعلیم اُمت کے درمیان چند افراد تک محدود ہوکر رہ جائے گی۔ اور آپ محبوب انسان کو دیکھ کر مطمئن رہیں گے کہ ہاں! ماشاء اللہ! مکاتب بھی ہیں، مدارس بھی ہیں، اور آپ کو وہ انسانوں کا یہ بہتا ہوا سیلاب جو جہنم کی طرف جارہا ہے، بغیر کلمہ نماز کے اِس کا کیا ہوگا۔

## اِتمامِ حُجت اور ذمہ داری کے ادا ہونے کے لیے کوئی تحریر کافی نہیں ہے

● ایک فیصد (یہ میں بہت احتیاط سے کہتا ہوں کہ) زیادہ سے زیادہ تین فیصد مسلمان جو قرآنی مکاتب اور دینی مدارس سے وابستہ ہیں اور ساڑھے اٹھانوے فیصد مسلمان اُنہیں کلمہ، نماز، علم اور دین سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ اِس لیے عرض کرتا ہوں کہ نَفر قِوام ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کو ثابت کیا ہے کہ اگر باطل مغلوب ہوسکتا ہے تو اُس کی ایک شرط یہ تھی کہ تم دین کا پیغام خود لے کر جاؤ، باوجود یہ کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی خطوط کے بھیجنے کا اور ڈاک کا نظام تھا، ایک منزل سے دوسری منزل، تیز رفتار گھوڑے وہ ایک دوسرے کے پیغامات کو لے کر پھرا کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت بنائی اور جماعت بنا کے بھیجا کسریٰ کی طرف۔ خط اِس لیے دیا کہ یہ بادشاہ ہے۔ کیونکہ آپ یہ دیکھ لیجئے کہ چند خطوط ملتے ہیں جو آپؐ نے بادشاہوں کو لکھے ہیں؛ ورنہ ساری جماعتیں ملیں گی آپ کو جو روانہ کی گئی ہیں۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ''اِتمامِ حُجت دعوت کے بغیر ممکن نہیں ہے''۔ اِتمامِ حُجت اور ذمہ داری کے ادا ہونے کے لیے کوئی تحریر کافی نہیں ہے۔ آپؐ نے خود دعوت دی ہے۔ کوئی تحریر اتمامِ حُجت کے لیے کافی نہیں ہے: اب تو سارا کام ہی تحریر پر ہے۔ اور تحریر میں بھی ہم کیا عرض کریں کہ وہ بھی تحریر خود لے کر جانا بھی نہیں ہے اور تحریر جب انہیں بھیجنا بھی نہیں ہے اب تو باطل آلات ہیں اور مُنکرات آلات ہیں اور اِن کے ذریعہ سے دین کے پیغامات کے پہنچانے کو بے چارے دین کی دعوت سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور وہاں اپنی جماعت بنائی۔ عبداللہ ابن عمر بھی صحابی تھے اور حضرت خزیمہ بھی صحابی تھے اور ۳۰

صحابہؓ کے نام آتے ہیں جن کی جماعت بنا کر شجاع ابن وہب کے ساتھ کسریٰ کی طرف بھیجی گئی۔ فرمایا: جاؤ! جا کر ہمارا پیغام پہنچاؤ۔ خط ہوتا تھا بطورِ ثبوت کے؛ کہ ہم نے بھیجا ہے اور اتنی سی بات ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جماعت کا بھیجنا ہوتا تھا بطورِ اصلاح اور تربیت کے اور ذمہ داری کے۔

## جس طرح نماز کے پڑھنے میں نماز کا کوئی متبادل نہیں آپ کے بدن کے علاوہ؛ اِسی طرح دعوت دینے میں آپ کے بدن کا کوئی متبادل نہیں

میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ ذہن سے نکال دیجئے کہ آپ کا خود جا کر دعوت دینا اِس کا کوئی متبادل کبھی ہوسکتا ہے!! جس طرح نماز کے پڑھنے میں نماز کا کوئی متبادل نہیں آپ کے بدن کے علاوہ؛ اسی طرح دعوت دینے میں آپ کے بدن کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ خارجی چیزیں جتنی بھی ہیں وہ مجاہدہ نہیں ہے؛ مجاہدہ تو صرف آپ کا اپنا فعل مجاہدہ ہے۔ آپؐ نے جماعت روانہ کی، اُنھوں نے جا کر بادشاہ کے آدمیوں سے کہا؛ آپؐ خط ہی تو پہنچا رہے ہیں نا!! (میری بات سنئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں) یہ کفار نے کہا؛ بادشاہ کے آدمیوں نے کہا خط ہی تو پہنچانا ہے نا! لاؤ! خط ہم پہنچا دیں گے!! نہیں: ایسا نہیں ہے، ہم خود ملاقات کریں گے۔ کہ جو آپ کے دماغ میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ اور بھی ذرائع ہیں؛ یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں؛ کہ کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ علماء سے عوام کے منتقل ہونے اور اُمت تک دین کی دعوت کے پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؛ سوائے اختلاط کے؛ سوائے عوام اور علماء کے اِجتماع کے؛ سوائے اُمتِ دعوت اور اُمتِ اِجابت کے جمع ہونے کے میں کہتا ہوں کوئی ذریعہ نہیں ہے بات کے پہنچانے کا۔ خط تو ہم پہنچائیں گے، کیونکہ اکثر اُس سے ہمارا آمنا سامنا ہے۔ ہمیں ملاقات۔ صرف مدعو کو باخبر کر دینا؛ صرف مدعو کو اطلاع کر دینا یہ دعوت نہیں ہے؛ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ کسی کے ذریعہ سے بات پہنچائی جاسکتی ہے تو میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ جہاں لوگ خود بات نہیں پہنچاتے وہاں اللہ بات کے پہنچانے کا ذمہ نہیں لیتے۔ جہاں داعی بات خود نہیں پہنچائے گا وہاں اللہ بات کے پہنچانے کا ذمہ نہیں لیں گے۔ اور جہاں تم خود بات پہنچاؤ گے وہاں اللہ بات کے پہنچانے کا ذمہ لے لیں گے۔

## دور تک آواز پہنچانے کے دو واقعات

ایک صحابیؓ جب اُن کا بیٹا مشرکین کے قید میں تھا وہ جا کر کہتے تھے کہ بیٹے! نماز پڑھ لو۔ وہ فجر کی نماز سے پہلے اُس بیٹے کو جیل میں اپنے باپ کی آواز پہنچ جایا کرتی تھی۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ تو مشہور ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں کہہ رہے ہیں کہ **یاساریة الجبل**، ساریہ پہاڑ کی طرف ہوجاؤ۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ امیر المؤمنین! بہک گئے، یا نیند آ رہی ہے، یا دماغ تھکا ہوا ہے، کہ کیا بات ہے کہ دماغ کام نہیں کر رہا ہے، یہاں کہاں ساریہ ہے، اور یہ یہاں مدینہ میں خطبہ میں کہہ رہے ہیں کہ ساریہ پہاڑ کی طرف ہوجاؤ!!۔ جماعت واپس آئی، آ کر کہا کہ حضرت عمرؓ کی آواز ہم نے سنی میدان میں۔(۱) اور اُن کی آواز سب نے سنی۔ جہاں بات دعوت کے لیے پہنچائی جاتی تھی وہاں بات کو پہنچانا اللہ اپنے ذمہ لیتے تھے۔ اور جہاں بات کا پہنچانا باطل آلات پر ہوگیا ہے

---

(۱) ذکر سيف عن مشايخه أن سارية بن زنيم قصد فسا و دارابجرد، فاجتمع له جموع من الفرس والأكراد عظيمة، ودهم المسلمين منهم أمر عظيم وجمع كثير، فرأى عمر في تلك الليلة فيما يرى النائم معركتهم وعددهم في وقت من النهار، وأنهم في صحراء، وهناك جبل إن استندوا إليه لم يؤتوا إلا من وجه واحد، فنادى من الغد: الصلاة جامعة. حتى إذا كانت الساعة التي رأى أنهم اجتمعوا فيها، خرج إلى الناس وصعد المنبر فخطب الناس وأخبرهم بصفة ما رأى، ثم قال: يا سارية، الجبل الجبل! ثم أقبل عليهم، وقال: إن لله جنودا، ولعل بعضها أن يبلغهم. قال: ففعلوا ما قال عمر، فنصرهم الله على عدوهم، وفتحوا البلد (البداية والنهاية، ج: ۱، ص: ۱۷۳)

اب میں کوئی اثر' نہ کوئی ہدایات ہیں نہ کوئی اثر ہے نہ کوئی اطاعت ہے نہ کوئی تربیت ہے کچھ نہیں؛ یہ آپ کو دھوکہ لگا ہے۔ چنانچہ کسریٰ کو خط پہنچا تو اُس کو غصہ آیا کہ میرا نام بعد میں اِن کا نام پہلے!! کون ہیں یہ لوگ!! کہ جی بے چارے کمزور لوگ ہیں، کسریٰ نے کہا کہ اِن کو قید کر کے میرے پاس حاضر کیا جائے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے،اور لمبی چوڑی فوج کی کوئی ضرورت نہیں ہے' دو آدمی بہت ہیں بھیجنے کے لیے؛ یہ بے چارے غریب فقیر' ننگے لوگ ہیں،اور اپنی ذات کے اعتبار سے انتہائی کمزور ہیں، (اور سارا قصہ آپ جانتے ہیں) کہ دو فوجی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجے گئے،فرمایا کہ اِنہیں رات کو ٹھہراؤ!۔ صبح کو پیش کرنا ہمارے پاس۔ صبح پیش کیا گیا تو دونوں کانپ رہے تھے؛ فرمایا: گھبراؤ مت! بتاؤ! کیسے آنا ہوا ہے، کہ ہم تو آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں، کہا کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے مجھے گرفتار کرنے کے لیے' کہا کہ بڑے آقا کسریٰ نے حکم دیا ہے،آپ نے فرمایا: میرا آقا بڑا ہے، میرے آقا (اللہ) نے رات کو تمہارے آقا کسریٰ کو قتل کر دیا۔ ہم حیران تھے کہ یہ آدمی کیا بول رہا ہے،آپ کو خبر ہے آپ کیا بول رہے ہیں!! فرمایا: میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں' تم تحقیق کرلو۔ آج کی رات پرویز کے بیٹے نے اپنے باپ کسریٰ کو قتل کر دیا۔(۱) وہ حیران ہو گئے' کہ بھئی! آدمی دوڑاؤ۔ میں تو اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ یہ واقعات کوئی گزری ہوئی تاریخ نہیں ہے' یہ بتانے کے لیے ہے مسلمان کو کہ آج بھی اگر آپ چاہتے ہیں کہ باطل مغلوب ہو؛ تو اُس کے لیے شرط یہ ہے۔ اِس لیے میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ مجھے یہ سیرت میں ملتا نہیں ہے کہ اللہ کے راستہ میں پھرنے کے علاوہ کسی گناہ پر اللہ کے نبیؐ کو آیا ہو یا کسی کا بائیکاٹ کیا گیا ہو کسی وجہ سے' سوائے اللہ کے راستہ میں تاخیر پر۔

## صرف قتال کیلئے نکلنے کا حکم تھا اور اُس کیلئے وہ فرض ہے اور اگر وہ موقع نہیں ہے تو پھر نکلنے کا حکم نہیں ہے تو آپ کا یہ خیال غلط ہے

آپ حدیث پڑھیے' قرآن پڑھیے' یہ جو آپ کے ذہن میں بٹھا دیا گیا ہے کہ صرف قتال کے لیے نکلنے کا حکم تھا اور اُس کے لیے وہ فرض ہے اور اگر وہ موقع نہیں ہے تو پھر نکلنے کا حکم نہیں ہے تو آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ قتال کُفر کا موضوع نہیں ہے قتال وقت کی ضرورت ہے وہ بھی مقابلین سے قتال ہے۔ یہ جو خیال ہے کہ بھئی! غیر مسلم کو تلوار کے ذریعہ اسلام میں داخل کیا جائے!! اِس کا اسلام میں کوئی تصوّر ہی نہیں ہے۔ قرآن نے کہیں نہیں کہا کافر کو قتل کریں' کہیں بھی نہیں ہے، شریعت میں اِس طرح کوئی گفتگو بھی نہیں ہے، کہ کسی کو اسلام کے لیے قتل کیا جائے؛ اگر کوئی آپ سے مقابلہ کرے/قتال کرے تو آپ اُس سے قتال کریں۔ اگر آپ کے سامنے کوئی رکاوٹ بنیں تو آپ اُس رکاوٹ کو ہٹانے کی کوشش کریں۔ بلکہ جو مقابل پر آجائیں اُن کو دعوت دینا تو ثابت ہے میدان میں۔ صرف امام صاحب (امام اعظم ابوحنیفہؒ) کے نزدیک مستحب ہے کہ آپ میدانِ قتال میں دعوت دیں۔(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ثابت ہے۔ باقی مذاہب میں ہے کہ اب دعوت بہت ہو چکی اب قتال میں دعوت نہیں ہے۔ امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ نہیں' میدانِ قتال میں بھی مستحب ہے دعوت دینا۔ کہ ہم تمہیں یہاں بھی کہتے ہیں کہ تم حق کو قبول کرلو۔

---

(۱) ثم دعا كاتبًا له من أهل الحيرة فقرأه فإذا فيه: من محمد بن عبد الله ورسوله إلى كسرى عظيم فارس قال: فأغضبه حين بدا رسول الله ﷺ بنفسه وصاح وغضب ومزّق الكتاب قبل أن يعلم ما فيه، وأمر بشجاع بن وَهْب فأُخرج (سير أعلام النبلاء، ج: ۲، ص: ۱۴۴)

(۲) وفإن كانت قد بلغتهم جاز لهم أن يفتتحوا القتال من غير تجديد الدعوة؛ لما بينا أن الحجة لازمة، والعذر في الحقيقة منقطع، وشبهة العذر انقطعت بالتبليغ مرة، لكن مع هذا الأفضل أن لا يفتتحوا القتال إلا بعد تجديد الدعوة لرجاء الإجابة في الجملة. (كتاب السير، بدائع الصنائع، ج:۷، ص: ۱۰۰)

## وہ رُعب جو دعوت کی وجہ سے اُمت کو دیا گیا تھا، اُمت نے دعوت کو چھوڑ کر اِس رُعب کو ضائع کیا ہے

میں نے عرض کیا کہ یہ تھا وہ رُعب جو دعوت کی وجہ سے اُمت کو دیا گیا تھا، اُمت نے دعوت کو چھوڑ کر اِس رُعب کو ضائع کیا ہے۔ ورنہ میں عرض کر چکا ہوں کہ عبداللہ ابن حذافہؓ کے سامنے روم کی بادشاہت جھک گئی۔ ایک آدمی کو نصرانی بنانی چاہی اور آپ دیکھئے اُمت کا اِجتماعی ایک مزاج ہے۔ مجھے تو حیرت ہے اُن لوگوں پر جو تبلیغ میں نکلنے کو دین سیکھنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ میں حضرتؒ (مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا بیان نقل کر رہا ہوں آپ سے؛ فرماتے تھے: تبلیغ میں نکلتے ہیں کلمہ نماز سیکھنے کے ارادہ سے، اور جب سیکھ لیتے ہیں تو کام چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے دین سیکھ لیا ہے، ہم فارغ ہوگئے؛ حالانکہ خُروج اِقامتِ دین کے لیے ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ کو خالی کرنا زکوٰۃ کے فریضہ کو قائم کرنے کے لیے تھا۔ ورنہ یہ قتال اور یہ مدینہ کا خالی کرنا کفار کے لیے نہیں ہو رہا تھا؛ پڑھئے واقعہ پڑھیے!!۔ سب کی رائے ایک طرف؛ کیا حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ، کیا عثمانؓ وعلیؓ، کیا انصار وغیرہ سب کی رائے متفقہ یہ تھی کہ یہ مدینہ سے جماعت کے بھیجنے کا موقع نہیں ہے؛ تنہا ابوبکرؓ تھے اَڑے ہوئے اِس پر، کہ نہیں!! یہ زکوٰۃ نہیں دے رہے ہیں اور اِنہیں مال کی محبت ہوگئی ہے اور یہ ذرا بخل کر رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اِن سے قتال مت کیجئے!! یہ اِن سے مقابلہ کا وقت نہیں ہے، یہ اپنے مال سے محبت اور بخل کی وجہ سے اِس وقت زکوٰۃ دینے میں سستی کر رہے ہیں؛ فرمایا: عمرؓ! تم غلط سوچ رہے ہو، اگر آج اُنہوں نے زکوٰۃ اور نماز میں فرق کیا اور ہم نے اِن کو زکوٰۃ پر جا کے آمادہ نہ کیا (ہم مجرم ہوں گے)، یہ کہتے ہیں کہ اگر اُس دن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانعینِ زکوٰۃ کو زکوٰۃ پر لانے کے لیے جماعت روانہ نہ کرتے تو اُمت مرتد ہو چکی ہوتی۔ آج اگر کوئی جماعت کا آدمی کہہ دے کہ اگر خُروج نہیں ہوگا تو اُمت مرتد ہو جائے گی (تو پتہ نہیں کیا کہا جائے گا)۔

## حضرت ابوہریرہؓ کا بار بار قسمیں کھانا

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کو نقل کیا کہ قسمیں کھاتے رہے، قسمیں کھاتے رہے، قسمیں کھاتے رہے، لوگوں نے عرض کیا: ابوہریرہ! جانے دو، اِتنے قسمیں کیوں کھا رہے ہو، کہنے لگے: تمہیں خبر نہیں! میں کہنا کیا چاہتا ہوں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اُس دن جماعت روانہ نہ ہوتی، تمام صحابہؓ کی رائے کے خلاف اگر ابوبکرؓ تنہا فیصلہ نہ کرتے تو اُمت مرتد ہو بھی گئی تھی۔(۱)

## دعوت کے منبروں سے خروج کے فضائل اور نکلنے میں تاخیر پر عذاب کی وعیدوں کو بیان کرنے کا معمول نہ بنائیں تو اُمّت دعوت پر مجتمع نہیں ہوگی

● اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ قبیلہ جو اخراج سے انکار کر رہا تھا مرتد ہوتا؛ یہ نہیں ہے روایت کہ وہ قبیلہ مرتد ہو جاتا جو زکوٰۃ کے دینے سے اِنکار کر رہا ہے؛ فرمایا: اُمّت مرتد ہو جاتی اگر اُس دن ابوبکرؓ جماعت روانہ نہیں کرتے۔ خروج اقامتِ دین کے لیے ہے اور تعلیم اقامتِ دین کا ایک شعبہ ہے۔ میرے دوستو عزیزو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خُروج اور نَفرٌ یہ

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: والله الذي لا إله إلا هو لولا أنّ أبا بكر رضي الله عنه أستُخلف ما عُبد الله ثم قال الثانية، ثم قال الثالثة. (البداية والنهاية، ج: ٦، ص: ١٦٨)

اِقامتِ دین کے لیے ہے۔ تعلیمِ دین تو بعد کا مرحلہ ہے' اقامتِ دین تو پہلے ہے۔ اِقامتِ دین کا ایک شعبہ ہے تعلیمی۔ جس دن آپ دعوت دے کر اُنہیں کفر کے اور ردت کے ماحول سے نکال لائیں اب اِن کے لیے تعلیم کا مرحلہ ہے۔ ورنہ خُروج تو اصل لوگوں کو نکالنے کے لیے ہے۔ خُروج تو اخراج کے لیے ہے۔

## خروج اقامتِ دین کے لیے ہے اور تعلیم اقامتِ دین کا ایک شعبہ ہے

میری درخواست تو سب پُرانوں کے لیے ہے کہ ساری دُنیا کے جتنے دعوت کے مراکز ہیں' آپ کے ملک میں جتنے دعوت کے منبر ہیں اِن منبروں سے اللہ کے راستہ میں نکلنے کے فضائل کو بیان کرنا اور نکلنے میں تاخیر پر عذاب کی وعیدوں کو بیان کرنا اگر آپ نے اپنا معمول نہ بنایا تو اُمت دعوت پر مجتمع نہیں ہوگی۔ ہر مسلمان کو اِس بات کا اِحساس ہو جائے کہ میرا نہ نکلنا گناہ اور مؤجبِ عذاب ہے **الّا تنفروا یعذبکم عذابا الیما**(۱)

## اُمّت کا عالمی سطح پر دین کا نقصان ہے خروج کو (صرف) قتال پر محمول کر دینا (ہے)

آپ ذہن سے نکال دیجئے یہ قتال کے لیے ہے۔ اِس لیے کہ ایسے عارض پر نُفر کو محمول کر دینا جو ہر زمانہ میں پیش نہیں آئے گا یہ بہت بڑا نقصان کرنا ہے دین کا۔ اُمت کا عالمی سطح پر دین کا نقصان ہے خُروج کو قتال پر محمول کر دینا۔ وہ تمام وعیدیں جو صحابہؓ کے لیے قرآن نے بیان کی ہیں نکلنے پر تاخیر پر وہ وعیدیں قیامت تک کے لیے ہر مسلمان سے متعلق ہیں اور ہر زمانہ سے متعلق ہیں، قتال ہو یا نہ ہو۔ پکی بات ہے۔ لیکن میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اِس زمانہ میں مسلمان کو اِس کا اِحساس نہیں ہے کہ اگر میں نہیں نکلا اللہ کے راستہ میں دعوت الی اللہ کے لیے تو اللہ مجھے عذاب دیں گے، اللہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے؛ اِس کا کسی کو اِحساس ہی نہیں ہے؛ بلکہ آپ کو ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جو اِس بات کے خلاف ہو رہے ہیں لیکن ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو اِس بات کو کہنے والے ہیں۔ اگر چہ آپ نے سیرت پڑھی تو آپ کو معلوم ہے، کہ جہاں قتال کا ذکر بھی نہیں ہے' جہاں قتال کا شبہ بھی نہیں ہے وہاں بھی عذاب کی تنبیہ ہے اور وہاں بھی صحابہؓ کرامؓ کو اللہ کی طرف سے عذاب کے آنے کا اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی طرف سے عذاب کے آنے کا خوف ہے۔ پڑھیے آپ حدیث کو۔ اللہ نے حکم دیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کہ یحییٰ! بنی اسرائیل کو جمع کرو بیت المقدس میں۔ (ہم سب سے کہہ رہے ہیں کہ آپ جمع کیجئے، صرف اور صرف ہر اُمتی کو دعوت دے کر مسجد میں لانا ہمارے یہاں گشت کا موضوع ہے، اِن گشت کا موضوع اِخراج ہے' صرف بات کا پہنچا دینا گشت کا موضوع نہیں ہے۔ صحابہؓ کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ لوگوں کو اُن کے ٹھکانوں سے' اُن کو گناہوں کے اَڈّوں سے' اُن کے ماحول سے نکالنے کے لیے گشت ہے۔ یہ صحابہؓ کا گشت ہوتا ہے، اجلس بنا، قم بنا، یہ سارے الفاظ وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکالنے کے لیے گشت ہے۔ حکم یہ دیا اللہ تعالیٰ نے اور یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کر کے سنائی، روایت میں ہے یہ۔ تا کہ یہ معلوم ہو کہ نکلنے میں تاخیر کرنا اور دعوت کے تقاضوں میں دیر کرنا یہ اللہ کے عذاب کے آنے کا سبب ہے۔

(۱) سورۃ التوبۃ۔ آیت: ۳۹

## آلاتِ دین کی بات پہنچانے میں آدمی کا بدل نہیں بن سکتے

● حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا، آپؑ لوگوں کو جمع کریں، اور مسجد میں جمع کریں اور آپؑ خود جا کر ایمان کی بات اُن تک پہنچائیں؛ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، اللہ کا ذکر کریں؛ یہ ۵ باتیں پہنچانی تھیں بنی اسرائیل کو۔ روایت میں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کسی طرح سے مشغول تھے' یہ الگ بات ہے کہ نبی ہیں جو کسی دُنیوی کام میں نہیں بلکہ دین کے ہی کسی کام میں مشغول تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ یہ اِس کام میں مشغول ہیں؛ ایسا نہ ہو کہ اِس تقاضہ کو پورا کرنے میں دیر ہو جائے، (سنئے ذرا!) تو عیسیٰ علیہ السلام نے یاد دلایا' کہ یحییٰ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حکم دیا تھا' ایسا نہ ہو کہ یہ تقاضہ رہ جائے؛ لہٰذا! تم مجھے بتلاؤ! میں چلا جاتا ہوں اور میں اِس تقاضہ کو پورا کر دیتا ہوں جو تقاضہ تمہیں دیا گیا ہے۔ جو تقاضہ آپ کو دیا گیا تھا وہ میں پورا کر دیتا ہوں۔ آپ پڑھیے یہ روایت، یہ حدیث، ترمذی شریف کی یہ روایت ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے عیسیٰ! تم ہرگز مت جانا، اگر تم چلے گئے اور میں نہ گیا اِس کام کو کرنے کے لیے تو اللہ مجھے زمین میں دھنسا دیں گے اور اللہ مجھے عذاب دیں گے۔(۱)

● کیا یہ تصوّر ہے مسلمانوں کو آج؟۔ یہ بات میں کہہ رہا ہوں اللہ کو گواہ بنا کر اور امانت کے طور پر آپ سے عرض کر رہا ہوں، آپ یہ مت سمجھئے؛ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغام کے پہنچانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا متبادل نہیں ہو سکے تو آپ ذرا فیصلہ کیجئے کہ یہ جو آپ کے باطل آلات یہ کیا آپ کے بات کے پہنچانے میں متبادل ہو سکتے ہیں!!۔ اور وہاں بیٹھے ہیں آپ کو مسئلہ بتانے والے' وہ کہیں گے کہ کوئی حَرَج نہیں ہے۔

## ہر سال ۴ مہینے اگر اِس راستہ میں پھرنے کو اپنا جزوئے زندگی نہیں بناؤ گے تو ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتے

● اِس لیے میرے دوستو اور عزیزو! مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ: ہر سال ۴ مہینہ اگر اِس راستہ میں پھرنے کو اپنا جزوئے زندگی نہیں بناؤ گے تو ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ایک عالِم ربّانی اور ایک فقیہ کا یہ کہنا یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ آپ کا اپنا خیال ہے کہ یہ غُلو ہے اور یہ بات ہے وہ بات ہے، آپ باتیں بنا رہے ہیں' کیونکہ آپ کا علم اِتنا گہرا نہیں ہے، آپ او سطحی طور پر چل رہے ہیں، جس سے آپ رائے پوچھتے رہتے ہیں، حضرت مولانا

---

(۱) إن الله أمر يحيى بن زكريا «بخمس كلمات أن يعمل بها، ويأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها، وإنه كاد أن يبطئ بها، فقال عيسى: إن الله أمرك بخمس كلمات لتعمل بها وتأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها، فإما أن تأمرهم، وإما أنا آمرهم، فقال يحيى: أخشى إن سبقتني بها أن يخسف بي أو أعذب، فجمع الناس في بيت المقدس فامتلأ المسجد وقعدوا على الشرف، فقال: إن الله أمرني بخمس كلمات أن أعمل بهن وآمركم أن تعملوا بهن: أولهن أن تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا، وإن مثل من أشرك بالله كمثل رجل اشترى عبدا من خالص ماله بذهب أو ورق فقال: هذه داري وهذا عملي، فاعمل وأد إلي، فكان يعمل ويؤدي إلى غير سيده، فأيكم يرضى أن يكون عبده كذلك؟ وإن الله أمركم بالصلاة فإذا صليتم فلا تلتفتوا، فإن الله ينصب وجهه لوجه عبده في صلاته ما لم يلتفت، وآمركم بالصيام، فإن مثل ذلك كمثل رجل في عصابة معه صرة فيها مسك، فكلهم يعجب أو يعجبه ريحها، وإن ريح الصائم أطيب عند الله من ريح المسك، وآمركم بالصدقة، فإن مثل ذلك كمثل رجل أسره العدو فأوثقوا يده إلى عنقه وقدموه ليضربوا عنقه، فقال: أنا أفديه منكم بالقليل والكثير، ففدى نفسه منهم، وآمركم أن تذكروا الله، فإن مثل ذلك كمثل رجل خرج العدو في أثره سراعا حتى إذا أتى على حصن حصين فأحرز نفسه منهم، كذلك العبد لا يحرز نفسه من الشيطان إلا بذكر الله. قال النبي ﷺ: وأنا آمركم بخمس، الله أمرني بهن: السمع، والطاعة، والجهاد، والهجرة، والجماعة، فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه، إلا أن يرجع، ومن ادعى دعوى الجاهلية فإنه من جثى جهنم. فقال رجل: يا رسول الله، وإن صلى وصام، قال: وإن صلى وصام، فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عباد الله. ترمذی شریف، ج:۴، ص:۵۴۴۔

الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ اور اُن کی گہرائی اور اُن کی آگے کی سوچ تک تو اُن کے معاصرین نہیں پہنچ سکے تو آپ بعد والے کیا کریں گے۔ مولانا علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے: مولانا الیاس صاحبؒ کی بات سننے کے بعد میں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور منظور نعمانیؒ ہم تینوں سر جوڑ کر بیٹھتے تھے اور اُس بات کو روایتوں میں اور قرآن کی آیتوں میں تلاش کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ آدمی کچھ کہہ رہا ہو اور وہ شریعت میں اور سُنّت میں موجود نہ ہو۔

## اگر کام کرنے والوں میں نَفر کی اہمیت کم ہوئی تو یہ کام کو نقصان پہنچانے والے مجرم ہوں گے

● حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ نے صاف فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کے معاصرین میں اُن کے زمانہ کے لوگوں نے اُن سے اِستفادہ اس لیے نہیں کیا کہ وہ اُن کی سوچ تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں صاف طور سے امانت کے طور پر آپ سے کہہ رہا ہوں!! خدا نہ کرے! خدا نہ کرے! اگر کام کرنے والوں میں نَفر کی اہمیت کم ہوئی تو یہ کام کو نقصان پہنچانے والے مجرم ہوں گے۔ اگر خُروج میں کمی آئی یا خُروج کو اہمیت نہ دی گئی تو صاف بات ہے جو عرض کی ہے۔ ایک صحابیؓ نے آکر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اگر میں بجائے جماعت میں نکلنے کے اور بجائے خُروج کے اگر میں مدینہ منورہ میں رہ کر چھ ہزار سونے کی اشرفیاں خیر کے کام میں خرچ کر دوں تو کیا میرے نکلنے کا بدل ہو جائیں گے؟ آپؐ نے کیا فرمایا تھا جواب میں، آپؐ نے فرمایا: جو اللہ کے راستہ میں نکل کر سو رہا ہے وہ بھی تجھ سے بہتر ہے۔ کہ خود جا کر دعوت دینے کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

● اِس لیے میرے دوستو عزیزو! اِس کا اِہتمام کرو اور نَفر و خُروج کو، میں سب سے کہہ رہا ہوں، جتنے پُرانے آئے ہوئے اپنے تمام مراکز اور منبروں سے اللہ کے راستہ میں نکلنے کے صحابۂ کرامؓ کے اور خُروج کے فضائل خوب بیان کرو۔ اُمت میں عمومی طور پر یہ اِحساس عام ہو جائے کہ اِس راستہ میں نکلنے میں تاخیر کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ یہ بات عام ہو جائے اُمت کے اندر۔ اِس لیے! پورا مجمع اِس کا عزم کر لے اور یہ طئے کر لے کہ اِن شاء اللہ ہمیں دعوت کے اِعتبار سے، عبادت کے اعتبار سے اور تمام بشری حاجتوں میں سُنّت کا اِتباع اور اُس کا اہتمام کرنا ہے۔ (اِن شاء اللہ تعالیٰ)

# تقاضوں پر جانے والی جماعتوں کی کارگزاری

## مفتی شہزاد صاحب زید مجدہٗ

### اسپین کا تعارف اور وہاں آباد لوگوں کی جنس

● اسپین میں 2016ء کے بعد اجتماع ہوا تھا۔ اسپین بہت بڑا ملک ہے، ماضی میں مسلمانوں کی اِس سے تاریخ جُڑی ہوئی ہے؛ سب جانتے ہیں۔ اس کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے ''جزیرۃ الخضراء'' اُس میں کافی مسلمان آباد ہیں۔ تقریباً 9 لاکھ سے زیادہ مراکشی مسلمان ہیں۔ اِس کے علاوہ بنگلہ دیش والوں کی ایک بڑی تعداد ہر شہر میڈریڈ (Madrid)، مالاوا (Malaga)، بارسلونا (Barcelona) میں موجود ہے۔ نیز شام اور عراق سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان بھی ہیں۔ پورے یوروپ میں پانچ سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دوگنی ہوگئی ہے؛ کیونکہ چاروں طرف سے ہجرت کر کے مسلمان وہاں پہنچ چکے ہیں۔

### محنت کی نوعیت

● (اسپین میں اجتماع ہوا) تو الحمدللہ تقریباً ڈھائی سو لوگ اِس اجتماع میں جُڑے تھے۔ آٹھ، نو سال بعد یہ اجتماع ہوا۔ ۹۵ رفیصد (مراکش کے) عرب لوگ تھے، مغرب کے لوگ تھے اور ساتھ میں مغرب کی ایک جماعت آئی ہوئی تھی، اُس نے بھی (اجتماع میں) شرکت کی۔ ہماری جماعت کے ساتھ شیخ عصام بھی تھے جو فرانس سے آئے ہوئے تھے۔ ایک جماعت انگلینڈ سے بھی آئی تھی؛ تو اللہ کا شکر ہے! (اجتماع ہوا) کم وبیش پانچ نقد جماعتیں بنیں۔ اور اِس کے بعد کچھ وقت (باقی) تھا، ہم نے میڈریڈ (Madrid) اور ملاوا (Malaga) شہروں میں بھی وقت لگایا۔ قرطبہ (Cordoba) بھی جانا ہوا۔

### کام کی موجودہ صورتحال

● مساجد کے اندر عام طور پر ابھی جماعتیں بالکل نہ کے برابر ہیں۔ حال یہ تھا کہ وہاں ملکوں کے مشورے اور شہر کے مشورے بھی رُکے ہوئے تھے۔ اِن سب کو لے کر سارا نظام قائم کیا گیا، کہ اِن کے مناطق اور اِن کے شہر، کم از کم مہینہ میں ایک مرتبہ جُڑیں اور ماہانہ مشورہ شروع کریں۔ جہاں تھوڑا سا بھی ماحول ہے دو تین مسجدوں کا وہاں ماہانہ جوڑ شروع کریں۔ لیکن جماعتیں نہ ہونے کی وجہ سے کام ابھی بہت کمزور ہے۔ زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی ضرورت ہے۔ یہاں زیادہ مغرب (مراکش) کی جماعتیں آجائیں تو بہتر ہے۔ مغرب والوں نے تقاضہ لیا ہے کہ ہم اِن شاء اللہ جماعتیں بھیجیں گے۔

اِسی طرح آسٹریلیا، امریکہ اور انگلینڈ کے بنگلہ دیش والے لوگ (بنگلہ دیش والوں کو چونکہ یہاں کا ویزا نہیں مل رہا ہے) یہ اپنی جماعتیں یہاں بھیجیں (تو مناسب رہے گا)۔

## جبل الطارق (Gibraltar) کا سفر

● اس کے بعد ہمارے پاس دو دن اور تھے، ایک قریب میں ملک ہے چھوٹا سا ملک جبل الطارق (جبرالٹر) جو انگلینڈ کے ویزے سے وہاں جانا آسان ہے، انگلینڈ کے ماتحت ہے' تو (ہم) وہاں ایک دن کے لیے گئے تھے، وہاں (صرف دو مسجدیں ہیں۔ یہ لوگ تو کہہ رہے تھے (وہاں) کوئی ماحول نہیں ہے۔ وہاں وقت لگائے ہوئے ساتھی نہیں ہیں؛ (مگر ہم وہاں گئے) یہ پہلی جماعت تھی' جو اُس ملک میں پہنچی (یہ چھوٹا سا ملک ہے چھ کیلومیٹر کا) بس!!۔ جبل الطارق طارق بن زیادؒ اُسی جگہ اُترے (تھے)، جبل طارق سے یہ (جبرالٹر) بنا۔ آج تک اُن کے سارے آثار وہاں پر موجود ہیں۔ وہ تاریخ رہی ہے اِس کی۔ اس کی سیاسی اعتبار سے (یہ اہمیت ہے کہ) یہاں ایک ایسا کونا نکلتا ہے جس سے پانی کے جہاز پار ہوتے ہیں وہ اُسی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہر ملک نے چاہا کہ اِس پر ہمارا قبضہ رہے۔ کبھی فرانس نے، کبھی اسپین نے، کبھی انگلینڈ نے اور کبھی مغرب نے' تو اب انگلینڈ کے ماتحت ہے دو سو سال سے۔

## اِمامِ مسجد سے ملاقات

وہاں جب مسجد تلاش کی اور مسجد میں پہنچے تو (معلوم ہوا) کہ امام صاحب کے والد صاحب وقت لگائے ہوئے ہیں، وہ مغرب کے تھے سن ۱۹۷۲ء میں بتایا کہ میرے والد نظام الدین وقت لگانے گئے تھے اور تین مرتبہ وقت لگانے آئے ہیں۔

## صبح سے شام تک کی محنت

صبح سے شام تک اُنہوں نے بہت نصرت کی؛ بتایا کہ تین ہزار مسلمان ہیں یہاں۔ ایک دوسری مسجد تھی' وہ عربوں کی بنائی ہوئی ہے، تو کہا کہ بھئی! کبھی بھی کوئی بھی جماعت آئے گی اِس مسجد کے اندر میں استقبال کیلئے تیار ہوں، گشت بھی ہوا، ملاقاتیں بھی ہوئیں، کافی عرب شام تک مغرب بعد جڑے۔ پھر عشاء کے بعد ہم واپس آ گئے۔ اگلے دن ہمارا جہاز تھا، طارق ندیم صاحب انگلینڈ کا اجتماع کرنے چلے گئے تھے' اور ہم چلے گئے تھے برازیل!!۔

## برازیل کا سفر

برازیل میں ہم تھے' بھائی ہارون صاحب تھے اور بھائی زاہد تھے۔ برازیل میں (یہ نوعیت تھی) کہ گزشتہ ماضی میں یہ اپنا مشورہ کرتے تھے جنوبی امریکہ کا' تو اُن کے (ذہن میں) یہ رہتا تھا کہ ہمارا مشورہ ہے اِس لیے 20' 25 ساتھی پورے برازیل سے آ گئے۔ لیکن اِس مرتبہ یہ کہا کہ بھئی! مشورہ ہم بعد میں کریں گے' ہم تو برازیل کا عمومی اجتماع کرنا چاہتے ہیں۔

## برازیل کو محنت کیلئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا

تو محنت کیلئے پورے برازیل کو تین جگہ تقسیم کیا تھا، ایک حصہ پر یوروپ والے محنت کریں گے' دوسرے حصہ پر امریکہ والے اور تیسرے حصہ پر ملائشیا والے اور الحمدللہ تینوں نے بہت اچھی محنت کی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں مدت کے بعد ڈھائی سو مقامی لوگ جمع ہوئے، جو سارے وہاں کے تھے' اکثر عرب تھے،لیکن اب افغانی لوگ بھی وہاں کافی پہنچ گئے ہیں۔ بنگلہ دیش کے لوگ بھی پہنچ گئے۔ یہاں سے جماعتیں بھی بنیں نقد۔

## برازیل کا طول و عرض

برازیل ملک بہت بڑا ہے۔ اِتنا بڑا ملک ہے کہ تین ہندوستان اُس میں سمائیں گے۔ اور خاص طور پر ملک شام' فلسطین' لبنان' اُردن کے عرب دوسو' تین سوسال پہلے ہجرت کر کے گئے ہیں۔ ورجو اسپین سے گئے ہیں اُن کا وجود ختم ہو گیا۔

## یہاں تو اِرتداد ختم ہو گیا اِناللہ و انا الیہ راجعون !!

گزشتہ سفر میں ایک ساتھی آئے، اُنہوں نے آکر کہا کہ بھئی! ہم جس علاقہ سے آئے ہیں ناں! اب ہمارے یہاں تو ارتداد ختم ہو گیا ہے انا اللہ و انا الیہ راجعون، ہم نے کہا کہ بھئی! انا اللہ و انا الیہ راجعون کیوں پڑھتے ہو آپ؟ یہ تو اچھی بات ہے!! ارتداد نہیں ہو رہا ہے، انہوں نے کہا کہ انا اللہ و انا الیہ راجعون اس لیے پڑھتے ہیں کہ جتنے مسلمان ہمارے صوبہ' شہر میں تھے وہ سب مرتد ہو چکے؛ کوئی بچا ہی نہیں۔

## عورتیں مسجد کی حفاظت کر رہی ہیں کہ یہ ہمارے باپ داداؤں کی نشانی ہے

ڈاکٹر مظہر صاحب کی جماعت نے کام کیا تھا' 'باریا' ' علاقہ میں سورینام سے لے کر کیونکہ یہ مشرقی ساحل ہے تو لبنان اور شام کے لوگ مغربی ساحل سے گئے تھے تو اس مشرقی ساحل پر اُترے، ان کے آباء و اجداد نے مسجدیں بنائی تھیں تو بعض جگہ ایسا ملا کہ ان میں عورتیں ہیں وہ اُس مسجد کی حفاظت کر رہی ہیں' مسجد بند ہے لیکن یہ ہمارے اجداد کی نشانی ہے اس کی حفاظت کریں گی۔ تو یہ ہے (کارگزاری)۔

اِسی لیے یہاں تقاضہ رکھا کہ بھئی! ایسی جماعتیں صوبہ والے دیں؛ اور الحمدللہ دیں بھی، ٹینڈاٹ (Trinidad) کیلئے بھی' کیریبین (Caribbean) کیلئے بھی اور یہاں کیلئے بھی جو اُن بغیر رہبر کے' بغیر قیام گاہ کے، بغیر کسی مسلمان کے ٹھیہ رٹھکانہ کے اپنے سارے کام خود کریں اور جماعتیں بھی کام کیے، ملیشیاء کی جماعتوں نے بھی بہت اچھا کام کیا۔

برازیل کے اجتماع کے بعد برازیل میں اگلا تقاضہ یہ بنایا کہ اِن شاءاللہ نومبر میں اب اُن کا دوبارہ مشورہ ہوگا لاطینی امریکہ کا۔

## ناروے(Norway) کا سفر

برازیل کے بعد پھر ہم ناروے آ گئے، ناروے کا اجتماع تھا، اِس وقت الحمدللہ ناروے ایسا ملک ہے یوروپ میں جس میں تمام جنسیات ایک ساتھ ایک نمونہ کے طور پر محنت کر رہے ہیں، جس میں عرب بھی الگ الگ علاقوں کے' تیونس کے بھی' مغرب کے بھی' شام کے بھی' سب ہیں، پڑوس کے' بنگلہ دیشی' اُردو' صومالیہ، سارے ایک مسجد وار جماعت میں ایک مرکز میں جُڑتے ہیں۔ اور پورے یوروپ کے اندر سب سے تیزی سے ماشاء اللہ ناروے کا کام لگا ہمیں جو ترقی کر رہا ہے۔ تقریباً 1200 لوگ تھے اجتماع میں ایک اِن ڈور اسٹیڈیم تھا اُس میں جمع ہوئے اور نقد جماعتیں بھی 22' 23 جماعتیں یہاں سے نقد بن کے آئیں۔ ان کو اور ملکوں کے تقاضے بھی دیئے، کیونکہ یہ ذمہ داری اُٹھا سکتے تھے، جنہوں نے' یہ لاڈبیا پر محنت کی تھی' ملیشیاء نے انہیں لاڈبیا دیا تھا تو لاڈبیا سے پہلی مرتبہ 17 لوگ آئے تھے اجتماع میں شرکت کے لیے، تو یہ 17 ہندوستانی تھے جو وہاں میڈیکل میں تھے' پڑھ رہے تھے، اِن سب کے نام نمبر بھی لیئے کون کس صوبہ کا ہے' تاکہ یہاں کے صوبہ والوں کو دے سکیں۔

## ترکی(Turkey) کا سفر

ناروے کے بعد ہمارے پاس ایک ہفتہ تھا ترکی مشورہ میں جانے کے لیے، ترکی میں یوروپ کا مشورہ تھا' تو بیچ میں اب البانیہ( )' اوسوبون( )، میسیڈونیا( ) اور بوسنیا( ) کے لیے بھی؛ بھئی! یہاں تھوڑا تھوڑا وقت لگ جائے دو دو دن بھی تو کچھ راستے بنیں؛ ملکِ البانیہ میں بھی کافی کچھ مسائل تھے، جماعتیں نہیں جا پا رہی' تھیں الحمدللہ دو دن وہاں رہے، پُرانے ساتھیوں سے ملاقات کی جو شوریٰ کے تھے، بعض کو کچھ غلط فہمیاں تھیں، تو وہ بھی بہت قریب آئے بلکہ آخر تک ملنے بھی آئے، جب پہنچے تھے تو استقبال مرکز میں نہیں ہوا تھا لیکن واپسی میں وہاں کے ذمہ دار نے کہا کہ بھئی! آپ ایک نماز تو ضرور مرکز پڑھ کر جائیں، آئندہ جتنی بھی جماعتیں آئیں وہ ہمارے مرکز میں ہی آئیں۔

### مہاراشٹرا کی ایک جماعت البانیہ کیلئے روانہ

تو الحمدللہ پرسوں ایک جماعت مہاراشٹرا کی روانہ ہوئی ہے پونہ کی وہ البانیہ کے لیے پہنچ گئی ہے' اُس کے بعد میسیڈونیا میں پڑوس کے فارغ علماء میں سے پہلے بات ہو گئی تھی' کچھ حالات تھے لیکن اُنہوں نے کہا کہ آپ آیئے! ہم استقبال کریں گے، ایک مولانا رجب تھے اور ایک مولانا عمیر تھے اُنہوں نے اپنے ایک مصلّے پر اِستقبال کیا۔ وہ آپس کے اختلاف تھے' لیکن ملک کا حال یہ تھا کہ پورے ملک سے ایک جماعت بھی تین دن کی بھی نہیں بن پا رہی تھی؛ حالانکہ سو فیصد مسلمان ہیں اور مساجد اِتنی عالیشان ہیں کہ ترکی اور یہ سب مساجد بھی اُس کے سامنے ہلکی پڑ جائیں؛ سب کچھ ہے لیکن محنت نہیں ہے۔ مسلمان ہیں' کافی دور تک گشت کیا رات کو دو کیلومیٹر تک؛ تو جتنے لوگوں سے ملے سب کھڑے ہو کر بات کرتے تھے، 100 لوگوں سے ملے ہوں گے تقریباً۔ سب کے سب مسلمان' لیکن سب عظمت سے ملنے والے' ہر طرح سے تیار ہیں' جماعتیں نہیں ہیں جانے کیلئے، میسیڈونیا کے اندر۔

جب حالات آئے تھے کمیونزم کے روس کے ماتحت رہے تھے، یہ تو البانیہ کے اندر تو مساجد اور اِرتداد بہت زیادہ ہوا تھا، لیکن میسیڈونیا کی مساجد اور یہاں کے مسلمانوں نے بہت محفوظ رکھا۔ اس کے بعد میسیڈونیا سے لگا ہوا ملک تھا ''کوسوؤ'' (Kosovo)۔ کوسوو میں پتہ چلا کہ ایک ساتھی ہے چار مہینے لگائے ہوئے اُن سے ملنے گئے' تھے لیکن وہاں پہنچے تو وہ ملے نہیں۔ وہ کہیں باہر تھے، ایک مسجد میں نماز پڑھی' پھر اللہ کی مدد کہ جس مسجد میں نماز پڑھی اُس مسجد کے امام صاحب اُنہوں نے ہی میرے روم میں تھے چھ سال، وہ اِس کام کو اچھی طرح جانتے تھے' تو اُنہوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں جماعتیں بھیجیں گے تو ہم یہاں بھی استقبال کریں گے۔

یہ سارے وہ ملک ہیں جن میں 10 لاکھ' 15 لاکھ سے زیادہ مسلمان ہیں، سو فیصد مسلمان ہیں جس سے بھی بات کرو، لیکن 20' 20 سال ہو گئے لیکن ایک جماعت نہیں پہنچ پائی۔ ہمیں یاد نہیں ہے دُنیا میں کہ ''کوسوؤ'' کب ہماری جماعت گئی ہے، تو یہ سارے تقاضے ہیں' اِسی طرح ان کے تین اور ملک ہیں بلقان کے وقت نہیں تھا نہیں جا پائے' پھر تُرکی مشورہ میں پہنچ گئے۔

## ترکی میں یوروپ کا مشورہ

ترکی میں پورے یوروپ کا مشورہ تھا۔ تقریباً 27' 28 ملک آئے تھے، 250 لوگوں کا کوٹہ ہوتا ہے لیکن زیادہ ہو گئے تھے، خاص طور پر ترکی کے لوگ بہت زیادہ تعداد بڑھ گئی تھی' وہاں کارگزاریاں بھی ہوئی اور اِس کا نظم بنایا کہ بھئی! ہر ملک اپنی اِستعداد کے حساب سے وہ اپنے کمزور ملکوں کو سنبھالیں۔ 30 سے زیادہ ملک ہیں چھوٹے چھوٹے؛ اوپر اسکنڈینیوین سے لے کر بلقان' مشرق اور اٹلی' اسپین تک لیکن ان چار پانچ ملکوں کے علاوہ کہیں اِن میں مضبوط کام نہیں ہے۔ جرمنی میں ہے، فرانس' پولینڈ' اور دو دو' تین تین ملک کا نظم بنائیں کہ بھئی! دو دو سال تک یہ ذمہ داری سنبھالیں۔

پچھلی بار اجتماع بھی طئے کیا تھا، پچھلے مشورہ میں' کہ جرمنی اور اٹلی کے اندر ہوگا' اِن شاءاللہ اکتوبر میں وہاں دوبارہ سفر ہے؛ سوڈان' جرمن اور اٹلی کے اجتماعات ہیں' اور آئندہ اِن کا مشورہ ہوگا مراقش میں، تقریباً 3 ہزار تو مراقش والوں نے کہا ہم اپنے ہی لوگ رکھیں گے' تین ہزار لوگ باہر سے آئے، یہاں 250 تھے' اب اِن شاءاللہ تین ہزار کے قریب یہاں جمع ہوں گے۔

## ٹرینیڈاٹ کا سفر

اُس کے بعد اگلا سفر یہاں سے ٹرینیڈاٹ ہوا، ٹرینیڈاٹ میں بھی اِجتماعات اِسی طرح رکھے تھے کہ پہلی پہلی بار چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جمائیکا' سینٹ روسیا' سینٹ مارٹین ہیں اِن میں اجتماعات ہو جائیں تو اِن میں اجتماعات بھی ہوئے اور وہاں بعض جگہ پچاس اور بعض جگہ ۱۰۰۔ اور یہ ۱۰۰ لوگ جو ہیں ہمارے یہاں کے ایک لاکھ سے زیادہ ہیں۔ کہ کسی شہر میں ایک لاکھ جمع ہو جائیں اُس کے مقابلہ میں اِن ۱۰۰ لوگوں کا جمع ہونا بڑی بات ہے، پہلی مرتبہ اجتماعات ہوئے تھے۔

## چھوٹے چھوٹے جزائر کی کارگزاری

اِن جزیروں کو بعد میں ٹرینیڈاٹ بلایا تھا اِن کی کارگزاری لی تو بعض جزیروں میں ایک بھی مکتب نہیں ہے، ایک بھی حافظ نہیں ہے' ایک بھی عالم نہیں ہے، سب سے زیادہ زور اِس پر دیا کہ بھئی! ہماری جماعتیں کسی بھی طرح وہاں مکتب قائم کریں۔ مکتب کیسے ہوں کہ وہاں سے اِن بچوں کی' بڑوں کی تشکیل کر کے ٹرینیڈاٹ دارالعلوم کے اندر لائیں؛ یہاں بچے رہیں تا کہ پھر یہ دوبارہ جا کے؛ ورنہ اُن ستائیس جزیروں میں سے شہر کے علاوہ باربڈوسے' گریڈیٹا ہے اِن کے علاوہ اکثر میں تعلیم کا نظام نہیں ہے لیکن اچھی بات یہ تھی کہ پہلی مرتبہ یہاں جب اجتماع ہوا اس کے چار چار مہینے کے ساتھی وصول ہوئے۔ اور یہ سب اِن شاء اللہ نظام الدین آرہے ہیں اکتوبر میں' وقت لگانے کے لیے۔ یہ مختصر کارگزاریاں ٹرینیڈاٹ کے بعد اب اگلا مشورہ اِن شاء اللہ وہ سورینام اور گیانا (Guyana) میں ہوگا فروری کے مہینہ میں۔

# حضرت مولانا فاروق صاحب مدظلہ العالی (بمبئی والے)

## اذیتوں سے گزرے بغیر آدمی عزّتوں کو نہیں حاصل کرسکتا

میرے محترم دوستو بزرگو عزیزو اور دوستو!

● دعوت ایک محنت ہے اور ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰہ والسلام اِس محنت کو لے کر ہر وقت ڈرا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رُو رہے ہیں، فرمایا: دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھے اذیتیں اور تکلیفیں دی گئی ہیں کسی اور نبی کے راستہ میں ایسی اذیتیں اور تکلیفیں نہیں ہیں۔ (۱) ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) فرماتے ہیں: اذیتوں سے گزرے بغیر آدمی عزّتوں کو نہیں حاصل کرسکتا؛ صحابہؓ سے کام لینے کی دو بڑی بنیادی تھیں؛ ایک بنیاد اُن میں یہ تھی کہ صحابہؓ کے دلوں سے ملک و مال، کسی کا عہدہ، کسی کا منصب کہ اِس کے حاصل کرنے کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا ''اگر اِستغناء کی کوشش نہیں کروگے تو اِستحقاق کا جذبہ پیدا ہوجائے گا''۔ صحابہؓ کے دلوں میں کسی چیز کے حاصل کرنے کا جذبہ نہیں تھا۔ رُستم کے دربار میں مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے، تو اُس نے کہا: کیوں آئے ہو؟ تو کہا: ہم اِس لیے آئے ہیں کہ یہ جتنا مال ہے، یہ زمین ہے، یہ محل ہے، یہ ساری چیزیں خالی ہیں، ہم یہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ اُس کو بڑا تعجب ہوا!! کہنے لگا: کہ یہ کیسی بات کہہ دی!۔ یہ تمہارا کیسے ہوگیا، کہا: ہمارے نبیؐ نے کہا ہے، اِسی لیے ہمیں بھیجا ہے۔ (۲)

تمہارے نبیؐ کو کیسے خبر ہوئی؟ کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ اِرشاد فرمایا ہے: **وعداللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الأرض** (۳) یہ سارا سب کچھ زمین ہم اُن کو دیں گے جو ایمان اور اعمال کی محنت میں لگیں گے۔ وہ کہنے لگا: اگر ہم اسلام قبول کرلیں تو؟ کہنے لگے: اسلام اگر تم قبول کرلو تو سارا سب کچھ؛ عہدہ، منصب، مال سب کچھ تمہارا ہے؛ ہم کچھ نہیں لے جائیں گے!!۔ تو دُشمن صحابہؓ کی بات پر کہہ رہا ہے یہ تو اچھی بات ہے۔ پھر اُس نے پینترا بدلا، کہ اگر ہم اسلام قبول نہ کریں تو؟ کہا: ہم پھر تمہارے ملک میں رہ کر، تمہارے مالداروں سے لے کر تمہارے غریبوں کو دیں گے۔ اُس نے کہا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے!۔ صحابہؓ کے دلوں میں کوئی چیز کے لینے کا جذبہ نہیں؛ ایسا اِستغناء، ہم اِستغناء عن الناس (اپنے ساتھیوں سے استغناء کرتے ہیں)۔ اور اِس محنت

---

(۱) لقد أُخِفتُ في اللہِ وما یُخافُ أحدٌ. ولقد أوذیتُ في اللہِ وما یؤذی أحدٌ. ولقد أتت عليَّ ثلاثونَ من بینِ یومٍ ولیلۃٍ وما لي ولبلالٍ طعامٌ یأکلُہ ذو کبدٍ إلاَّ شيءٌ یواریہِ إبطُ بلالٍ لمزید ترمذی، رقم الحدیث: 2472

(۲) بعث سعد طائفۃ من أصحابہ إلی کسری للدعوۃ قبل الوقعۃ (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۱،ص:۲۹۹)

(۳) سورۂ نور۔ آیت:۵۵

میں اِستغناءعن الاسباب ہیں (کہ اپنے ساتھیوں کے مال سے، اسباب اور چیزوں سے اِستغناء ہو)؛ ایسا اِستغناء ہو جیسے لوگ سمجھیں بڑا متکبّر ہے اِس کے اندر تو۔ کہ کوئی چیز دو تو لینے کو تیار نہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا ''دل میں اگر خیال ہے اور کوئی چیز آ گئی تو اُس کا استعمال جائز نہیں رہتا؛ ایسے اِستغناء ہونا چاہیے۔ ایک بات تو صحابہؓ میں یہ تھی، دوسری بات یہ تھی کہ اذیت دینے والوں کے لیے ہدایت کا جذبہ تھا، ہلاکت کا جذبہ نہیں تھا۔ اذیت دینے والوں کے لیے ہدایت کا جذبہ ہوتا تھا، ہلاکت کا جذبہ نہیں ہوتا تھا؛ یہ دو بنیادیں تھیں صحابہؓ میں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن سے کام لیا۔

## غلبۂ حال کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آتی

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: غلبۂ حال کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آتی۔ لوگ ابھی تبلیغ میں ہیں، ذرا! یہ بھی تو ہم دیکھیں کہ تبلیغ بھی ہمارے اندر ہے!!۔ ابھی تو ہم تبلیغ میں ہیں، جیسے نئے مسلمان کہنے لگے کہ جی! ہم تو اسلام لے آئے؛ **قالت الاعراب امنا** (۱) ایمان لے آئے ہم! ہمارے اندر ایمان آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا** تم لوگ ابھی یہ مت کہو کہ ہمارے اندر ایمان آ گیا ہے؛ بلکہ تم اسلام لے آئے ہو، ایسے ہی ہم تو ابھی تبلیغ میں ہیں؛ کیا تبلیغ بھی ہمارے اندر ہے''۔ ہاں! یہ کام تو جرِ ثقیل کی طرح ہے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''یہ کام تو جرِ ثقیل کی طرح ہے؛ کہ جیسے کوئی بھاری چیز ہے، اُس کو نکالنا ہو، اُس کو اُٹھانا ہو تو کیسے اُس کے لیے ایک مشین ہوتی ہے، جیسے ایک سامان بھاری ہے اُس کو منتقل کرنا ہو تو اُس کے لیے ایک مجموعہ کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے ہی ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

## جتنا ذمہ داروں کے حوصلے بلند ہوں گے اُتنا تابع داروں کے حوصلے بلند ہوں گے

جتنا ذمہ داروں کے حوصلے بلند ہوں گے ناں! تو اللہ تعالیٰ ذمہ داروں کے جو تابع دار ہیں اُن کے بھی حوصلوں کو بلند کریں گے۔ ہم تو اِستعداد دیکھ کر عزائم کرتے ہیں اور صحابہؓ میں ایسا حوصلہ ہوتا تھا کہ مقابلہ میں کوئی بھی چیز ہو؛ سمندر ٹھانٹے مارتے ہوا ہو اور حضرتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمندر کے کنارے اپنی جماعت کو ٹھہرایا؛ دیکھو! یہ سمندر ہے اور اِس کے سامنے جانا ہے، حکم نہیں دیا پہلے؛ پہلے دکھایا کہ اِس میں دیکھو! کیسی طُغیانی ہوتی ہے، کیسے موجیں آتی ہیں اور کیسے اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے دکھایا اور پھر اَب اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، ساتھیوں میں ایسا حوصلہ، ایک صاحب کہنے لگے! یہ نُطفہ ہمیں روکے گا۔ ٹھانٹے مارتا ہوا سمندر اُن کے لیے نُطفہ ہو گیا؛ حوصلے ایسے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی عجیب بات کہی؛ فرمانے لگے کہ دیکھو! یہ سمندر تمہیں نہیں ڈبوائے گا کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا کام ہے، آپ آتے یہاں پر لیکن اللہ نے آپ کو بھیجا ہے، اب اِس کو دیکھو

(۱) سورۂ حجرات، آیت: ۱۴

کہ آپ کے لشکر میں، آپ کی جماعت میں ایک آدمی بھی گناہگار نہیں ہونا چاہیے۔اب جو ذمہ دار بوجھ لیتا ہے ناں! اللہ ساتھیوں کے احوال ذمہ داروں پر کھول دیتے ہیں، ذمہ داری کا بوجھ لینے پر مدد آتی ہے۔معونت (مدد) بقدرِمؤنت (مشقت) ہے آتی ہے۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سواری منگوائی، اُس پر سوار ہوئے اور اپنے سارے عملہ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی، اور آکر کہنے لگے کہ سلمان! اللہ کا شکر ہے کہ میری پوری جماعت میں ایک آدمی بھی گناہگار نہیں ہے۔تو پھر حضرت سلمانؓ نے کہا کہ پھر یہ سمندر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔اب سواریوں کے ساتھ سمندر میں چلو!۔(۱) صحابہؓ سے جو اللہ نے کام لیا ناں! اُس کی ایک بنیاد یہ بھی تھی کہ صحابہؓ حوصلوں سے کام کرتے تھے، ہمّت سے کام کرتے تھے۔ایسا ہی پہلا تجربہ نہیں کرایا کہ دو ساتھی پیدل چل کے آؤ، اچھا اب چار چل کے آؤ! پھر دیکھتے ہیں، ایسا نہیں کہا۔نگاہ تجربات پر نہیں ہوتی تھی، نگاہ حکموں پر ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین دلوں میں ہوتا تھا۔جب چلے سمندر پر تو اُس سمندر میں دو واقعے ہوئے؛ ایک واقعہ تو ہوا کہ ایک صاحب کے ہاتھ سے لگام چھوٹی اور وہ سمندر میں گرے، (جماعت میں کہتے ہیں ناں! جوڑی بنا کر چلیں، دو دو ساتھی، سیکھتے / سکھاتے؛) اِن کے ساتھ جو چلنے والے ساتھی تھے وہ نیچے گر گئے، تو وہ جو ساتھی سواری پر تھے اُنہوں نے اپنے گھوڑے کی لگام کو جلدی سے اُن کی طرف پھینکا، اُنہوں نے اُس کو پکڑ لیا، وہ تَیرتے رہے اور تَیرتے تَیرتے کنارے تک آ گئے۔ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک صاحب کے ہاتھ میں پانی پینے کا پیالہ وہ ہاتھ سے چھوٹا اور سمندر میں گِر گیا؛ وہ ساتھ والے تھے، جوڑیاں بنا کر چلتے تھے، ساتھ والے نے تسلی دی اور یہ بات کہی کہ تقدیر کا تیر تیرے پیالے کو لے گیا۔(یعنی جتنے دن تمہارے مقدر میں تھے اُتنے دن) تقدیر کا تیر تیرے پیالہ کو لے گیا۔(اللہ اکبر)۔کیسا گُمان تھا؛ ہاتھ میں پیالہ نہیں، سمندر کی موجوں میں، ٹھاٹے مارتا ہوا سمندر، لیکن یقین کیسا! گُمان کیسا! کہنے لگے: اِس جماعت میں سے ہر ساتھی کا پیالہ جا سکتا ہے میرا پیالہ نہیں جا سکتا۔(حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب نے کل فرمایا ناں! کہ گمان بڑی طاقت ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ میں)۔یہ بات کہی اور اب جا رہے تھے کنارے، اِن کے پہنچنے سے پہلے سمندر کی موج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پیالہ کو کنارے پر بھجوا دیا۔جو پہلی جماعت چلتی تھی اُنہوں نے اُٹھا کر اُس پیالہ کا اعلان کیا اور اِن تک پہنچا دیا۔حوصلے تھے صحابہؓ میں، گمان تھا اللہ تعالیٰ پر۔ہمتیں / حوصلے۔ہاں!۔جتنا ذمہ داروں میں ہمتیں، حوصلے ہوں گی ناں! اُتنا تابع داروں میں ہوں گی۔عملہ میں جو ہوتا ہے وہ عوام تک جاتا ہے۔عملہ ذمہ دار ہوتا ہے عوام تک بات کو پہنچانے کا۔صحابہؓ نے ایک ایک بات کو لیا۔ایک بات بھی ایسی نہیں ملے گی آپ کو کہ جی! یہ رہ گئی۔کہ ایک بات کا کوئی پہلو ہے تو وہ پہلو بھی ضائع نہیں ہوگا۔صحابہؓ

(۱) حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد ۳، صفحہ ۸۴۶

کہتے ہیں کہ ہم بات کو لے کر پہنچاتے تھے، ہمارے دلوں میں وہ بات پختہ ہوجاتی تھی۔ پہلے دن سے تیار ہوجاتے تھے۔ اپنے علاقوں میں، اپنے صوبوں میں، اپنے ضلعوں میں، اپنے ماہانہ جوڑ کے حلقوں میں، مسجد میں، گلیوں میں اِنفرادی دعوت کے ذریعہ اپنے عملہ میں اور عوام میں حوصلہ پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف کرانا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بولنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کو سمجھانا؛ بزرگو اور دوستو! اللہ کی مدد کے بغیر کوئی کام بھی نہیں ہوسکتا، اور اللہ تعالیٰ ہی ہے، ساری دُنیا باتیں تو کرے گی مدد نہیں کرے گی؛ مدد صرف اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ حالات؛ کہ جی! ہر صوبہ والا اپنے اندر کے ماحول میں جا کر دیکھے، کہ بات آئی ناں! کہ ایک سال اپنے صوبہ کے تقاضوں پر، ایک سال ہمارے ملک میں دوسرے صوبوں کے تقاضوں پر اور تیسرے سال بیرون ممالک کے تقاضوں پر، ذرا! ہم خود چلیں عملہ کو لے کر، تو اپنے یہاں کے احوال سامنے آئیں گے۔

## ہماری ماں مسلمان ہے اور ابا ہمارے غیر مذہب کے ہیں!! تو پھر ہم کس مذہب پر ہیں؟

ایک ڈاکٹر صاحب ہمارے ایک ساتھی جماعت میں چلے؛ نوجوان لڑکے پندرہ پندرہ، اٹھارہ اٹھارہ سال کے نوجوان؛ آ کر پوچھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب! بتایئے تو صحیح! ہم مسلمان بھی ہیں یا ہم کسی اور مذہب کے ہیں؟۔ پوچھا: کیا بات ہے! کہا: ہماری اماں! مسلمان ہے اور ابا! ہمارے غیر مذہب کے ہیں!! ہم کس مذہب پر ہیں؟۔ حالات ایسے؛ ایک ساتھی کو مسجد پر لائے، اٹھارہ سال، بیس سال کا جوان وہ کھڑے ہو کر رونے لگا، اُس سے کہا کہ وضو کر کے تعلیم میں آجاؤ۔ وہ رُو رہا ہے، پوچھا کیا بات ہے! کوئی تکلیف ہوگئی ہماری بات سے یا کوئی اور نقصان، کہنے لگا میں زندگی میں پہلی مرتبہ آیا ہوں، نہ جمعہ نہ عید کچھ خبر نہیں، میں نے زندگی میں کبھی وضو نہیں کیا ہے، مجھے وضو نہیں آیا کیسے کرنا ہے۔ مسجد کے ماحول، ہمارے محلوں کے اندر یہ حال ہے، تو ہمیں ایک ایک چیز میں ایسے حوصلے بڑھانے ہوں گے، عزائم؛ عزائم تو سچے اِرادوں کا نام ہے۔ پختہ اِرادے، اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ کر اور اچھے گمان کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اچھا گمان اور اپنے عملہ کے ساتھ بھی اچھا گمان کرتے ہوئے جب ہم ارادے کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے راستہ کی وہ برکتیں دکھائیں گے جو برکتیں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو دکھائیں۔ بڑی بڑی برکات، بڑی بڑی خیر۔ صحابہؓ اللہ کے راستہ میں نکل رہے ہیں اور کیسے عزم اور حوصلوں کے ساتھ؛ 300 صحابہؓ ایک ساتھ؛ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کے ذمہ دار۔ اور ایک تھیلی دے دی کھجور کی اور تھیلی ہوتھی ہی کتنی بڑی اور 300 لوگ، کہ اگر ایک اونٹ بھی ذبح ہو تو سب کھا جائیں ایک ہی وقت میں۔ لیکن وہ چھوٹی سی تھیلی؛ اُس میں سے ایک ایک کھجور بٹتی رہی اور رات ودن 24 گھنٹہ میں ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ کسی نے پوچھا ایک کھجور سے کیا ہوتا تھا! کہا: جب وہ بھی ملنا بند ہو چکا تو تب اُس کی قدر آئی، کہ ایک کھجور کو ہم دیر تک چوستے تھے اور پیٹ بھر پانی پی لیتے تھے، یہی ناشتہ، یہی کھانا، یہی

رات کا کھانا۔حوصلہ بھی؛ کہ ایک ساتھی نے بھی نہیں کہا کہ نہیں بھئی ! میں تو نہیں چل سکتا' مجھے واپس بھیج دو، تین سو کے تین سو چل رہے ہیں۔اللہ نے اپنی مدد دکھائی، جب عملہ اپنا حوصلہ دکھائے گا اور کام پر ہر حال میں جمے گا تو اللہ اپنی طرف سے برکتیں اور مددیں متوجہ کریں گے۔صحابہؓ جب پہنچے سمندر کے کنارے ٹیلہ جیسا نظر آیا،قریب گئے تو وہ مچھلی تھی 'عنبر'۔صحابہؓ اُس میں سے چربی نکالنے کے لیے اُس کی آنکھ میں اُترے؛تو 13 صحابہؓ ایک آنکھ کے اندر اُتر گئے۔اور بالٹیاں بھر بھر کے چربی نکالی اُس میں سے،اور گوشت ایسے نکالتے تھے اُس کے جسم میں سے جیسے بڑے بڑے جانور کو اُس میں سے نکال دیا گیا ہو،ایسے بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے نکال دیا کرتے تھے،بعض روایتوں میں 18 دن ہے،بعض روایتوں میں ایک مہینہ ہے۔جب کام کر کے جماعت واپس پہنچی،آپؐ نے جب کارگزاری سنی تو پوچھا: کیا تمہارے تھیلوں میں وہ چیز موجود ہے؟ صحابہؓ نے کہا: جی ہاں!۔آپؐ نے نوش فرمایا۔اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں برکت کی روزی عطاء فرمائی۔(۱) حوصلے ہوتے تھے' ہر حال میں اپنے عملہ کو سنبھالنا۔اپنے عملہ کو صحابہؓ کے جذبہ پر اُبھارنا رتیار کرنا۔

## نئے کا آنا اور پُرانوں کا بیٹھتے رہنا یہ کام کی تنزلی ہے ترقی نہیں ہے

اب ہم غور کریں گے کہ ہمارا بڑا عملہ جو ہے وقت لگا کے بیٹھ رہا ہے۔حضرت فرمایا کرتے تھے کہ نئے کا آنا اور پُرانوں کا بیٹھتے رہنا یہ کام کی تنزلی ہے ترقی نہیں ہے۔کہ ایک ایک ساتھی کی فکر ہو۔جتنا نئے 10 کو لانے کی فکر کرتے ہیں اُتنا ایک تو پُرانے پر محنت کرے کہ اُس کی خوشامد کر کے لائیں،ہمیں اِستغناء نہیں ہونا چاہیے۔ہمارا ایک ایک کام کرنے والا ساتھی' ہمارا عملہ ہمارا سرمایہ ہے۔ہمارا ایک ایک ساتھی وصول ہو؛ علماء کرام کتنا قیمتی سرمایہ ہمارا۔کتنے لوگ اِس مرتبہ ہمارے پورے سال بھر میں ہم غور کریں کہ کتنے علماء کرام سالانہ چلہ لگا کے یہاں دو مہینہ کے لیے آئے ہیں۔کتنی بڑی ہم سے یہ کمزوری ہو رہی ہے اور یہاں بڑی تعداد میں جماعتیں آ رہی ہیں۔حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلی تمنا تھی ''میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر جماعت کے ساتھ ایک عالم صاحب ایک قاری صاحب ہوں''۔کتنا اہتمام کر پا رہے ہیں۔جب جماعتوں کے یہاں کارگزاری سنو' تو کتنی جماعتیں ایسی ہوتی ہیں جس میں علماء کرام یا قاری صاحب اِن کے ساتھ نہیں رہے ہوں۔

(۱) مسلم،۱۹۳۵

## اسلامی معاشرت کی بنیادیں حیاء، پاکیزگی اور سادگی ہے

● ایک ایک پہلو، ایک ایک کام، حضرت نے کیسے اہتمام سے اِس بات کو کہا کہ یہ میری نگاہ میں اِس وقت تو مستورات کے کام کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ مستورات کا خروج۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''باطل تمہارے نماز، روزے، حج سے نہیں ڈرتا، باطل تمہاری پاکیزہ معاشرت سے ڈرتا ہے، حضرت نے فرمایا ''جو قوم اپنے طور طریقوں کو ختم کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ختم فرما دیتے ہیں''۔ ہمارا پورا کا پورا عملہ صحابہؓ والے طریقہ پر مجتمع بھی ہو اور منشرح بھی ہو۔ پورا کا پورا عملہ صحابہؓ کے طریقۂ کار پر مجتمع بھی ہو اور منشرح بھی ہو۔ مسلمانوں کی معاشرت اِس وقت سب سے زیادہ کوشش اِس بات کی ہے کہ مسلمانوں کی معاشرت کو تباہ کیا جائے۔ اندازہ کریں، غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ جو اسلامی معاشرت کی بنیادیں ہیں؛ حیاء، پاکیزگی اور سادگی اِس کے مقابل کی چیزیں باطل لائے ہیں؛ ناپاکی، تیار غذائیں لائے ہیں بازار میں، ایسی غذائیں ہیں تاکہ مسلمان استعمال کرے اور اُس کی عبادت اور دُعاء مَردود ہو جائیں۔ غور کرنا کہ ایک ایک آئیٹم ایسے لائے ہیں۔ اور تیار لباس لائے ہیں اور ایسے سستے (ہمارے حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) بار بار کہتے ہیں کہ یہ جوروا.جی چیزیں ہیں ناں! اِس میں سہولت ہے، آسانیاں ہیں۔ اور سنتوں میں مجاہدہ ہے۔ اور مجاہدہ ہدایت کا سبب ہے۔ اِسی لیے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''کہ جیسے باغ میں داخل ہوتے ہو تو وہاں پھل ملتے ہیں، داخل ہوتے ہی نیچے، ابھی درخت کو ہِلایا، توڑا نہیں؛ اور پھل مل جاتے ہیں' فرمایا: اِس محنت کے باغ کا پہلا پھل ہی مغفرت ہے۔ اور اِس محنت کی سواری کا پہلا اسٹیشن ہی برکت ہے۔ ہم مغفرت اور برکت پر ہی راضی ہو گئے اور خوش ہو گئے، ابھی تو آگے اللہ تعالیٰ کی مددیں ہیں''۔

## ابھی تو آگے اللہ تعالیٰ کی مددیں ہیں

ایک مدد کا مطالبہ ہم سے ہے اور ایک مدد کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ہم سے جو مدد کا مطالبہ ہے، ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ کسی طرح کسی ذرائع سے خبر کے پہنچا دینے کو ہم مدد سمجھ رہے ہیں اور نصرت سمجھ رہے ہیں اور دین کی محنت کی ذمہ داری سمجھ رہے ہیں، اپنی ذات سے منکر کے ماحول میں جا کر منکر کے ماحول سے لوگوں کو لانا، غفلت کے ماحول سے نکال کر لانا اور مسجد کے ماحول میں لا کر بات سمجھانا، کسی معروف کام میں اُن کو لگا دینا؛ وضو کر رہے ہیں، حکمت سے فریضہ ادا کر رہے ہیں/کرا رہے ہیں، تعلیم میں بٹھا رہے ہیں، حضرت نے فرمایا: تعلیم ہی اصل ترغیب ہے۔ پھر لے کر بیٹھ کر ذہن بنا رہے ہیں، پھر ہر مسلمان سے باری باری وقت مانگ رہے ہیں، پھر ہر مسلمان کو گھر کے اعمال پر تیار کر رہے ہیں؛ مستقل یہ کام ہمارا محنت کا ہمارا عملہ مسجد کی ملاقاتوں میں کتنا کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اِنفرادی دعوت کے اعتبار سے کتنی کمزوری ہمارے اندر آ رہی ہے۔

## جو دعوت کے ماحول میں دعوت نہیں دیں گے تو بے دینی کے ماحول میں دعوت دینے کی جرأت کیسے آئے گی

● آپ دیکھو! ہم کہتے ہیں: ہم ایک محنت میں ہیں اور محنت ہم سے چھوٹی ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں: ہم دعوت میں ہیں۔ اور ہم غور کریں 24 گھنٹہ میں کتنوں کو ہم نے انفرادی دعوت دی۔ یہاں رہنے کا زمانہ بھی دو عمل کے درمیان کا وقفہ جو ملتا ہے وہ ہمیں صرف حاجتوں کے اور عبادتوں کے پورا کرنے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ دو عمل کے درمیان کا وقفہ جو بات کہی جاتی ہے اپنے عملہ میں ہر ایک ایک فرد کو اُس پر تیار کرنا ہے۔ جو دعوت کے ماحول میں دعوت نہیں دیں گے تو بے دینی کے ماحول میں دعوت دینے کی (ان میں) جرأت کیسے آئے گی!!۔ دعوت کے ماحول میں دعوت دینا، یہاں تیار کرنا، حوصلے دکھانا، عزائم کر کے بیٹھنے سے صرف اِتنا کافی نہیں ہے کہ ہم تعداد دیکھ رہے ہیں' کہ بھئی! اِتنی تھی؛ چلو! اِتنی بڑھالیں۔ ہم اپنے عملہ پر اور اللہ تعالیٰ پر اچھا گمان کر کے سو فیصد تک پہنچنا ہے۔ سو فیصد مسجد، سو فیصد مسلمانوں کے گھر کے اعمال، مدینہ کے گھروں کا ماحول کیسے بنایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات میں یہ بات ملتی ہے کہ صحابہؓ پر آپؐ نے جان لگائی، اور اُن کو سب کو مسجد والا بنایا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''ہمارا عملہ مل کر مسجد پر جان لگائے گا تو مسجدیں آباد ہوں گی''۔ ابھی تو دو ساتھی، تین ساتھی غلبہ لے رہے ہیں اور باقی ساتھی اپنی سہولت پر ہیں۔ پورا عملہ مل کر جان لگائے۔ اِسی لیے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''ساعیانِ تبلیغ کا مقاماتِ تبلیغ سے اصلِ تبلیغ کی طرف آنا ہی اصلِ اُصول ہے''۔ اِسی لیے یہاں آنے پر یہاں کی باتوں کو سننا' سمجھنا' اِتنا کافی نہیں کہ ہم یہاں آئے تھے؛ اور یہاں ہم نے جوڑ میں شرکت کی تھی، یہاں ہم نے کتنی مجلسوں کی بات کتنے اہتمام سے سنی ہے یا اپنی ضروریات میں لگے رہے۔ یہ امانت ہے ہماری، یہاں آنے والا جتنا عملہ ہے، یہاں آئے ہیں اِن کے کاندھوں پر یہ بہت بڑی ذمہ داری اور یہاں کے کام کی امانت ہے' اِس کو اَب اپنے علاقہ میں جا کر پہنچانا ہے۔ اگر آپ کے حوصلے بلند ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ سے کام لیں گے۔ تو یہ ایک بات کو کہنا ہے سَرسَری سے؛ سَرسَری گزار دیا ہم نے کہ بھئی! یہ بات کہی گئی ہے' کہ ایک سال اپنے صوبہ میں، دوسرے سال اپنے ملک کے صوبوں میں اور تیسرے سال بیرون میں؛؛ چلو بھئی! آگے پڑھو' کیا لکھا ہے!!۔ ایک تو یہ ہے اور یہ ہے کہ ایک ایک بات کو یہاں پورے اِہتمام کے ساتھ اپنے عملہ کو نوٹ کراتے اُن کو کہا جائے کہ مسجد کے ایک ایک فرد تک یہ بات پہنچائیں۔ ذمہ داری ہے یہ؛ بہت بڑی ذمہ داری ہے یہ۔ اِس لیے اِس بڑی ذمہ داری پر بڑی پوچھ بھی ہے۔ اور اگر صحیح ہو گیا تو بڑا انعام بھی ہے۔ ایسا انعام ہے کہ جی! اگر لیلۃ القدر میں حجرِ اسود کے سامنے عبادت میں مشغول ہوں تو تھوڑی دیر اللہ کے راستہ میں نکل کر کھڑے ہونے

والے کی کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔(۱) اُس سے بدرجہا بہتر ہے اللہ کے راستہ میں نکلنے والا۔کیا وجہ ہے! کہ اِس کی اپنی ذات کے لیے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے یہ۔اِس لیے اِس نے ساری چیزوں کو جمع کیا،لیکن جو اللہ کے راستہ میں کھڑا ہے‘ وہ سارا دین‘ ساری دنیا میں‘ ساری اُمت میں زندہ ہو‘ اُس دردوغم کو لے کر کھڑا ہے، یہ کہاں اُس تک پہنچ سکتا ہے۔

## تسلسل کے ساتھ کمزور علاقوں میں مضبوط جماعتوں کو بھیجنا چاہیے

ایک ایک پہلو؛ تقاضوں کے علاقے ملے ہیں ہمیں، ہاں! تقاضوں کے علاقے؛ کہ بھئی اِن علاقوں میں کمزور علاقوں میں مضبوط جماعتوں کو بھیجنا۔اب ہم غور کریں کہ اِس پر کتنا اہتمام ہے کہ کیا ہم مضبوط جماعتیں بناتے ہیں۔ بھئی! ہمارا فلاں ساتھی! بڑا محنتی ہے، اِس کے عنوان سے جماعت بن جائے۔اور پھر مضبوط جماعتوں کو بھیج کر تسلسل سے بھیجنا، یہ کتنا بڑا تقاضہ ہے آپ غور تو کرو!۔اب جس علاقہ کو آپ کے حوالہ کیا گیا تو سچ بتاؤ! اب اُس علاقہ کو کون پوچھے گا‘ جائے گا یا سوچے گا!! یہ تو آپ ہی کو سوچنا ہے،مضبوط جماعتیں بالتسلسل جو سنت عمل ہے ”تعقیب الجیوش“ کہ بھئی لگاتار جماعتیں بھیجی جائیں۔اُس جماعت کے آنے سے پہلے اگلی جماعت پہنچ جائے۔آپ غور کریں کتنا بڑا تقاضہ ہے۔صحابہؓ کے پاس کتنا اہتمام تھا،لگاتار۔

## چلنے والی جماعتوں کو کھلا پلا کر آجانا نصرت نہیں ہے

پھر اُن کی نصرت کے لیے جماعتوں کو بھیجنا‘ لگاتار نصرت میں جماعتیں جاویں اور مضبوط جماعتیں جاویں۔ہم کیا سمجھ رہے ہیں جماعتوں کی نصرت میں جانے کو‘ کہ چلو! کچھ کھانے رپینے کی چیزیں لے جائیں اور تیل مصالحہ لے جا کر اُن کو پکائیں اور کھلائیں اور اُن کو خوش کر کے واپس آجائیں۔ایک مہینہ اور 40 دن ہوتے ہوتے اِن کا غلط رُخ نہ پڑ جائے اِس سے پہلے پہلے جماعت پہنچے اور ایک دن پورا عمل اِن کا دیکھے،جیسے کارگزاری میں پوچھتے ہیں کہ ماہانہ جوڑ کیسے کرتے ہیں؟ تو وہ جو سنانے والا ہے اُس کو سنانے کا موقع دیا جائے۔بعض مرتبہ اُس کو اظہار کی طاقت نہیں تو اُس کو پورا سنتے ہیں، ایسے ہی ہم پورے طریقہ سے اُن کو دیکھیں کہ کس طرح کر رہے ہیں پہلا دن پورا، صبح سے شام تک، رات کو کیا اعمال ہیں، ان کے آپس کا کیا برتاؤ ہے، مقامی لوگوں کی طرف کیا توجہ ہے۔

---

(۱) موقفُ ساعةٍ في سبيلِ اللهِ خيرٌ من قيامِ ليلةِ القدرِ عندَ الحجرِ الأسوَدِ (ابن حبان، ۴۶۰۳)

## محنت اپنی ذات پر بھی ہو، ساتھیوں پر بھی ہو اور مقامی لوگوں پر بھی ہو

تین قسم کے لوگ ہیں جماعت میں (۱) اپنی ذات ہے۔ (۲) اپنے ساتھی ہیں (۳) مقامی لوگ ہیں (سب پر محنت کرنی ہے)۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ساتھی کو کسی چیز پر غلبہ ہو گیا ہو وہ اپنے اِنفرادی میں لگا رہتا ہے ہر روز۔ کوئی ساتھیوں کی اصلاح کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ اور کسی کو ایسی محنت کا شوق ہے کہ بس! مقامی لوگوں پر، نہ بے چارے کی تعلیم ہو رہی ہے، بعض مرتبہ تو ایسی کارگزاریاں آئی ہیں کہ بھئی! چالیس دن میں تکبیرِ اولیٰ سے نماز بھی نہیں پڑھ سکا؛ حالانکہ چوبیس گھنٹہ فارغ ہے مسجد کے لیے اور مسجد کے اعمال کے لیے نکلا ہے۔

## نصرت کے تین دن اس طرح گزاریں

تو پہلے دن جماعت کے اعمال کو دیکھنا اور دوسرے دن سارے اعمال جو یہاں سے ہدایات دیئے جاتے ہیں وہ اعمال کر کے دکھانا، چاہے تعلیمی گشت میں متکلّم ہوں۔ یا چاہے عمومی گشت کے اندر متکلم ہو۔ یا چاہے خصوصی گشت میں ہو اور چاہے تشکیلی گشت میں ہو، چاہے وصولی گشت میں ہو' اپنے ساتھ اِن کو لگا کر اب اپنی بات رکھ کر اب اِن سے کہنا کہ تم اِس طرح بنو۔ ایک ایک عمل۔ اور تیسرے دن اپنے ساتھ لگالو، کہ بھئی! یہ ساتھی تشکیل میں ماہر ہے، چلو! اِس کو صحیح رُخ سے اب تشکیل میں بھیجتے ہیں۔ یہ ذرا! خصوصی ملاقات' علماء اور ذمہ دار دنیا کے اور پُرانوں میں بھیجتے ہیں، ایک ایک ساتھی کو اپنے ساتھ لے کر ایک ایک عمل میں شریک کر کے' ایسے 3 دن نصرت میں لگائیں گے؛ پھر یہ بہت عاجزی کے ساتھ درخواست ہے ہماری کہ جماعتیں جاتی تو ہیں اپنے ہی اپنے میں نہ رہیں، گشت کر کے آ گئیں، بھئی! مشورہ، تعلیم؛ سارا عمل کیا، بلکہ مقامی ساتھیوں کو ساتھ لے کر کام کریں۔ یہ بنیادی کمزوریاں ہم سے جو ہوتی ہیں ناں! اِس وجہ سے عملہ ہمارا آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ روانگی میں کوئی کمزوری ہوئی۔ متعدد بار یہ الفاظ ہیں، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے متعدد بار روانگی کی بات کی ہے۔ سارے پہلو سمجھائے گئے ہیں۔ بھئی! کیسے انفرادی اعمال اور اجتماعی اعمال، صبح سے لے کر شام تک اور کس طرح آبادی کی محنت اور کس طرح رات کو بھی آباد کرنا۔ نقد جماعتیں کیسے بنانا، مستورات کا کام، مرد یہ سمجھ رہے ہیں کہ مستورات کی جماعت کا کام ہمارا نہیں ہے!!۔ مستورات کی جماعت سمجھ رہی ہے کہ بھئی! مردوں کے جو کام ہیں وہ اس وقت نہیں کر رہے ہیں۔ شب گزاری' ماہانہ جوڑ' طلبہ میں محنت ساری محنتوں پر اُن کو (مقامی ساتھیوں کو) تیار کیا جائے۔ ماہانہ جوڑ کے حلقے اُن کے ذمہ داروں میں بنائیں یا نہیں بنائیں، اُن کا تعاون کریں' اُن کو سمجھائیں کہ کتنا ضروری ہے۔ اُس کی کیا بنیادیں ہیں' اِس طرح اپنے جو تقاضے ملے ہیں ذرا ذمہ دار وہاں جا کر اچھے سے جائزہ لیں۔ وہاں ذمہ دار عام طور پر یہ شکایت' یہ ساتھی کہتے ہیں' عذر کرتے

ہیں کہ بھئی! ہمارا علاقہ تو خود کمزور ہے ہم تمہاری جماعت میں ساتھیوں میں سے کس کو لائیں گے، اگر لگانے والے ساتھی ہوتے ناں تو اپنے علاقہ میں کام کرتے۔ اگر کسی ضلع /تحصیل کے کمزور حلقوں میں جماعتیں لے رہے ہیں تو مضبوط پورے ضلع کے جو افراد ہیں اُن کی ذمہ داری ہے کہ مقام پر اِن کے ساتھ لگیں اور جتنا ہو سکے مقامی ساتھیوں کو ساتھ لے کر کام کریں۔ آبادی کی محنت ہے، تعلیم کا عمل ہے، گشت کا عمل ہے، نقد جماعت بنانا ہے، رات کو محنت ہے، ساری چیزیں ہیں۔ مستورات کی جماعتوں کا بنانا ہے۔ طلبہ کے عنوان سے کیسے جوڑ ہوتے ہیں دو مرتبہ کے جوڑ۔ اور اِس وقت تک تو بہت زیادہ درد اور فکر لینے کی ضرورت ہے کہ ارتداد جو تیزی سے پھیل رہا ہے وہ ہمارے یہ کالجس / یونیورسٹیز سے نکلنے والوں سے پھیل رہا ہے۔

## کالجس اور یونیورسٹیوں کے طلبہ پر محنت ضروری ہے

● ہمارے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''یہ کالجس اور یونیورسٹیاں تو ایمان کے مژدہ خانے ہیں''۔ یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ مت بھیجو، لیکن وہاں جانے سے پہلے اپنے بچوں کو ایسے تیار تو کر لو۔ ہر ہر طالب علم جو یہاں تک پہنچا ہے، ہر ہر دُنیاوی تعلیم حاصل کرنے والا بچہ یہاں تک پہنچا ہے وہ کسی محلہ میں ہی تو رہتا ہے اور جس محلہ میں رہتا ہے وہاں مسلمان ہیں' مسجد ہے' مکتب ہے، اگر ہم نے اِن کو قرآن پاک کے مکاتب سے نہیں گزارا تو گویا کہ ہم نے ان کو اپنے ہاتھوں سے اِرتداد کی طرف ڈھکیل دیا اور گویا کہ جہنّم کی طرف پھینک دیا۔ اِن بچوں کی فکر کرنا، ایک ایک پہلو ہمارے ذمہ ہے۔

## پہلے جماعتیں اُمّت کے احوال سناتی تھیں تو لوگ دردو غم سے روتے تھے

یہ جو جماعتیں کام کر کے آئیں تو کارگزاری ایسے عملہ کے سامنے ہو کہ سننے والوں میں جذبہ پیدا ہو۔ ایک تو ہے دن بھر کے اعمال کی کارگزاری ہے؛ ایک تو ہے وہاں کے احوال؛ اُمّت کا کیا حال ہے۔ پہلے جماعتیں اُمّت کے احوال سنائیں اُنہیں۔ وہ لوگ دردو غم سے روتے تھے، چیخیں نکلتی تھیں اور نقد جماعتیں بنتی تھیں۔ اب جماعتیں؛ بھئی! یہ عمل ایسے کیوں کیا؟ اور یہ کیوں نہیں کیا؟ اور پھر اِس کے اوپر اِتنا وہ اصرار کرتے ہیں کہ سامنے والے جو کام کر کے آتے ہیں وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ آئندہ کارگزاری سنانے کی ہمّت نہیں کر پاتے۔

## جتنا کیا ہے اُس کو سراہنا اور جو صحیح بات ہے اُس کو حکمت اور نرمی سے بتانا

جتنا کیا ہے اُس کو سراہنا اور جو صحیح بات ہے اُن کو حکمت سے' نرمی سے بتانا۔ ''جس چیز کو ہم پوچھنا چھوڑ دیں گے ناں! اُمّت اُس کو سوچنا چھوڑ دے گی''۔ اس لیے پوری بات یہ جو کارگزاری کا جو پرچہ ہے سارے عالم کے لیے

ہے، چاہے ہمارے ماہانہ جوڑ کا پرچہ ہو یہی پرچہ ہے۔ کارگزاری کا ایک ہی پرچہ ہے سب کو۔ ایک ہی پرچہ پر محنت۔ جتنی ہمارے دلوں میں یہاں کی بات کی عظمت ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ وہ بات چلائیں گے۔

## اگر نظام الدین کی بات کو کوئی بچہ بھی چلائے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کریں گے اور وہ بات چل پڑے گی

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ''اگر نظام الدین کی بات کو کوئی بچہ بھی چلائے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کریں گے اور وہ بات چل پڑے گی''۔ آپ دیکھو! یہاں کی باتوں کو اچھے سے سمجھ کر چلانے کی کوشش کرو، کیسے اپنے اندر قوت محسوس کریں گے۔ صحابہؓ کی مددوں کی بنیاد تھی یہ کہ مرکزیت اور وہاں کے اُصول اور اُس وقت کے ذمہ دار' اُس کی اہمیت اور عظمت کو لے کر پوری اُمّت میں جاتے تھے' اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کیا کرتے تھے۔ یہ تین بنیادی تھیں؛ (۱) وقت کا ذمہ دار (۲) مرکزیت (۳) وہاں سے چلائے جانے والے اُصول۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اُصول دے دیئے ہیں کہ ہم کام کی فکر میں لگے ہیں۔ ابھی تو ہمیں اپنی فکر کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمارے عملہ کی اور ہمارے ٹھیہ ر ٹھکانوں کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)۔ بہت چوکنا ہے باطل ایسا ماحول بنا کے رکھا ہے۔ تو ایک ایک پہلو اِس پرچہ کا جو ہے ہم میں کا ایک ایک ساتھی غور کرے۔

### معمولات' معاملات' معاشرت اور اخلاقیات کی جانب بھی توجہ دینی ہے

اور بھئی! دیکھو! بات تو یہ ہے کہ عزائم تو حوصلوں کے ساتھ کرنے ہیں اور بہت ہمّت کے ساتھ کرنے ہیں لیکن ہمیں اِس بات کی طرف بھی آنا ہے کہ بھئی! اگر 50 رگرام محنت ہم نے اپنے ساتھیوں پر اور اُمّت پر سوچی ہے ناں! تو کیلو بھر اور مَن بھر ہمیں جو ہے ناں اللہ پر عرض کرنے کو سوچنا چاہیے۔ بھئی! عملہ کو اس پر تیار کریں۔ عملہ جب آجائے گا ناں! صحیح محنت کر کے رُو رہا ہے تو عوام اِس پر آجائے گی۔ ذمہ دار آئیں گے تو عوام بھی آجائے گی۔ رونے کی طرف رُخ بڑھے، اعمال کی طرف، نوافل کی طرف، اور تلاوت و تسبیح کی طرف، اخلاق و معاملات کی طرف اور ہمارے برتاؤ کی طرف، لوگ ہمارا برتاؤ دیکھیں۔

### اپنے صوبوں میں یہاں کی تمام باتیں لے جا کر سنائیں تاکہ ساتھیوں کے حوصلے بڑھیں

یہ پوری بات ہر ہر ہمارے کام کرنے والے ساتھیوں کو اپنے صوبوں میں ایسی بات لے کر جائیں یہاں کی کہ اُن کے حوصلے بڑھ جائیں' جتنا کر رہے تھے ہم اُس پر نَدامت کریں' رونے والے بنیں، کہ جیسا کرنا تھا نہیں ہوا' اور ایسے حوصلے تیار ہو جائیں جیسا کہا جا رہا ہے نظام الدین سے ایسے کریں گے۔ اب تو ہر سال چھ مہینہ کے تقاضے ہیں اور ہر سال بڑا عملہ تیار ہو رہا ہے، لگاتار یہاں آرہا ہے۔ اور آکر پرچے دے رہا ہے کہ ہم تیار ہیں۔ اپنے صوبہ کے ذمہ

داروں کو لے کر آرہا ہے۔ ہر سال چھ مہینہ کے لیے تیار ہے۔ چار مہینہ پھرنے کے اللہ تعالیٰ توفیق دے ہمیں، ہم اپنی مسجد کی جماعت بنا کر پیدل چار مہینے اپنے صوبہ کے تقاضوں پر چل کر دیکھیں۔ اپنی مسجد کی جماعت۔

## فاصلہ سے اب تین مہینہ اپنے مقام پر کام کرو اور پھر دو مہینہ یہاں آؤ اور پھر تین مہینہ اپنے مقام پر کام کر کے پھر چار مہینہ کی جماعت میں جاؤ!

اور حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے فرمایا "فاصلہ سے اب تین مہینہ اپنے مقام پر کام کرو اور پھر دو مہینہ یہاں آؤ اور پھر تین مہینہ اپنے مقام پر کام کر کے پھر چار مہینہ کی جماعت میں جاؤ۔ یہاں ایک صاحب آئے؛ فلاں صاحب! فلاں علاقہ سے دو مہینہ کے لیے؛ حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے سوال قائم کیا کہ بھئی! پاسپورٹ لائے ہو؟ وہ سمجھا شاید حضرت نہیں سمجھ پائے!! تو آگے بڑھ کر چھپ کے کہنے لگے کہ حضرت! مَیں دو مہینہ میں آیا ہوں دو مہینہ میں!! تو کہا: ہاں! ہاں! اُسی کو تو پوچھ رہا ہوں؛ یہاں قیام کے لیے نہیں بلایا گیا۔ حضرت تو اِس پر ناراض ہوتے ہیں، کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں خدمت کے لیے بلایا جاتا ہے، یہاں آنا تو عالم کے جو تقاضے یہاں آرہے ہیں اُن تقاضوں پر لبیک کہنا ہے اور اپنے آپ کو پیش کرنا ہے۔

## جس سطح کا عملہ تم یہاں پر بھیجو گے یہاں کی سطح اُتنی بلند ہوتی چلی جائے گی

حضرت دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جس سطح کا عملہ تم یہاں پر بھیجو گے یہاں کی سطح اُتنی بلند ہوتی چلی جائے گی، ایسا عملہ ہونا چاہیے، جو صوبوں میں، اپنے ضلعوں میں، اور کام کو لے کر چل رہے ہیں فکر کے ساتھ، محنت کے ساتھ، قربانیوں کے ساتھ؛ ایسا عملہ یہاں آوے اور چار چار مہینہ لگا کر تین مہینے اپنے مقام پر رہ کر دو مہینہ لگا کر پھر یہاں تین مہینہ دے، اور جو پرچہ دیا جاتا ہے پورے کوائف اُس دو مہینہ کے لکھے جائیں اُس کے اندر۔ یہ ہر سال چار مہینے والے ساتھی، ہر سال چھ مہینے والے ساتھی، اِتنے بار چار مہینے لگ گئے ہیں۔ تقاضے تو عالم کے اِتنے ہیں کہ چین سے بیٹھنے کا موقع نہیں ہے، حلال کمائیوں میں بھی لگنے کا موقع نہیں ہے، لیکن نکما نہیں کرنا ہے اپنے عملہ کو۔ مگر اپنے اشتغال کو کم کرتے چلے جائیں۔ اور زیادہ وقت اور فارغ وقت اپنا مساجد کو دیتے چلے جائیں، اور سالانہ خُروج کو بڑھائیں اور اپنی مسجد کی جماعتیں بنا بنا کر؛ بلکہ حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) نے تو یہاں مطالبہ کیا ہے/تقاضہ رکھا ہے کہ مستورات کی خاندان کی جماعت عالم میں جائے۔ تو سب نیت کریں اِن شاءاللہ۔

# بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

## بتاریخ 30/ جولائی 2023ء ۔ بمطابق ۱۳/ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ ۔ بروز اتوار، بوقت بعد نماز مغرب

بعد خطبۂ مسنونہ

## ہدایت اور انتقام کا جذبہ (دونوں) داعی کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو اور عزیزو! ہدایت اور انتقام (بدلہ لینے) کا جذبہ داعی کے دل میں (دونوں) جمع نہیں ہوسکتے۔ اور یہ انتقام کا جذبہ اِس سے اغیار مراد ہیں اِس سے اپنے مراد نہیں ہیں' اُس سے اغیار مراد ہیں کہ اگر آپ اغیار سے انتقام کا جذبہ رکھتے ہیں تو یہ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت صبر کر کے چند لوگوں کے نام کے تعین کے ساتھ اُن کے لیے بددُعاء کا ارادہ کیا، کہ یہ اگر راستہ سے ہٹ جائیں تو میرا کام بن جائے (۱) اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی ایسا جب کرتے ہیں جب اُن کی برداشت بشری اعتبار سے ختم ہوجائے؛ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے یہ فرمایا کہ آپ کو اس کا حق نہیں کہ آپ ان کے لیے بددُعا کریں؛ بلکہ آپ کے ذمہ جو کام کیا گیا ہے آپ وہ کام کیجئے!!۔ اللہ کی شان! جن جن کے لیے آپؐ نے بددُعا کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے چن چن کر اُن کو آپؐ کا معاون بنادیا۔ مقابل کو معاون بنادیا۔ بلکہ آپ روایت پڑھئے!! اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جن کے لیے آپؐ نے بددُعا کی، اُنہوں نے آپؐ کی اعانت کی۔ اس لیے کہ سب سے پہلے یہ سبق سکھلایا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کو کہ آپ جن کی طرف مبعوث ہیں آپ اُن سے استغناء (بے نیازی) نہ برتیے، باوجود یہ کہ مخالفین کی طرف سے رُکاوٹیں بھی آئیں گی اور اُن کی طرف سے اذیتیں بھی آئیں گی لیکن آپ استغناء مت برتو۔ اس لیے کہ جو آدمی ستانے والے سے بھی مستغنی ہو؛ یوں کہیں کہ وہ ستانے والے کو بھی راستہ پر نہیں لاسکتا۔

## استغناء اور تنگ دلی اِس سے فرقے بنتے ہیں

(میں بہت اہم بات آپ سے عرض کر رہا ہوں) کیونکہ میرا اپنا تجزیہ یہ ہے کہ جتنا اُمت میں گروہ بنیں گے اور فرقے بنیں گے وہ استغناء اور تنگ دلی سے بنیں گے، اِستغناء اور تنگ دلی اِس سے فرقے بنتے ہیں۔ اور اُمت بننے کے لیے پہلا سبق یہ سکھایا گیا کہ آپ اُن کی طرف مبعوث ہیں' آپ اُن سے استغناء نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشکش ہوئی کہ یہ جو آپ کی بات نہیں مان رہے ہیں ہم جبل احمر اور ابوقبیس دونوں کو ملا کر اِنہیں کچل کر ختم کردیں گے۔ (میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بطور امتحان تھا) کہ آپؐ کیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ فرشتہ نے کہا کہ اِن میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ فرمایا: اگر اِن میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے تب بھی میں یہ نہیں چاہتا کہ اِن کو ہلاک کیا جائے، اِن کی پیٹھ میں جو اولادیں چھپی ہوئی ہیں میں اُن کی ولادت کا اور اُن کے دُنیا میں آنے کا انتظار کروں گا تاکہ وہ ایمان لائیں۔

---

(۱) وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ -قَالَ أَحْمَدُ: وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَقِيلٍ، صَالِحُ الْحَدِيثِ ثِقَةٌ- قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: »اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا، اللَّهُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ الْعَنْ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو، اللَّهُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ«. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ فَتِيبَ عَلَيْهِمْ كُلِّهِمْ (٤). تفسیر بن کثیر ج۲ ص ۱۱۵)

## جب تک کہ ہمارے معمولات پر ان واقعات کی تطبیق نہ ہو

(قصے تو خوب چلتے ہیں تقریروں میں ) لیکن ہمیں استفادہ نہیں ہوگا جب تک ہماری انفرادے معمولات پر ان واقعات کی تصدیق نہ ہو، کہ قصے گزر رہے ہیں تعلیم میں اور ہماری اس میں عملی تطبیق نہیں ہے؛ ورنہ صرف سیرت کا علم ہونا اِس سے نہ کوئی رُخ پلٹتا ہے نہ نتیجہ نکلتا ہے۔اس لیے ہم عرض کر رہے ہیں کہ تطبیق بھی ہو اور اس کا عملی اقدام بھی ہو داعی کے پاس؛ کیونکہ دو قسم کے کفار تھے، ایک معاند (دُشمنی رکھنے والا) (اور) ایک مخالف؛ اور ایک قسم وہ تھی جو آپؐ سے مقابلہ تو نہیں کرتی تھی لیکن وہ آپؐ کے دین سے اور آپؐ کی دعوت سے اختلاف کرتی تھی؛ بہت سے ایسے کفار ایسے تھے کہ ہم آپؐ سے مقابلہ نہیں کریں گے لیکن ہم آپ کے کام سے اتفاق نہیں کریں گے۔

تو داعی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اُن کو اپنے کام سے مطمئن کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے؛ وہ یہ نہیں کہتا کہ اچھا اگر آپ یہ کام نہیں کرتے تو چھوڑ دیں اِن کو۔

(مجھے یہ بات عرض کرنی ہے )۔کہ اِس کام کو کرنے کے لیے نبوّت والی نصرت چاہیئے' اِستغناء سے کام نہیں ہوگا، جو آپ کے کام سے یا جو آپ کی ترتیب سے اتفاق نہیں رکھتا میں سوچتا ہوں کہ مؤمن سے استغناء کی کہاں گنجائش ہوگی جب مشرک سے استغناء کی گنجائش نہیں ہے؛ حالانکہ اِس کا تصوّر بھی نہیں ہے۔ہم کہہ رہے ہیں کہ اپنے اخلاق کا مظاہرہ یوں کرو، اپنے اخلاق کا مظاہرہ اختلاف میں کر کے دکھلاؤ' تب پتہ چلے گا کہ آپ کے پاس اخلاق کی حقیقت ہے یا آپ کے پاس اخلاق کا علم ہے' (یاد رہے )اور اخلاق کا مظاہرہ ہوگا صرف اختلاف میں ہوگا۔

## جہاں اختلاف نہیں وہاں اخلاق کا کوئی امتحان بھی نہیں

جہاں اختلاف نہیں وہاں اخلاق کا کوئی امتحان بھی نہیں۔اور مجھے اس بات پر شکایت ہے؛ اپنی ذات سے بھی ہے اور اپنے آپ کو پہلے متہم سمجھتا ہوں کہ آپ نہیں تو نہیں صحیح !الحمدللہ کبھی ذہن میں یہ بات آتی نہیں' کہ آپ نہیں تو نہیں صحیح' آپ نہیں تو وہ صحیح، میں آپ سے کہنے کی بات نہیں ہے لیکن' تم نہیں اور صحیح اور نہیں اور صحیح !!! یہ وہ لوگ رکھتے ہیں جن کے پاس حقیقی عشق نہیں ہوتا (بہت اہم بات ہے ) لیکن سب سے پہلے یہ سبق سکھلایا گیا' کہ آپ کے دل میں غیروں کی طرف سے اِستغناء نہ ہو؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہیں فرمایا' کہ اِن کو قتل کیا جائے ،فرمایا: نہیں !اِن کی اولاد کو دعوت دو۔

## کسی کو بھی اجنبیت کی نظر سے مت دیکھو

دوسری بات یہ ہے کہ کسی کو بھی اجنبیت کی نظر سے مت دیکھو۔اور یہ آدمی کب کرتا ہے؟ کسی آدمی کو اجنبیت کی نظر سے کب دیکھتا ہے! (دیکھئے میں آپ سے سچی بات بتاؤں ) کہ جب دل سے اخلاص نکل جاتا ہے اور اغراض پیدا ہو جاتی ہیں تو دوسرے کو اجنبیت کی نظر سے دیکھنے پر آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔اگر غرض غالب ہے (میں تو صاف کہتا ہوں آپ کو پسند آئے یا نہ آئے ) اگر مالِ غنیمت ہی غرض بن گیا تو اجنبیت پیدا ہوگی۔اگر مالِ غنیمت ہی غرض بن گیا تو اجنبیت پیدا ہوتی ہے چنانچہ

ایک صحابیؓ اُنہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو ریوڑ اپنا بکریوں کا لے کر جا رہا تھا' انہوں (صحابہؓ) نے ارادہ کیا کہ اِس پر حملہ کر کے اِس کی بکریوں کو مالِ غنیمت بنایا جائے؛ کہ وہ مشرک ہی ہوگا ورنہ یہاں اِس علاقہ میں مسلمان کہاں ہوگا؛ اُنہوں نے اُس پر حملہ کیا اور اُس کی بکریوں کو مالِ غنیمت بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے اِس پر قرآن نازل کیا، **اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا** (١) (میں اِس سے بہت اہم بات کہنا چاہتا ہوں، میں نے ایک بات کہنے کے لیے آیت پڑھی ہے) کہ جس کے بارے میں آپ کو یہ تردد ہے کہ مسلمان ہے یا غیر مسلم، اگر وہ دشمن ہے تو اس کی بکریوں کو مالِ غنیمت بنائیں!! قرآن یہ کہتا ہے کہ آپ اِس کو بھی یہ مت کہیئے کہ تو مؤمن نہیں ہے۔ صرف اِس لیے کہ چھوٹا سا بکریوں کا ریوڑ اِس کا تمہارے لیے معنی رکھتا ہے' **تریدون عرض الدنیا واللہ یحب الآخرۃ** صرف اِس لیے؛ تم اُس کے ایک ریوڑ پر اِس لیے حملہ کر دو کہ اِس کے ریوڑ کو مالِ غنیمت بنالو، لیکن سوچو تم اِس بات کو کہ آج تم کسی کو غیر مسلم کہہ کر کے اندر اُس کے سلام کے جواب میں کہو کہ نہیں' تو سلام کر رہا ہے اُن بکریوں کو بچانے کے لیے اِس کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ اس پر حملہ کر کے اُس کو (بکریوں کو) صرف دُنیوی غرض کے لیے!!۔ (**کذالک کنتم من قبل**) تم بھی پہلے ایسے ہی تھے (مشرک)۔ اور تم اپنے ایمان کو چھپاتے پھرتے تھے؛ آج اگر ایک آدمی اپنے ایمان کو چھپانے کی وجہ سے تمہیں سلام کر رہا ہے تو تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ لست مؤمنا کہ تم مؤمن نہیں ہو، یہ قصہ میں نے یہ سنانے کے لیے عرض کیا ہے کہ عالمی سطح پر اِس دعوت کے میدان میں یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ ایک دوسرے کو دوسری یا تیسری جماعت کی طرف متہم کرنا' منسوب کرنا اِس کا مزاج بن گیا ہے۔ (بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں) کہ آپ کس جماعت کے، کہ آپ کس طریقہ کے، آپ کن کے ساتھ ہیں، آپ کس جماعت کے ہیں۔

## آپ کن کے ساتھ ہیں یہ اُمت کو پھاڑنے کا ایک عنوان ہے

میرے دوستو عزیزو! آپ کن کے ساتھ ہیں یہ اُمت کو پھاڑنے کا ایک عنوان ہے۔ نہ تو یہ خدمت حکمت ہے' نہ یہ دعوت ہے؛ بلکہ یہ ایک اُمت کو پھاڑنے کا ایک عنوان ہے۔ ایک بات میں نے عرض کی تھی کہ جب اغراض آجائیں اخلاص نہیں آئے گا تو ایک دوسرے کو متہم کریں گے کہ اللہ نے قرآن نازل کیا اِس پر اور یہ فرمایا کہ تم میں بھی مکہ میں ایک زمانہ وہ تھا کہ تم اپنے ایمان کو ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ آج تمہیں اگر اللہ تعالیٰ نے قوت دے دی ہے اور غلبہ دے دیا ہے تو تم ایک آدمی کو اُس کے صرف بکریوں کے ریوڑ کے لیے یوں کہو کہ تو مؤمن نہیں ہے۔ اِس لیے میں کیا عرض کروں کہ یہ ایک اندر ایک بیماری ہے، کہ آپس میں ایک دوسرے کو یا کسی بھی ایمان والے کو یہ کہنا کہ آپ ہماری جماعت میں سے نہیں ہیں، اِس کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ میں اِس لیے بار بار کہہ رہا ہوں کہ جن میں اِستغناء ہوگا اللہ اُن سے کام نہیں لیں گے؛ یہ میرے اور آپ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے تمہیں بھی دیکھ رہا ہے کہ اِن کا میری مخلوق کے بارے

---

(١) يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَعِندَ ٱللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء:٩٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ بِنَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَسُوقُ غَنَمًا لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا: مَا سَلَّمَ عَلَيْنَا إِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنَّا. فَعَمَدُوا إِلَيْهِ فَقَتَلُوهُ، وَأَتَوْا بِغَنَمِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا [إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا] (٦)﴾ إِلَى آخِرِهَا. تفسیر بن کثیر 382/2

میں کیا خیال ہے۔اور یہ بات جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جتنی وُسعت اپنے محسنین کے لیے تھی اِتنی وُسعت آپؐ کے یہاں اذیت دینے والوں کے لیے بھی تھی۔تو ہم نے عرض کیا کہ صحابۂ کرامؓ کا یہ معمول تھا' کہ اگر کوئی شخص کسی حالات کی وجہ سے' کسی بھی حال کی وجہ سے اگر وہ کسی فتنہ میں پڑ گیا تو اُس کو واپس کیسے لایا جائے؛ اِس کے لیے اپنے جان و مال کی' مشورہ کی غرض ہر چیز کی بازی لگادی جائے، کہ لے آؤ اِس کو۔ اِستغناء۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے عیسائی' یہودی کی اسلام اور ہدایت کی دُعاء کرتے تھے جو حساب میں ماہر تھے۔ایک اپنے بیت المال کے حساب کی جانچ کے لیے ایک CA کی ہدایت کی تمنا تھی کہ کاش! وہ مسلمان ہوتا تو میں اسے رکھ لیتا۔کیا کہا حضرت عمرؓ نے CA (محاسب) بنا دیتا۔(میں کچھ کہہ رہا ہوں) جو ایک انتظامی کام کے لیے ایک یہودی محاسب کی ہدایت چاہ رہے ہیں آپ اِس سے اندازہ کر لیجئے پھر ایک صلاحیت والے کو آدمی اپنے دین کے کام کے لیے اُس کی طرف وہ کتنی لالچ ہو اُس کی ہدایت کی۔آپ اِس سے اندازہ کیجئے!!۔میں نے عرض کی ہے ایک بات! کہ جو پیچھے رہ جائیں اور کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں ایسے ساتھیوں کے قریب ہو کر اُن کی غلط فہمیوں کو دور کرنا یہ بڑی اہم ذمہ داری ہے۔حضرتؒ ایک جگہ فرماتے تھے''ایک زمانہ آئے گا کہ تم حلقوں میں ایسے بٹ جاؤ گے کہ جب ایک حلقہ کا طالب علم دوسرے حلقہ میں بیٹھا ہوا نظر آئے گا تو اس استاذ کو غصہ آئے گا کہ تم میرے حلقہ کے طالبِ علم تھے وہ حلقہ میں کیوں چلے گئے!!۔یہ کیسے!!۔

حالات آتے ہیں ساتھی مایوس ہو جاتے ہیں،اُن کو سہارا دینے کی اور اُن کو غلط فہمیوں کو دور کرنے کی مستقل ضرورت ہے

اِس لیے ہم نے عرض کیا کہ حالات آتے ہیں،اُن حالات میں ساتھی بے چارے بیٹھ جاتے ہیں، مایوس ہو جاتے ہیں' ایسے ساتھیوں سے ملاقاتوں کی اور اُن کو سہارا دینے کی اور اُن کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی مستقل ضرورت ہے۔ اِس کی مستقل ضرورت ہے۔

## حضرت عیاش بن ربیعہؓ کا واقعہ

ایک صحابیؓ تھے عیاش ابن ربیعہؓ اُنہوں نے ہجرت کی مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی؛ چنانچہ روایت میں ہے کہ یہ اُن کو مدینہ سے واپس لانے کے لیے مکہ والوں نے سفر کیا، کہ عیاش تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں دیکھ نہیں لے گی' سَر میں نہ کنگھی کرے گی نہ سورج سے سایہ حاصل کرے گی، اور مَر جائے گی اس گرمی میں؛ تو عیاش! پریشان ہو گئے حالات سے اور انہوں نے آ کر حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جانا چاہتا ہوں' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عیاش! ان کی باتوں میں نہ آؤ! یہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے' تم مت جاؤ! اور تمہاری ماں تمہیں نہیں ڈانٹے گی!! انہوں نے کہا کہ میرا نہ جانا مناسب نہیں؛ اور ایک اور کام بھی ہے میرا' میرا وہاں مال رہ گیا ہے' میں اُنہیں لیتا آؤں گا اور مال خرچ کر پاؤں گا!! اُنہوں نے فرمایا: عیاش! میں قُریش میں سب سے بڑا مالدار ہوں، تم میرا آدھا مال ابھی لے لو۔تم مت جاؤ!۔عیاش نے کہا کہ نہیں' جانا ہی ہے۔انہوں نے کہا: عیاش! میں تمہارے ایمان کی بھی حفاظت لیتا ہوں اور تمہاری جان کی بھی حفاظت میرے ذمہ ہے؛ اگر تم نے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یہ سواری لو، اگر اِن کا ارادہ تمہارے ساتھ بُرا ہوا' تم جانے سے رک جانا، اور یہاں سے

وہ چلے گئے۔ راستہ میں انہوں نے حضرت عیاش کو رسیوں سے باندھا، اُن کو ستایا، یہاں تک کہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اِس لیے میرے دوستو! لگے رہیں۔ جو لوگ ایسے فتنوں میں پڑ گئے اور مدینہ منورہ کی مرکزی اِجتماعیت سے الگ ہو گئے کہ اِس وقت کہاں واپسی ہو سکتی ہے۔(۱)

## حضور اکرم ﷺ نے ایسی اِجتماعیت کا نظام قائم کیا تھا کہ کچھ وقت کے لیے گھر واپس جانے والے اپنے آپ کو مرتد سمجھتے تھے

اِس لیے کہ میں آپ سے درمیان میں عرض کر دیتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اِجتماعیت کا نظام قائم کیا تھا کہ کچھ وقت کے لیے گھر واپس جانے والے اپنے آپ کو مرتد سمجھتے تھے۔ جب وہ اسلام لائے، اور بیمار ہو گئے اور آپؐ نے اُن کو دیہات میں جانے کے لیے فرمایا' صرف آب و ہوا تبدیل کرنے اور علاج کی غرض سے۔ اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم مرتد ہونا نہیں چاہتے۔ آپ ہمیں واپس لے چلیں۔ فرمایا: نہیں' یہ قتال نہیں ہے، ہم تمہیں تمہارے علاقہ میں تمہارے علاج کے لیے لے کر جا رہے ہیں۔(۲)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ کر پوچھا کچھ لوگوں نے کہ جو آدمی اپنے والدین کی خدمت کے لیے یمن چلا جائے اور دین کی محنت چھوڑ دے' اِس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا: پہلے تم بتاؤ! تم کیا کہتے ہو!؟۔ کہا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے والدین کی خدمت کے لیے یمن چلا گیا اور کام چھوڑ دیا تو وہ مرتد ہو جائے گا۔ فرمایا: نہیں؛ وہ مرتد نہیں ہے، وہ تو جنتی آدمی ہے۔ جو اپنے والدین کی خدمت کے لیے یمن چلا گیا تھا۔ مرتد تو وہ ہے جس نے کسی کافر کی زمین

---

(۱) هجرة عمر بن الخطاب رضي الله عنه وصاحبيهو أخرج ابن إسحاق عن نافع عن ابن عمر عن عمر رضي الله عنه قال: إتَّعدنا لمّا أردت الهجرة إلى المدينة أنا وعيّاش بن أبي ربيعة وهشام ابن العاص التناضب من أضاة بني غفار فوق سَرِف وقلنا: أيُّنا لم يصبح عندها فقد حُبس، فليمضِ صاحباه. قال فأصبحت أنا وعيّاش عند التناضِب وحبس عنا هشام وفتن فافتتن. فلما قدمنا المدينة نزلنا في بني عمرو بن عوف بقُباء. وخرج أبو جهل بن هشام والحارث بن هشام إلى عياش - وكان ابنَ عنهما وأخاهما لأمهما - حتى قدما المدينة، ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بمكة، فكلّماه وقال له: إنَّ أمك قد نذرت أن لا يمس رأسها مُشط حتى تراك ولا تستظلّ من شمس حتى تراك. فرقّ لها، فقلت له: إنه - الله - إنْ يريدك القوم إلا ليفتنوك عن دينك فاحذرهم، فو الله لو قد آذى أمك القمل لامتشطت، ولو قد اشتد عليها حرّ مكة لاستظلّت. قال: فقال: أبرّ قَسَمَ أمي ولي هنالك مال فآخذه. قال قلت: والله إنك لتعلم أنّي لمن أكثر قريش مالاً، فلك نصف مالي، ولا تذهب معهما. قال: فأبى عليَّ إلا أن يخرج معهما. فلما أبى إلا ذلك قلت: أمَا إذا قد فعلت ما فعلت، فخذ ناقتي هذه فإنها ناقة نجيبة ذَلول، فالزم ظهره، فإن رابك من أمر القوم رَيب فانجُ عليها. فخرج عليها معهما حتى إذا كان ببعض الطريق، قال له أبو جهل: يا أخي - والله - لقد استغلظت بعيري هذا، أفلا تُعقِبُني على ناقتك هذه؟ قال: بلى. فأناخ وأناخا ليتحوّل عليها، فلما استوَوْا بالأرض عَدَوَ عليه فأوثقاه رباطًا، ثم دخلا به مكة وفتناه فافتتن. قال عمر رضي الله عنه: فكنا نقول: لا يقبل الله ممن افتَتن توبة، وكانوا يقولون ذلك لأنفسهم، حتى قدم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المدينة وأنزل الله: ﴿أَوَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ قُلْ يَٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ وَأَنِيبُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا۟ لَهُۥ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ وَٱتَّبِعُوٓا۟ أَحْسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (الزمر: ۵۲-۵۵). قال عمر: فكتبتها وبعثت بها إلى هشام بن العاص. قال هشام: فلما أتتني جعلت أقرؤها بذي طُوى أصعّد به وأُصوّب ولا أفهمها، حتى قلت: اللّهمّ فهِّمْنيها، فألقى الله في قلبي أنها إنما أُنزلت فينا وفيما كنا نقول في أنفسنا، ويقال فينا: قال: فرجعت إلى بعيري فجلست عليه فلحقت برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالمدينة. كذا في البداية. وأخرجه أيضًا ابن السَكَن بسند صحيح عن ابن إسحاق بإسناده مطوّلًا كما أشار إليه الحافظ في الإصابة، والبزار بطوله نحوه؛ قال الهيثمي ورجاله ثقات. وأخرجه البيهقي، وابن سعد، وابن مردويهٔ، (حياة الصحابه، ج: ۱، ص: ۴۴۸)

(۲) هجرة بني اسلم أخرج أبو نُعيم عن إياس بن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه قال: أصاب أسلَم وجعٌ. فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم »يا أسلمُ أبدوا«. قالوا: يا رسول الله نكره أن نرتد، ونرجع على أعقابنا. فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أنتم باديتنا ونحن حاضرتكم، إذا دعوتمونا أجبناكم وإذا دعوناكم أجبتمونا؛ أنتم المهاجرون حيث كنتم. كذا في كنز العمال. (حياة الصحابه، ج: ۱، ص: ۴۷۴)

اُس سے لے لی اور اُس سے بجائے جزیہ لینے کے اُس کو جزیہ دینے لگا اور جہاد کیا۔(۱)

تو میں نے عرض کیا کہ صحابہؓ یہ سمجھتے تھے۔ کہ اگر ہم اجتماعیت سے ہٹ گئے تو گویا ہم' ہماری معافی ممکن نہیں؛ چنانچہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکر میں لگے رہے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا مکہ مکرمہ اُن لوگوں کو جو اس فتنہ میں پڑ گئے، اور اُن کو خط یہ لکھا کہ قرآن کی یہ آیت لکھی: **قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ**، چنانچہ مکہ والوں نے اِس آیت پڑھا' جو اِس فتنہ میں پڑ گئے تھے اور اِس آیت کو پڑھ کر واپس آ گئے۔(تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مال سے' اپنے مشورہ سے' اپنی جان سے اِس میں لگے رہے کہ کسی طرح یہ واپس آئیں۔ کہ دوریاں ہوتی ہیں غلط فہمیوں کی وجہ سے۔ اگر قریب رہو اور کچھ ہو' کچھ ہو؛ آپ کو کیا اختلاف ہے!!

ایک کام ہے اور اُس کا ایک اِبتداء سے ایک مرکزی مقام ہے۔ جس چیز کو آپ سمجھ نہیں رہے ہیں اُس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے!!۔ کہ کسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اختلاف کرنا اس کی گنجائش نہیں ہے۔ سلام کرنا اور قریب ہونا، اِس لیے میں نے عرض کیا کہ اِستغناء نہیں ہے۔ ساتھیوں سے ملیں، اُن سے ملاقاتیں کریں، اور اُنہیں کام کی کارگزاریاں سنانا، اور یہ پھر عرض کرتا ہوں کہ جتنا کام کرنے والے اِس کام میں سیرت کو تھامیں گے اور جتنا سیرت کے پابند رہیں گے میں کہتا ہوں کہ یہی ایک واحد وجہ اُمت کے اُمت بننے کی ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو آدمی سمجھتا نہیں ہے۔ ہماری کوشش رہے کہ اپنے کام کو اپنی بصیرت اور اپنے کام کو نظام الدین کی ہدایات کے مطابق اور پابند ہو کر کرنا ہے۔

## کسی کو راضی کرنے کے لیے اپنا طریقہ چھوڑ دینا یہ تو خود اپنے آپ کو نقصان میں ڈالنا ہے

کسی کو راضی کرنے کے لیے اپنا طریقہ چھوڑ دینا یہ تو خود اپنے آپ کو نقصان میں ڈالنا ہے۔ اِس لیے کہ آپ لوگوں کو کام پر کوئی بصیرت نہیں ہے' آپ کسی کو راضی کرنے کے لیے کام کے طریقوں کو چھوڑ کے چل رہے ہیں۔ کام کا طریقہ تو مسنون ہے، منصوص ہے اور دن رات اِس کی کوشش ہے، اللہ ہدایت عطاء کرے اس کام کے علماء کو، کہ جو دن رات اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ یہ تمام جزئیات سیرت سے تلاش کرتے ہیں' بیان کرتے ہیں اُن کے لیے ہم تنہائی میں دُعائیں کرتے ہیں۔ اِس لیے کہ یہ امانت ہے۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو نہ مانے۔ جو بے اُصولی کرے اُنہیں نکال دو اِس کا تصور ہی نہیں۔

## غلطیاں ہوتی ہیں عوارض کی وجہ سے۔ اِس لیے اِس کو معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کو کیا عارضہ پیش آیا ہے

غلطیاں ہوتی ہیں عوارض کی وجہ سے۔ اِس لیے اِس کو معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کو کیا عارضہ پیش آیا ہے کوئی ایسی بات بتا دیں۔ کیونکہ صحابہؓ کے معمول میں یہ بات ملتی ہے کہ اگر کسی عارض کی وجہ سے کوئی حکم پورا نہیں ہوسکا تو صحابہؓ بھی ایک دوسرے کو ملامت نہیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کو ملامت نہیں کرتے تھے۔ کہ ہمارا تو یہ اُصول ہے کہ کسی سے

---

(۱) إنكار عبد الله بن عمرو بن العاص على رجل ترك الجهاد وأخرج أبو نعيم في الحلية عن يحيى بن أبي عمرو الشيباني قال: مر بعبد الله بن عمرو بن العاص □ نفر من أهل اليمن، فقالوا له: ما تقول في رجل أسلم فحسن إسلامه، وهاجر فحسنت هجرته، وجاهد فحسن جهاده، ثم رجع إلى أبويه باليمن فبرهما ورحمهما؟ قال: ما تقولون أنتم؟ قالوا نقول: قد ارتد على عقبيه. d قال: بل هو في الجنة؛ ولكن سأخبركم بالمرتد على عقبيه: رجل أسلم فحسن إسلامه، وهاجر فحسنت هجرته، وجاهد فحسن جهاده، ثم عمد إلى أرض نبطي فأخذها منه بجزيتها ورزقها، ثم أقبل عليها يعمرها وترك جهاده، فذلك المرتد على عقبيه (حياة الصحابه، ج: ۱، ص: ۵۹۷)

کوئی غلطی ہوجاتی ہےتوہمیں سب سے پہلے یہ چاہیے کہ ہم اُس سے یہ معلوم کریں کہ آپ سے یہ غلطیاں کس عارض کی وجہ سے ہوئی ہیں!!۔آپ نے جماعت بنائی، فرمایا کہ تمہیں عصر بنوقریضہ میں پڑھنی ہے، راستہ میں سورج غُروب ہونے لگا، عارضہ پیش آیا وہاں پہنچنے سے پہلے، صحابہ میں اختلاف ہوگیا، بعضوں نے کہا کہ نماز پڑھیں گے بھئی! سورج غُروب ہوگیا نماز قضاء ہوجائے گی، بعضوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو پڑھیں گے ہی نہیں، کیونکہ ہمیں توحکم یہ ہے کہ عصر بنوقریظہ کے پاس پڑھنا ہے۔نہ آپس میں لڑائی ہوئی، کہ تم نے کیوں پڑھی؟ اورتم نے کیوں نہیں پڑھی؟ نہ واپس آئے۔اورواپس آنے کے بعد جو کارگزاری ہوئی روایت میں ہے:**لم یعنف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** آپؐ نے کسی کو نہ ڈانٹا، نہ کسی کو جھڑکا، نہ کسی پر آپؐ نے تنقید کی؛ نہیں۔(۱)

## عوارض میں لوگوں کو معذور سمجھ کر درگزر کرنا چاہیے

تو ہم نے عرض کیا کہ اگرکسی عارضہ کی وجہ سے کوئی بات پیش آجائے تو اُس پر ملامت نہیں؛ بلکہ سیرت میں یہ ملتا ہے کہ اِس طرح کے عوارض میں لوگوں کو معذور سمجھ کر درگزر کرنا چاہیے۔حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ پر حملہ خبر کردی۔اندرایک عارضہ تھا، اندرایک کمزوری تھی اور خط لکھ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کی تیاری کررہے ہیں۔اِدھر خط چلا' اُدھر کہیں سے آپؐ کو اِطلاع ہوئی۔دوآدمیوں کو بھیج کر آپؐ نے خط منگوایا' خط کھولا' حضرت حاطب کی طرف سے تھا مکہ والوں کے نام؛ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لشکر لے کر آرہے ہیں جو سیلاب کی طرح ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ سے کہا کہ اجازت دیجئے! میں اس کو قتل کردوں، اس نے آپ کے ساتھ غلط کیا ہے، اور یہ کفار سے ملا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کو کسی امیر نے قتل کردیا، ایسے خطوط ملے تھے جس سے وہ غیرمسلموں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ تم نے اُس کے اقدام سے پہلے ہی قتل کردیا۔کہا کہ جی! ہمیں اندازہ تھا کہ یہ غیرمسلموں سے ملا ہوا تھا۔تو اُنہوں نے بہت سخت ڈانٹ کی تھی۔بہت سخت بات کہی؛ فرمایا: اگر پہلی مرتبہ یہ بات پیش نہ آتی تو میں تجھے قتال کردیتا۔تم نے صرف اِس لیے قتل کردیا۔

حاطب ابن بلطعہ کے بارے میں جب حضرت عمرؓ نے کہا کہ اِسے قتل کردوں؟ آپؐ نے فوراً کہا: یہ بدری صحابیؓ ہیں!۔(۲) اور اللہ کا بھی یہ فیصلہ ہے کہ تم جو چاہے کرو اللہ تمہیں معاف کرچکے ہیں، مغفرت کی مُہر لگ چکی ہے جو مٹے گی نہیں۔ سنو! جو بات مجھے یہ عرض کرنی تھی کہ ''اِتنی بڑی غلطی کی آخر وجہ کیا پیش آئی! اِس کو غور کرو۔حاطب نے ایسا کیوں کیا؟ وجہ معلوم کرو!!۔جب وجہ معلوم کی گئی تو وجہ یہ سامنے آئی کہ اِن کے بچے وہاں ہیں، اُن کی حفاظت کے لیے اِنہوں نے مشرکین پر اِحسان کیا ہے۔فرمایا: ہاں! یہ بات ہے۔آپ کو تو شکست ہوگی ہی نہیں، آپ مغلوب ہوکر رہیں گے، وہ تو یتیم ہیں، کہ اگر کفار آپؐ سے بڑھ کر تیاری کرلیں آپ کے خلاف اور سب کو معلوم ہوجائے کہ آپ اُن کے خلاف اُن پر حملہ کرنے کی تیاری

---

(۱) أخرج البخاري عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يوم الأحزاب: لا يصلينَّ أحد العصر إلاّ في بني قُريظة. فأدرك بعضهم العصر في الطريق، فقال بعضهم: لا نصلِّي العصر حتى نأتيها. وقال بعضهم: بلى نصلِّي لم يرد منا ذلك. فذُكر ذلك للنبي صلی اللہ علیہ وسلم فلم يعنِّف واحدًا منهم. (بخاری، رقم الحدیث ۹۴۶)

(۲) فقال عمر: يا رسول الله دعني أضرب عنق هذا المنافق، فقال: »إنه قد شهد بدرا، وما يدريك لعل الله قد اطلع على من شهد بدرا فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم فأنزل الله سورة: ﴿يا أيها الذين ءامنوا لا تتخذوا عدوی وعدوكم أولياء﴾ إلى قوله: ﴿فقد ضل سواء السبيل﴾ (بخاری، رقم الحدیث: ۳۰۰۷)

کررہے ہیں‘ اللہ! پھر بھی آپ کو غالب رکھیں گے‘ یہ میرا یقین ہے۔ میں اپنے بچوں کی حفاظت کے لیئے ایسا کیا۔ وجہ معلوم ہوئی‘ کہ یہ ایک مجبوری تھی، لہٰذا! اِن کے عُذر کو قبول کیا جائے۔ میں یہ پورا واقعہ صرف واقعہ نہیں سناتا ہوں میں‘ کہ ساتھی معمولی معمولی باتوں پر، ذراسی بے اُصولی کسی سے ہوگئی تو یہ اُن کو آپ کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں، بلکہ یہاں تک روک دیئے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں!! سے کام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کام کے محافظ ہیں۔ اس لیے! ساتھیوں کو متہم نہ کریں۔ جی ہاں! آپس کی لڑائیاں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے پر یہ اِتہام لگاتے ہیں کہ تم! فلاں! گروپ کے ہو؛ کہ تم فلاں! گروپ کے ہو۔ اور یہ بات میں پہلے دن سے دیکھ رہا ہوں کہ اِس میں سب سے زیادہ جو وجہ ہوتی ہے وہ لوگوں کا آپس کا اختلاف ہوتا ہے۔ ہاں!۔

## ذاتی لڑائیاں ہوتی ہیں اور کام کو عنوان بنالیا جاتا ہے۔ کہ جی! یہ فلاں! آپ کے خلاف ہے؛ فلاں! آپ کے خلاف ہے!!

ذاتی لڑائیاں ہوتی ہیں اور کام کو عنوان بنالیا جاتا ہے۔ کہ جی! یہ فلاں! آپ کے خلاف ہے؛ فلاں! آپ کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر جزئیات میں اور فروعی چیزوں میں کوئی اختلاف رکھتا ہے تو رکھے اور ہم اُس کو سمجھاتے رہیں‘ کام کرتے رہیں۔ اور یہ اختلاف تو، مذاہبِ اربعہ چاروں حق ہیں۔ چاروں میں اختلاف ہے۔ ہم تو اتنا بڑا محاذ قائم کرلیں کہ جی ہمیں اُن سے متعلق بات ہی نہیں کرنی، اور وہاں اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس زیارت کے لیے گئے، وہاں امام شافعیؒ نے فجر پڑھائی اور فجر میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ قنوت بالجہر کی نہ بسم اللہ زور سے پڑھی؛ حالانکہ (اُن کے یہاں) دونوں مستحب ہیں۔ اُن کے شاگردوں نے کہا کہ امام صاحب! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپؒ کے مذہب میں تو جہر ہے؟ فرمانے لگے: امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر آکر اُن کے مذہب کے خلاف ہم کو چلنے سے شرم آئی۔ دونوں کا مذہب الگ الگ ہے۔ اور اُن کے نزدیک ایک فوت شدہ شخص کی قبر کا لحاظ کرنا اُن کی قبر پر آکر اور اپنا مذہب چھوڑ دینا (آسان تھا)۔ آپ سوچیئے تو صحیح!! اور ہم نے بہت فروعی چیزوں میں اور جزئیات میں محاذ قائم کررکھا ہے۔ ہم نے یہ کرلیا، ہم نے یہ کرلیا، ہم نے یہ کرلیا۔ کہ ٹھیک ہے، آپ کام کریں۔ یہ میں حیران ہوں کہ لڑ کیوں رہے ہیں، وہاں وہ نماز پڑھ رہے ہیں حنفیہ (کے طریقہ کے مطابق) سے، کہ تم یہ کیوں نہیں کرتے‘ کہ تم وہ کیوں نہیں کرتے‘ تم رفع یدین کیوں نہیں کررہے ہیں‘ وہ عمل چھوڑ کے یہ کیوں کررہے، مجھے اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ لوگ لڑتے کیوں ہیں!!! لڑائی کیوں؟ اگر اُصول پر عمل نہیں ہوا تو لڑائی کیوں!! بھئی!۔ اُصول تو لڑنے کے لیے نہیں ہیں اُصول تو اِفہام وتفہیم کے لیے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ایک ایک فتنہ ہورہا ہے، آپ اُٹھیئے، فرمایا کہ تم ہمیں اُٹھارہے ہو وہ نیا فتنہ پیدا کرنے کے لیے اُٹھارہے ہو؛ ورنہ ہم تو اپنی تلواریں رکھ چکے ہیں، کیونکہ ہم فتنہ کی کوشش کو کم سے کم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں نا! کہ آپ آیئے، ہماری بات سنیئے، ہم آپ کی بات پر عمل کریں گے، نیا فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم نے عرض کیا کہ ساتھی اپنے آپ کو‘‘ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ وُسعتِ قلبی کے ساتھ‘ اکرام کے ساتھ‘ یہ کام کو تو کرنا ہے جس طرح کہا جاتا ہے‘ اِس میں تو ذرّہ برابر کوئی شک نہیں ہے۔

## آنے والے مجمع کو پورا کام سمجھاؤ۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ملکوں میں پورا کام یہاں سے جو ہدایات دی جائیں اُس کے مطابق سکھلاتے رہیں

اِس لیے میرے بھائی! تاکید سے کہتا ہوں کہ ہم جیسے' کہ آنے والے مجمع کو پورا کام سمجھاؤ۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ملکوں میں پورا کام یہاں سے جو ہدایات دی جائیں اُس کے مطابق سکھلاتے رہیں۔ کام کرتے رہیں۔ نہ اختلاف کریں نہ پُرانے ساتھیوں سے اِستغناء کریں۔ اور نہ کسی کو اِس سے متہم کریں لست مؤمنا' کہ آپ ہمارے میں سے ہے نہیں۔ ورنہ ساتھیوں کو لے کر اُن کو کارگزاریاں سنائیں، ہمارا تو معمول ہے، جتنے بھی لوگ ہمارے کام کے میدان میں نہیں ہیں اپنی دینی خدمات کی مشغولی کی وجہ سے تمہارا وقت نہیں لگتا ہم جا کر کارگزاری سنائیں۔ جو ہمارے میدان میں' ہمارے درمیان میں نہیں ہیں ہم تو اُن کو کارگزاریاں سنایا کرتے ہیں نا! ہر موقع پر۔ نتائج بھی سناؤ اور کام بھی بتا، کام بھی سناؤ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اِستغناء سے اور تنگ دلی سے فرقے بندی ہیں اُمت نہیں بنتی، اُمت بنانے کے لیے تو وُسعتِ قلبی چاہیے۔ کریں گے سارے ساتھی (اِن شاء اللہ تعالیٰ)

حیاۃ الصحابہؓ (هجرة واثلة بن الاسقع ج:۱ص:۳۷۴)

# حضرتِ واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت

## حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بروز پیر، ۳۱/جولائی ۲۰۲۳ء

## جس کام کے کرنے پر عملہ مجتمع نہیں رہتا وہ کام پورا نہیں ہوتا

میرے عزیز دوستو اور بزرگو!

جس کام کے کرنے پر عملہ مجتمع نہیں رہتا وہ کام پورا نہیں ہوتا۔ آدمی سوچتا رہتا ہے کہ ہاں! کام تو ہو ہی رہا ہے؛ حالانکہ دنیا کے ہر کام کا اصول ہے کہ کام کے پورا ہونے کو لوگ کام کہتے ہیں اور اگر کام پورا نہ ہو تو کہتے ہیں کہ کام پورا نہیں ہوا۔ ہم کام کے استمرار (چلتے رہنے) کو کام سمجھتے ہیں، دنیا والے اپنے مشن میں کامیاب ہونے کو کام سمجھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ اگر عملہ مجتمع رہے گا تو اس اجتماعی عملہ کے دو فائدے ہوں گے: (۱) اُس سے تقاضے پورے ہوں گے، تقاضے ضائع نہیں ہوں گے۔ (۲) کہ عملہ کا مجتمع رہنا یہ نئے آنے والوں کی تربیت اور اُن کو کام سکھانے کا ذریعہ ہوگا۔ جیسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے عملہ کو اپنے ساتھ رکھا ہے۔ عملہ وہ نہیں ہوتا جو آتا رہے جاتا رہے۔ آنے جانے والا تو مجمع ہوتا ہے، عملہ تو ساتھ رہتا ہے۔

## ہجرت کی قسمیں

اس لیے مستقل آپ ؐ کی سیرت میں اور آپ ؐ کی دعوت میں ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ دو قسمیں اس لیے ہیں کہ ہر شخص ہجرتِ باتہ پہ آئے یہ ممکن نہیں؛ اس لیے کہ صفِ اوّل تو صفِ اوّل ہے، ہر صف صفِ اوّل نہیں ہوسکتی؛ صفِ اوّل ایک ہوتی ہے اور جو شخص نماز کے کھڑے ہونے کے بعد صفِ اوّل سے نکل جائے اُس کو مسجد کی آخری صف تک بھی کہیں جگہ نہیں ملتی۔ یہ ایک تجربہ کی بات ہے، مشاہدہ کی بات ہے، ایک عام بات ہے۔ آپ کر کے دیکھ لیجئے! اگر کوئی شخص اقامت کے بعد صفِ اول سے نکلے گا تو تو اُس کو اخیر صف تک کہیں جگہ نہیں ملے گی، کیونکہ ساری صفیں مکمل ہوچکی ہوں گی۔ اُسے آخری صف میں جگہ ملتی ہے، اگر مسجد میں گنجائش ہو؛ ورنہ درمیان میں کوئی جگہ نہیں مل سکتی۔

ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی صفِ اوّل سے نکل جائے تو پھر اُس کو اسے آخری صف تک بھی جگہ نہیں ملتی۔ ہر صف والے کہتے ہیں کہ بھائی! پیچھے چلے جاؤ! پیچھے چلے جاؤ! پیچھے چلے جاؤ! بالکل ایک آسان مثال سب کے لیے عرض کی ہے۔ اس لیے ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے ہجرت کی دو قسمیں رکھی ہیں؛ اور قربانی کی دو سطح رکھی ہیں، ایک ''عمومی'' اور

ایک ''خصوصی''۔ایک ''مجمع کی'' اور ایک ''عملہ کی'' یہ مجمع کی سطح ہے اور عوام کی سطح ہے کہ جب بلائیں تو آجاؤ، جب نکالیں نکل جاؤ، إذا استنفرتم فانفروا یہ عموم کی سطح ہے اور عملہ کا مجتمع رہنا یہ خواص کی سطح ہے۔

اس لیے آپ ﷺ نے دونوں ہجرتیں رکھیں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے؛ واثلہ ابن اسقع ؓ جب حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ؐ نے ان کے سامنے دونوں ہجرتیں رکھیں کہ کونسی ہجرت کرو گے؟ اُنہوں نے پوچھا کہ دونوں میں کون سی ہجرت بہتر ہے! فرمایا: بہتر یہ ہے کہ ہمارے ساتھ رہو اور ادنیٰ یہ ہے کہ تم اسلام قبول کر کے دین سیکھ کے واپس چلے جاؤ اور جب بلائیں تب آجاؤ۔

بلانے پر آجانا یہ اعلیٰ سطح نہیں ہے، ساتھ رہنا اعلیٰ سطح ہے۔ ہم صاف صاف عرض کرتے ہیں کہ بیشک! ہر آدمی کی اپنی ذاتی ضروریات بھی ہوتی ہیں، ذاتی مسائل بھی ہوتے ہیں' لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ کام کے تقاضے ہوتے ہوئے اجازت لے کر جانے والوں کے لیے آپ ؐ استغفار کریں۔ اگر یہ آپ سے اجازت طلب کریں اپنے کسی ذاتی کام کے لیے تو آپ ؐ اجازت دے دیجیے جس کو چاہیں' لیکن آپ ؐ ان کے لیے استغفار کیجیے۔

## درخت کے جس سمت میں میرا قیام ہے تمہیں اِس کی مخالف سمت زیادہ پسند ہے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ''امرِ جامع'' (اجتماعی عمل) ہے' اس سے اجازت لیکر جانا بھی قابلِ تقصیر ہے؛ چلہ ختم ہو گیا چلو!! یہ تو میں کہتا ہوں کہ نئے لوگوں کی سطح ہے یہ عوام الناس کی؛ ورنہ عالمی سطح پر دعوت کے تقاضے عملہ کے مجتمع ہوئے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔

آپ ؐ اپنے صحابہ ؓ کو اِتنا ساتھ رکھنا چاہتے تھے کہ درخت کی ایک سمت میں آپ ؐ کا قیام، جب مدینہ کی بستیاں قریب آئیں اور صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ ہم گھر چلے جائیں، ہماری بستیاں قریب آ گئی ہیں' ہم مدینہ جائیں آپ ؐ کے ساتھ اور پھر واپس یہاں آئیں، یہ ہمارے گھر سامنے نظر آرہے ہیں مدینہ سے پہلے، کام تو ہو چکا ہے' غزوہ بھی ہو چکا ہے' تقاضہ پورا ہو گیا ہے' اب ہم فارغ ہیں، کیا ہم یہاں سے گھر چلے جائیں؟ آپ ؐ نے فرمایا: درخت کے جس سمت میں میرا قیام ہے تمہیں اِس کی مخالف سمت زیادہ پسند ہے؛ حالانکہ ایک درخت کی سمت کتنی دور ہوتی ہے!! ایک درخت کا 'تنہ' ہے اُس کی ایک سمت اِس طرف ہے اور ایک سمت اُس طرف ہے؛ کتنا فاصلہ ہے، ایک درخت کا تنہ کتنا چوڑا ہو سکتا ہے!! آپ ؐ گھر جانے کی اجازت لینے والوں سے فرمایا: کہ تم ساتھ رہنا نہیں چاہتے۔ کوئی سمجھا نہیں بات کو کہ کیا مطلب ہے، ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ سمجھ گئے ہیں کہ آپ ؐ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عملہ ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔ ابوبکر ؓ نے فرمایا: آپ ؐ کے یہ بات کہنے کے بعد جو اجازت طلب کرے گھر جانے کی اُس سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے۔ آپ ؐ کہنا یہ چاہتے تھے کہ ساتھ رہنا نہیں چاہتے؛ حالانکہ پورا سفر ساتھ ہوا ہے' اب کام پورا ہو گیا' گھر جانے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔(۱)

---

(۱) تبشيره بالمغفرة لأصحابه الذين تشهّدوا معه في مجلسو أخرج أحمد عن يعلى بن شدّاد قال: حدثني أبي شداد وعبادة بن الصامتقال: بقديد- فجعل رجال يستأذنون رسول الله ﷺ إلى أهليهم فيأذن لهم، فقال رسول الله ﷺ فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: ما بال رجال يكون شق الشجرة التي تلي رسول الله ﷺ أبغض إليهم من الشق الآخر فلم يُر عند ذلك من القوم إلاّ باكيًا، فقال رجل: إنَّ الذي يستأذن بعد هذا السفيه، فمد الله وقال خيرًا وقال: »أشهد عند الله لا يموت عبد يشهد أن لا إله إلاّ الله وأنّي رسول الله صدقًا من قلبه ثم يُسدَّد إلاّ سلك في الجنة، قال: وقد وعدني ربي أن يدخل الجنة من أمتي سبعين ألفًا لا حساب عليهم ولا عذاب، وإني لأرجو أن لا يدخلوها حتى تبوأوا أنتم ومن صلَح من آبائكم وأزواجكم وذراريكم مساكن في الجنة، فقال الهيثمي: رواه أحمد وعند ابن ماجه بعضه ورجاله موثَّقون. اهـ. وأخرجه أيضًا الدارمي وابن خزيمة وابن حِبّان والطبراني بطوله، كما في الكنز وفير وايتهم فقال أبو بكر رضي الله عنه: إن الذي يستأذنك عن شيء بعدها لسفيه. تفكير الشهادة لمن حلف كاذبا

## اگر یہ مجھے ۱۰۰ ؍ بار بلائیں گے اِس ٹانگے سے اور

## اِس راستہ سے اور درمیان سے تو مَیں ۱۰۰ ؍ مرتبہ آؤں گا

تو ہم نے عرض کیا کہ ایسا عملہ یہاں کا' ہمارے ایک بزرگ تھے اِنتقال ہوگیا مفتی زین العابدین علیہ الرحمۃ مدرسہ خیر المدارس کا سارا انظام دیکھنا اُس کا، مدرسہ چلانا، کہتے ہیں کہ ''میں سال کا چلہ پابندی سے یہاں دیا کرتا تھا''۔ بہت اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی تھی، تو یہاں آتے تھے حضرتؒ (حضرت جی مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ) کے پاس سال کا چلہ لے کر۔ اُس زمانہ سے بڑے علماء یہاں سال کا چلہ یہاں پابندی سے دیتے تھے۔ مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ وقت سے پہلے اطلاع کر دیا کرتے تھے کہ آپ کے چلہ کا وقت آرہا ہے آپ یہاں آجائیں۔ یہ چلہ پورا کرکے آئے، آکر کہا حضرت! چلہ پورا ہوگیا ہے میرا اور اب میں مدرسہ کھلنے والا ہے، اساتذہ کو بھی دیکھنا ہے، کتابیں بھی تقسیم کرنی ہیں، مدرسہ کا انتظام بھی دیکھنا ہے، طلبہ کی آمد بھی شروع ہوگئی ہے کہ مدرسہ کھل رہا ہے؛ حضرتؒ نے فرمایا: ہاں! ٹھیک ہے، چلے جاؤ۔ اُن سے تو کہہ دیا چلے جاؤ! اور ایک خادم کو لگا دیا پیچھے، کہ جب یہ وہاں پہنچ جائیں روڈ پر تو کہنا حضرت نے بلایا ہے۔ اور یہ ہیں کہ سامان وغیرہ اُٹھا کے حضرت سے رُخصت ہوکر گئے' حضرتؒ نے پیچھے آدمی بھیج دیا' کہ حضرت بُلا رہے ہیں!!۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں فوراً اپنا سامان اُٹھایا کہ شاید کوئی بات کہنی ہوگی' شاید کچھ یاد آگیا ہوگا، پھر آئے، کہا: حضرت! کیا بات ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ کیا بات ہے! جا رہے ہو تم، کہا: جی! مَیں جا رہا ہوں!! مدرسہ کھلنے والا ہے، کام ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بھئی! اگر مدرسہ کا مسئلہ ہے چلے جاؤ۔ ایسا کہا کرتے کہ مہینہ طئے کیجئے ہاں! کہنے لگے: پھر مَیں چلا گیا!!۔ بہت دیر تک اِنتظار میں کھڑا رہا سواری کے، بہت دیر میں سواری آئی، ٹانگے چلتے تھے اِسٹیشن کے لیے، بہت دیر سے سواری آئی۔ حضرت نے پھر سے ایک آدمی لگا دیا، فرمایا کہ جب ان کی سواری آجائے، اِن کا ٹانگہ آجائے اور یہ ٹانگے میں سامان رکھ لیں اور یہ بیٹھنے لگیں تو کہنا حضرت نے بُلایا ہے۔ ٹانگا آگیا' سواری' مفتی صاحب اُس میں سامان رکھنے لگے؛ کہتے ہیں: ایک پیر میرا ٹانگے میں اور ایک پیر میرا نیچے، پیچھے سے کسی نے میرا مونڈا پکڑ کہا کہ حضرت بُلا رہے ہیں۔ (مَیں نے کہا جانے کی اجازت دے دیتے ہیں' جاتے ہیں تو بُلا لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں ہاں! چلے جاؤ!) کہنے لگے: حالانکہ میں اِتنی دیر انتظار کیا سواری کا' مجھے یہ خیال آیا کہ اگر میں واپس نہ جاؤں حضرت کے بُلانے پَر تو اِطاعت کروں، کہنے لگے: مَیں پھر تیسری مرتبہ مَیں واپس آیا۔ کہتے ہیں کہ میرا ایک ایک پیر مَن سا ہوگیا' مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا بوجھ کی وجہ سے؛ کہ یہ کہتے ہیں کہ چلے جاؤ! جب جاتا ہوں تو بُلاتے ہیں!! پتہ نہیں کیا چاہتے ہیں!!۔ کہنے لگے: مَیں دروازہ پَر پہنچا مسجد کے' جب مجھے خیال یہ آیا کہ اگر انہوں نے بُلایا اور مَیں نے کہہ دیا کہ مَیں نہیں آسکتا' پھر تو اِطاعت نہیں ہوگی۔ اِس لیے مَیں نے طئے کرلیا کہ اگر یہ مجھے ۱۰۰ ؍ بار بلائیں گے اِس ٹانگے سے اور اِس راستہ سے اور درمیان سے تو مَیں ۱۰۰ ؍ مرتبہ آؤں گا۔ کہتے ہیں:

کہ مَیں یہ سوچا ہی تھا کہ حضرت مجھے دیکھ کر کہنے لگے: مفتی صاحب! اَب یہ اختیار ہے چاہے رہو چاہے جاؤ۔ کہتے ہیں کہ اُس دن کے بعد سے مَیں کام میں لگا ہوں؛ ورنہ مَیں صرف سال میں چلہ طئے ہو چکا تو کام سے لگ گیا سمجھتا تھا۔ ورنہ میں سال کے چلہ دینے کو کام سمجھتا تھا۔ سال کا چلہ دیتے ہیں ناں! کام کرنے والے۔ کہنے لگے: میرے اِس کام میں لگنے کا جو دن تھا وہ دن تھا جب حضرت نے مجھے تین مرتبہ بھیجا بُلایا' بھیجا بُلایا' بھیجا بُلایا، تیسری مرتبہ کہنے لگے: اب اختیار ہے جاؤ! رہو۔ مفتی صاحب کہتے تھے کہ میں مستقل یہاں کام میں جو لگا ہوں وہ اِس کے بعد سے۔ اور مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے کہا کہ مَیں نہیں جا سکتا!! فرمایا: نہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ تم دین کے شعبے چھوڑ دو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے شعبوں میں ایسا عملہ تیار کرو کہ جن کی جو صلاحیت ہے وہ اُس کے لیے آگے بڑھیں اور اُن کے بوجھ کو اُٹھا جائیں کسی وقت۔ کہتے ہیں مفتی صاحب! کہ اب میرے بات سمجھ میں آ گئی۔ کہ یہ دین کے شعبے چھڑوانا نہیں چاہتے' یہ ہر استعداد کے لوگوں کو اُن کی صلاحیت کے اعتبار سے آگے بڑھا کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ (تو مَیں اِس سارے آپؒ کے قصہ سے مَیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں اُن سے عالمی سطح پر کیا کام لیا جا سکتا ہے اور اُن سے عالمی سطح پر کونسا تقاضہ پورا کرایا جا سکتا ہے، یہ وہ کر سکتے ہیں جو عملہ مستقل ساتھ رہتا ہے۔)

اب سنیے! حضور اکرم ﷺ نے واثلہ بن اسقعؓ کی تشکیل کیا کی ہے؛ فرماتے ہیں' خالد بن ولیدؓ کا قول نقل کرتے ہیں: فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نکلا، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ تمام صحابہؓ مسجد میں نماز میں جمع تھے۔ مجھے باہر کوئی ملا نہیں؛ چنانچہ میں نے بھی مسجد میں داخل ہو کر آخری صف میں میں نے بھی نیت باندھ لی سب کے ساتھ اور میں نے نماز پڑھی؛ حالانکہ میں بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور میں نے نماز پڑھ لی۔ جب آپؐ فارغ ہوئے نماز سے تو آپؐ نماز سے فارغ ہو کر خود چل کر میرے پاس آئے، آخری صف میں اور آپؐ نے یہ نہیں کہا کہ ان کو میرے پاس لے آؤ! صحابہؓ سے یہ نہیں کہا کہ ایک نیا آدمی آیا اُس کو ہمارے پاس لاؤ؛ بلکہ فرماتے ہیں کہ آپؐ خود چل کر میرے پاس آخری صف میں آئے اور آ کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا، میں نے کہا: مَیں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں، کہا: ہاں! یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: واثلہؓ ہجرت کرو گے! انہوں نے کہا: جی ہاں! آپؐ نے بجائے اِس کے کہ اسلام سمجھا کر بھیجتے اُن سے فرمایا: میرے ساتھ ہجرت کرو گے؟ فرمایا: کونسی ہجرت کرو گے؛ ''بادی'' یا ''باتی'' کرو گے؟ میں نے کہا: پہلے یہ بتائیے کہ دونوں میں سے بہتر کون سی ہے، آپ نے فرمایا: ''باتی'' بہتر ہے، میں نے کہا: باتی کیا چیز ہوتی ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''باتی'' یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہو، نہ جاؤ! اور ''بادی'' یہ ہے کہ تم اپنے علاقہ میں اور اپنے گاؤں میں چلے جاؤ! اور وہاں رہ کر ہماری بات سنو! اور مانو! دل چاہے نہ چاہے۔ اور آپؐ نے یہ بھی شرط لگائی دوسروں کو تم سے آگے بڑھایا جائے گا' تم ہم سے اس بات کا عہد کرو کہ تم! ہم سے پیچھے نہیں ہٹو گے؟ انہوں نے کہا: میں عہد کرتا ہوں؛ چنانچہ آپؐ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور مَیں نے اپنا

ہاتھ آگے بڑھایا، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ میں کسی بات کا انکار نہیں کر رہا ہوں، ساری باتیں میں نے تسلیم کر لیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے اُتنا کرنا؛ جہاں تک مجھ سے ہو سکے کروں گا؛ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے بیعت فرمایا۔

ایاس ابن سلمہ ابن الاکوع کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم جب اسلام لے آئے تو مدینہ آ کر بیمار ہو گئے، فرمایا کہ بنو اسلم! اپنے گاؤں چلے جاؤ! جب صحتیاب ہو جاؤ گے تو آ جانا، ہم نے کہا: یا رسول اللہؐ! ہم اس بات کو ناپسند سمجھتے ہیں کہ ہم واپس ہو جائیں اور مرتد ہو جائیں اور پلٹ جائیں اور ہم یہ نہیں چاہتے، آپؐ نے فرمایا: نہیں! یہ ارتداد نہیں ہے، تم ہمارے دیہاتی ہو اور ہم تمہارے شہری ہیں، جب تم ہمیں بلاؤ گے تو ہم تمہاری دعوت قبول کریں گے، اور جب ہم تقاضے پر تمہیں بلائیں گے تو تمہیں دعوت قبول کرنی ہوگی؛ یہ شہر کا اور دیہات کا اور بنجر بستیوں کا مختصر یہ کام کے علاوہ قوم کا ایسا اپس کا جوڑ بنایا گیا تھا کیا اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا سیا صلی اللہ علیہ وسلم بار بار جاتے تھے اگے پیچھے تا کہ کام کی تعمیر ہو اپ نے فرمایا ہم تمہارے سحری ہیں جو تقاضا ہو گا ہم تمہارا تقاضا فرا کرنے کے لیے ائیں گے تم ہمارے دیہاتی ہو تو بھی ہم تمہیں نکالیں گے تمہیں اللہ کے راستے میں نکلنا ہو گا فرمایا تم مہاجر ہو جہاں بھی رہو۔

# بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ یکم / اگست 2023ء۔ بمطابق ۱۳ / محرم الحرام ۱۴۴۵ھ۔ بروز منگل، بوقت بعد نماز فجر

## اِس اُمت کے بعد والوں کی اصلاح قیامت تک کے لیے اُن طریقوں کے اندر رکھی گئی ہے جو طریقے پہلوں کے تھے

بعد خطبۂ مسنونہ

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ بات تو صحابہؓ کے اقوال اور خلفائے راشدینؓ کے اقوال سے ثابت ہے کہ اِس اُمت کے بعد والوں کی اصلاح قیامت تک کے لیے اُن طریقوں کے اندر رکھی گئی ہے جو طریقے پہلوں کے تھے۔ جو طریقے پچھلوں کے تھے وہ طریقے قیامت تک اُمت کی اصلاح اور تربیت کے لیے متعین کیئے گئے ہیں۔(۱) اگر اُن طریقوں کو بدل دیا گیا' تو دوسرے طریقوں میں تربیت کا اور ہدایت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اِس لیے کہ اللہ ربُّ العزت نے ہدایت کو جوڑا ہے جہد کے ساتھ (۲) اور جہد کہتے ہیں محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقۂ محنت کو۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا طریقۂ محنت جہد ہے۔ ہم بنیادی طور پر اُس طریقۂ محنت کے عادی ہیں' اُس طریقۂ محنت کے داعی ہیں جو طریقۂ محنت پچھلوں کا تھا۔

## جتنی اُمّت عبادات میں طریقہ کی پابند ہے اِتنی ہی اُمت دعوت الی اللہ میں طریقہ کی پابند ہے

(ہمیں پہلی بات یہ عرض کرنی ہے) کہ زمانہ کے بدلنے کے اعتبار سے اور مزاج اور لوگوں کی طبیعتوں کے بدلنے کے اعتبار سے اِس طرح نظامِ دعوت نہیں بدلے گا جس طرح زمانے اور طبیعتوں کے بدلنے کی وجہ سے نماز کا فریضہ نہیں بدل سکتا۔ پکی بات ہے۔ جس طرح نماز کا فریضہ نہیں بدلے گا اِس طرح دعوت کا طریقہ بھی نہیں بدلے گا۔ یہ کہیں کہ جتنی اُمت عبادات میں طریقہ کی پابند ہے اِتنی ہی اُمت دعوت الی اللہ میں طریقہ کی پابند ہے۔ (یہ پہلی بات ہے)۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اِس زمانہ میں یہ چیز چلنے والی نہیں ہے تو نعوذ باللہ نعوذ باللہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے زمانہ کے لیے کیا ہے؛ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت اور ایک ایک عمل قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے وہی ہدایت کا راستہ ہے اور وہ قیامت تک کے آنے والی اُمت کے لیے ہے؛ صرف آپ کے زمانہ کے لیے نہیں۔ سب سے پہلے دل میں یہ بات بٹھائی جائے۔

---

(۱) لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما أصلح أولھا) موسوعۃ الرقائق والآداب: ۵۷۷۷

(۲) والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (سورۂ عنکبوت، آیت: ۶۹)

## بعض مرتبہ آدمی اپنے کسی جذبہ میں آکر یا اپنی نادانی کی وجہ سے کسی ایسی چیز کا انکار کر دیتا ہے جو چیز منصوص ہے یا مسنون ہے

اِس لیے کہ میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ بعض مرتبہ آدمی اپنے کسی جذبہ میں آکر یا اپنی نادانی کی وجہ سے کسی ایسی چیز کا انکار کر دیتا ہے جو چیز منصوص ہے یا مسنون ہے؛ یا وہ چیز نص قطعی سے ثابت ہے۔ یا وہ چیز براہِ راست سُنّت سے ثابت ہے اور آج انکار کا درجہ ہے، کہ اِس کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے اور یہی صرف تربیت کا' ہدایت کا راستہ نہیں ہے، اور بھی ذرائع ہیں۔ ہمیں عَرض کرنا سب سے پہلے؛ ایمان باللہ جو انبیاءؑ کی بعثت کا اصل مقصد ہے اور جس ایمان کے لانے کا حکم ایمان والوں کے لیے ہے قرآن میں ہے یَاۤاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اٰمِنُوۡا(۱) ایمان والو! ایمان لاؤ' قرآن میں ہے ایمان والو! ایمان لاؤ؛ مَیں آپ سب سے ایک سوال کرتا ہوں، کہ آخر یہ ایمان والوں کو ایمان لانے کا جو حُکم ہے اِس کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ کافروں سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ! تو وہ اسلام لے آئیں، لیکن ایمان لانے کا حکم ایمان والوں کے لیے ہے!!۔ اور روایت میں ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔ صحیح روایت ہے۔ جَدِّدُوْ اِیْمَانَکُمْ۔ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔(۲)

سارے فرائض کے ادا کرنے کے طریقے بتلائے ایمان جو سب سے بڑا فریضہ ہے اِس کا حکم دیا اور اِس کا کوئی طریقہ نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے!

مَیں عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے اِس اَمر کے پورا کرنے کا اور حدیث میں ایمان کی تجدید کے حکم کے پورا کرنے کا آخر کوئی طریقہ تو ہوگا ناں!!۔ زکوٰۃ کا حکم دیا' زکوٰۃ کا طریقہ بتایا۔ نماز کا حکم دیا' نماز کا طریقہ بتایا۔ حج کا حکم دیا' حج کا طریقہ بتایا۔ روزہ کا حکم دیا' روزہ کا طریقہ بتایا؛ سارے فرائض کے ادا کرنے کے طریقے بتلائے ایمان جو سب سے بڑا فریضہ ہے اِس کا حکم دیا اور اِس کا کوئی طریقہ نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے!۔ آپ' ذرا! سمجھ سے کام لیں۔ کہ اللہ پر ایمان لانے کا جو اَمر مؤمن کے لیے ہے اِس امر کو صحابہؓ نے پورا کیسے کیا ہے؟ یہ سوال ہے' سب سے۔ عوام ہوں، علماء ہوں، پُرانے ہوں، نئے ہوں سب سے سوال ہے کہ صحابہؓ نے اِس اَمر کو کیسے پورا کیا۔ آپ سارے فرائض میں صحابہؓ کا طریقہ پیش کرتے ہیں۔ آپ تمام فرائض کے ادا کرنے میں نبیؐ کا طریقہ پیش کرتے ہیں؛ ہم سوال کر رہے ہیں کہ تمام فرائض کی بنیاد ایمان کا فریضہ، کیا ایمان لانے کے فریضہ کے ادا کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا! یہ کیسے ہوسکتا ہے!!۔ یہ سوال ہے۔ اور اِس سوال کا جواب قرآن اور حدیث میں اور صحابۂ کرامؓ کے معمول میں عملی طور پر موجود ہے، کہ وہ ایمان لانے کے حکم کو پورا کرنا اِس کو سمجھتے تھے، کہ اپنے ایمان میں کمال پیدا کریں۔ یہ تو اِس حُکم کا مطلب ہے۔ اور اِس تکمیل کا ذریعہ یہ ہے کہ ملاقاتوں کے ذریعہ

---

(۱) یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (136 النساء)

(۲) وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: »جَدِّدُوا إِيمَانَكُمْ «، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ نُجَدِّدُ إِيمَانَنَا كشف الأستار عن زوائد البزار ۳۱۹/۱ —— نور الدين الهيثمي (ت ۸۰۷) كتاب الصلاة باب: التواضع عند الاستسقاء

لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکال کر اُنہیں ایمان کے حلقوں میں لاکر بٹھاؤ؛ یہی اِس کی ایک عملی شکل ہے۔

**لیزدادو ایمانامع ایمانھم(۱)**

## آپ لوگوں کوایمان سیکھنے اور ایمان میں کمال پیدا کرنے کی غرض سے لوگوں کو دعوت دے کر اُنہیں مسجد میں ایمان کے حلقوں میں لاکر جوڑو

کہ ایمان جس سطح کا بھی جس کے پاس ہے اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان میں زیادتی کرے اور میں آپ سے صاف طور پہ عرض کرتا ہوں کہ اُس کا ایک عملی طریقہ یہ ملتا ہے، کہ آپ لوگوں کو ایمان سیکھنے اور ایمان میں کمال پیدا کرنے کی غرض سے لوگوں کو دعوت دے کر اُنہیں مسجد میں ایمان کے حلقوں میں لاکر جوڑو۔ اِس لیے ہم صاف طور پر عرض کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں ملاقاتوں کا جو موضوع ہے وہ ایمان کی تکمیل ہے۔ ملاقات کا موضوع ایمان کی تکمیل ہے۔ اِس لیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ ایمان کی زیادتی کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ آؤ! ہمارے ساتھ بیٹھو، ہم رب پر ایمان لے آئیں گے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے ساتھ بیٹھو! ہم رب پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بات ثابت کررہے ہیں کہ یہ ایمان کے بڑھنے کا سبب ہے۔(۲)

کسی ایک سے نہیں متعدد صحابہؓ سے یہ بات ثابت ہے۔ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کرتے تھے،(۳) عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کرتے تھے۔ ایک ایک کے' دو دو کے ہاتھ پکڑتے اور یہ کہتے کہ ہمارے ساتھ چلو' ہمارے ساتھ آؤ' ہمارے ساتھ اُٹھو۔(۴)

اِس لیے یہ بات جاننی چاہیے کہ اِس اُمت کے خیرِ اُمت ہونے کے لیے نہ تو یہ کافی ہے کہ یہ تو اُمتِ محمدیہ میں ہیں اِس لیے خیر اُمت ہے اور یہ بھی کافی نہیں ہے کہ آپ لوگوں تک خیر کی باتوں کو پہنچائیں یہ بھی افضل اُمت ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ خیر اُمت ہونے کے لیے یہ بھی کافی نہیں ہے کہ آپ لوگوں تک خیر کی بات پہنچادیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر اُمت ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ لوگوں کو دعوت دے کر' اُن کے ماحول سے نکال کر عمل کے ماحول میں لائیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکال کر اگر تم عمل کے ماحول میں لا رہے ہو' پھر تو تم ''خیر اُمت'' ہو سکتے ہو؛ لہٰذا! اُن کے نزدیک لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکال کر عمل کے ماحول میں

---

(۱) هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (4) الفتح

(۲) - بَاب الإيمان، وقول النَّبِيِّ ﷺ: (بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ). وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ، وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ /الفتح: ٤/. و فيه: وقال معاذ: اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ. (البخاري)

(۳) قم بنا نؤمن ساعة (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۳، ص:۱۲)

(۴) قم بنا نزداد ایمانا (حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہ، ج:۳، ص:۱۲)

لانے کی اہمیت یہاں تک تھی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ جولوگ اِس ماحول میں نہ آئیں اُن کے گلوں میں زَنجیریں ڈال کر، (یہ وہ اپنی بات کی اہمیت بتانے کے لیے کہہ رہے ہیں) اُنہیں قید کر کے لایا جائے۔ جواِس ماحول سے وحشت کرتے ہیں، جو اِس ماحول میں آنا نہیں چاہتے آپ اُنہیں قید کر کے لائیں۔ یہ اُن کی شدتِ اہتمام کی بات ہے۔(۱)۔

اِس لیے کہ اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تربیت اور تعلق مع اللہ اِس کے پیدا کرنے کے لیے بنیادی چیز ماحول ہے۔اور وہ اعمالِ مسجد ہیں، جن پر ہم اُمت کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اِس لیے میں صاف طور پر عَرض کر رہا ہوں کہ گشت کا جو اصل موضوع تھا وہ اپنے ایمان کی تکمیل اور اپنے ایمان میں زیادتی پیدا کرنا یہ گشت کا موضوع تھا۔ یہ میں صحابہؓ کی بات نقل کر رہا ہوں۔گشت کا موضوع کیا؟ گشت کا موضوع اپنے ایمان کی تکمیل ہے۔ ہر کام کرنے والے کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے۔اِس لیے میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں آپ سے کہ جو اہمیت اسلام میں ایمان کی ہے وہ اہمیت تبلیغ میں گشت کی ہے۔ کیونکہ میرے دوستو عزیزو! ہم اِن باتوں کو صحابہؓ کے اقوال میں نہیں سمجھتے،نہیں سمجھتے،نہیں سمجھتے۔ اِس لیے یہ باتیں ہمیں زیادتی اور غُلو معلوم ہوتی ہیں۔ میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اقوالِ صحابہؓ پر غور کریں تو آپ کو یہ بات ملے گی کہ دورِ صحابہؓ میں یہ گشت اور ملاقاتیں؛ صحابہؓ کی صحابہؓ میں ملاقات صحابہؓ سے، مَیں اُمتِ اِجابت کی بات کر رہا ہوں، جنہوں نے اِسلام قبول کیا ہے، جو ایمان لا چکے ہیں، کہ صحابہؓ کا دعوت دینا صحابہؓ کو۔ ہر شخص یہ اِس لیے کرتا تھا تاکہ اِس سے اُس کے اپنے ایمان میں کمال پیدا ہو۔تبلیغ میں گشت کا موضوع اپنے ایمان کی تکمیل ہے۔ ہر آدمی کی اپنی ذاتی ضرورت ہے گشت۔اور وہ اِس سے اپنے ایمان میں کمال پیدا کرنا چاہتا ہے۔آپ دیکھ لیجئے! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول، کہ مَیں تم سے ملاقاتیں کر کر کے تمہارے ہاتھ پکڑ پکڑ کے تمہیں اِس لیے لانا چاہتا ہوں ایمان کے حلقوں میں تاکہ میرے ایمان میں زیادتی ہو۔(حوالہ) اور یہ تو قرآن نے صاف کر دیا بالکل کہ لوگوں کو معروفات پر آمادہ کرنا اور لوگوں کو مُنکر سے بچانا بس! یہی ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔**تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ**(۲) کہ ایمان باللہ کے لیے جو بنیادی شرط ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت ہے اور اِس عملی محنت کا نام ''گشت'' ہے۔اور یہی عملی محنت ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔ اِس لیے کہ میرے دوستو عزیزو! مُنکر کرنے والے کے ماحول کو تبدیل کرنا، چونکہ حدیث میں تَغیر (کہ اِس مُنکر کو بدلیے آپ) کا لفظ ہے، **من رأ منکم منکراً فلیغرہ بیدہ الخ**،(۳) تَغیر کا لفظ ہے؛ اِس لیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام سے وحشت کرنے والوں کو اور فرائض سے انکار کرنے والوں کو باوجود بالاصرار اور کوشش کر کے اُنہیں عمل کے ماحول میں رکھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں بالاجبار، صرف ترغیب کے حد تک نہیں، قم بنا کہ اُٹھو ہمارے ساتھ۔ یہ الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ مسجد کے علاوہ اُس زمانہ میں تعلیم

---

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قال خیر الناس للناس یأتون بھم فی السلاسل فی أعناقھم حتی یدخلوا فی الاسلام۔ (بخاری، ج:۲، ص:۶۵۴)

(۲) سورۂ آل عمران، آیت:۱۱۰

(۳) مسلم، ۴۹

وتربیت اور تعلق مع اللہ کے پیدا ہونے کا اور کوئی ذریعہ تھا نہیں۔ اب تو رواجی ذرائع نے سُنّت کے طریقوں کو ختم کر دیا' ہے ناں!!۔ اب تو رواج کو لے کر سُنّت سے اختلاف کرتے ہیں۔

## فرائض سے انکار کرنے والوں کا علاج ہی یہی تھا کہ ان کو مسجد میں رکھا جاتا تھا

اور اُس زمانہ میں آپ دیکھیئے! کہ فرائض سے انکار کرنے والوں کا علاج ہی یہی تھا کہ اِن کو مسجد میں رکھا جاتا تھا، ثقیف نے فرائض سے انکار کیا' آپؐ نے فرمایا: مسجد کے اعمال سے بڑھ کر ان کے دلوں کو نرم کرنے والا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ دلوں کو نرم کرنے والا ذریعہ اگر ہے تو وہ یہ عمل کا ماحول ہے۔ اِس لیے مَیں نے عرض کیا کہ ہر ایک کو دعوت دے کر اِس ماحول میں لایا جاتا تھا۔ ثقیف کے لیے آپؐ نے خیمہ لگایا مسجد میں' کہ اِن کو یہاں رکھو۔(۱)

حضرت (حضرت جی مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ) تو یہاں تک فرماتے تھے کہ ہم تو اِس لیے گشت کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کو شیاطین کے ماحول سے نکال کر ملائکہ اور فرشتوں کے ماحول میں اِس کو لایا جائے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق کے درمیان رہیں گے تو اِن میں گناہوں سے بچنے کی اِستعداد پیدا ہوگی۔ یہ ایک مَیں بنیادی بات عَرض کررہا ہوں، کہ ہمارے یہاں گشت کا موضوع ہے یہ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت گشت ہے۔ اور یہ بات علماءِ حق کی طرف سے صاف لکھی ہوئی کتابوں کے اندر کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بغیر کسی کا ایمان کامل ہوگا نہیں۔ ہر آدمی کے اپنے ایمان کی تکمیل اِن دو فریضوں کے ادا کرنے میں ہے۔ **تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله** کہ ایمان باللہ کے لیے یہ دو کام ہیں۔(۱) معروفات پر آمادہ کرنا، (۲) منکر سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اِس لیے ہمارے یہاں گشت کا جو موضوع ہے اُن ساری نقل وحرکت کا مقصد ہے جو اصل وہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کے لیے ہے۔ اور یہ اِس اُمت کے خیرِ اُمت ہونے کے لیے شرط ہے۔ کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اَنتم خیر أمة؛ بلکہ فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی پر آمادہ کرتے رہو (میں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں) اِس زمانہ میں مسلمان پندرہ سو سال کے بعد یہ کہتا ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کے بغیر خیر امت میں شامل ہو سکتے ہیں؛ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابی آپؐ کی صحبت میں رہنے والے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم سارے اعمالِ خیر کرتے لیکن دوسروں کو دعوت نہ دیتے تو ہم نبی کی صحبت میں رہ کر بھی خیر امت میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔(۲) تو اب پندرہ سو سال کے بعد مسلمان دعوت الی اللہ کے بغیر خیر امت میں کیسے شامل ہوسکتا ہے۔ سوچئے تو صحیح! میں کیا کہہ رہا ہوں' نبیؐ کی صحبت میں رہنے والے عمر ابن الخطابؓ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سارے اعمالِ خیر کرتے' ذکر کے' تلاوت'

---

(۱) أخرج الطبراني في الكبير عن عطية بن سفيان بن عبد الله رضي الله عنه قال: قدم وفد ثقيف على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في رمضان، فضرب له مقبة في المسجد، فلما أسلموا اصاموا معه. قال الهيثمي: وفيه محمد ابن إسحاق وهو مدلّس وقد عنعنه، انتهى. وعند أحمد عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه أن وفد ثقيف قدموا على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فأنزلهم المسجد ليكون أرق لقلوبهم۔ (حياة الصحابة رضي الله عنه، ج: ۱، ص: ۲۴۶)

(۲) وعند ابن جرير عن قتادة رضي الله عنه قال: ذُكر لنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قرأ هذه الآية: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ ءامَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) - الآية، ثم قال: (يا أيها الناس، من سرّه أن يكون من تلكم الآية فليؤدّ شرط الله منها). كذا في كنز العمال.

عبادت کے، نماز کے، تہجد کے لیکن دوسروں کو دعوت نہ دیتے تو ہم خیر امت نہیں ہو سکتے تو آج پندرہ سو سال کے بعد مسلمان کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کے بغیر خیر امت میں شامل ہو سکتے ہیں۔

تو میرے بزرگو دوستو عزیزو! یہ پہلی بات ہے کہ ہمارے یہاں تربیت اور تعلیم اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے لیے بنیادی چیز وہ مسجد کا ماحول ہے؛ اِس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال مسجد کو اعمالِ ہدایت اور اعمالِ تربیت بیان فرمایا ہے، کہ یہ اعمال ہدایت ہیں، اور یہ اعمالِ تربیت ہیں۔ اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضدی سے ضدی آدمی کو اِس ماحول میں رکھا کرتے تھے۔ ثمامہ ابن اثال اپنی قوم کے سردار؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن آپؐ نے اِن کو مسجد میں رکھا، اور آپؐ مسلسل اِس طرح آکر حال معلوم کرتے تھے اِن کا جیسے کسی بیمار کا ڈاکٹر دواخانہ میں حال معلوم کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ موقع نہیں ہے اِن کو چھوڑ دو۔ حالانکہ اُن کے زُبان پر ایک ہی بات تھی؛ یا تم مجھے قتل کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔(۱) لیکن آپؐ اِس میں تھے کہ نہیں، اِس کا اِس ماحول میں رہنا اِس کے دل کو بدلے گا۔ مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ کا ملفوظ ہے کہ خیر کی بات لوگوں تک پہنچا دینا اور کسی کے کان میں دین کی بات ڈال دینا یہ کوئی تبلیغ نہیں ہے، بات کا دل میں اُترنا تبلیغ ہے۔ اِس میں دورائے نہیں ہے، (مَیں عصر کے ساتھ کہہ رہا ہوں؛ آپ کو اشکال ہے اور آپ کو اِنکار ہے مجھے معلوم ہے) لیکن میں عصر کے ساتھ کہتا ہوں اللہ کی قسم کھا کر! کہ مسجد کے علاوہ کوئی تربیت کی جگہ نہیں ہے۔ اور اعمالِ مسجد سے بڑھ کر کوئی ذریعہ دلوں کو خیر کی طرف متوجہ کرنے اور نرم کرنے کا نہیں ہے۔ اگر وہ آکے یوں کہتا ہے کہ ''ہے'' تو وہ قرآن کی آیت کا انکار کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہاں! اور بھی طریقے ہیں!! تو وہ حدیث کا انکار کرتا ہے۔

طفیل ابن عَمر دُوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے باہر سے ہی اپنے کانوں کو روئی سے بند کیئے ہوئے تھے، کہ ہم کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔ کان کو روئی سے بند کیا تھا اپنے کہ ہم کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔ آپؐ کی بات سے نفرت بھی ہے، آپؐ کی بات کے کان میں پڑنے کا خوف بھی ہے۔ لیکن وہ خود یہ فرماتے ہیں کہ میری کیفیت مسجد سے باہر یہ تھی، کہ میں آپؐ کے پاس رہنا نہیں چاہتا تھا!! اور یہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے مسجد میں قدم رکھا اندر سے میرے دل نے کہا کہ طفیل! اِن کی بات سُننی چاہیے، تو تو بڑا آدمی ہے، ایسے بڑے کلام سے واقف ہے، کہ پھر مَیں نے کانوں سے روئی نکالی، اور میں نے آپؐ کی بات سنی، اور آپؐ کی بات سن کر میرے دل میں آپؐ کی بات کو قبول کرنے کا ایسا داعیہ پیدا ہوا،(۲) مَیں کہتا ہوں یہی کیفیت ایک مشرک کی ہے اور یہی کیفیت ایک مسلمان کی ہے، جن کو زنا کرنے کا تقاضہ ہوا، لیکن مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھنا چاہیے کہ یا رسول اللہؐ! میں زنا کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے!!۔ مسجد

---

(۱) باب وفد بني حنيفة وحديث ثمامة بن أثال 4114 حدثنا عبد الله بن يوسف حدثنا الليث قال حدثني سعيد بن أبي سعيد أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم خيلا قبل نجد فجاءت برجل من بني حنيفة يقال له ثمامة بن أثال فربطوه بسارية من سواري المسجد فخرج إليه النبي صلى الله عليه وسلم [ص: 1590] فقال ما عندك يا ثمامة فقال عندي خير يا محمد إن تقتلني تقتل ذا دم وإن تنعم تنعم على شاكر وإن كنت تريد المال فسل منه ما شئت

(۲) فوالله ما زالوا بي حتى أجمعت على أن لا أسمع منه شيئًا ولا أكلِّمه، حتى حشوت أذنيَّ حين غدوت إلى المسجد كُرسُفًا فَرَقًا من أن يبلغني من قوله وأنا لا أريد أن أسمعه

سے باہر یہ تقاضہ ہے کہ زنا کرنا ہے' لیکن اللہ کے نبیؐ سے پوچھ کر کرنا ہے!! وہ جانتے تھے کہ زنا حَرام ہے؛ ورنہ کسی جائز کام کے لیے آ کر پوچھا نہیں جاتا!!۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مسجد میں بٹھا کر سمجھایا کہ تم یہ بتاؤ! کہ اگر یہ کام تمہاری بہن کے ساتھ' تمہاری خالہ کے ساتھ' تمہاری بیٹی کے ساتھ' تمہاری ماں کے ساتھ کوئی کرے؛ کیا تم برداشت کرو گے!! برداشت نہیں کروں گا' فرماتے ہیں: یہ مسجد کا اثر تھا کہ میرے دل میں زنا کی نفرت پیدا ہوگئی (۱) اور یہی اس کا مقصد تھا اصل، کہ تم یہاں آؤ! کہ تم یہاں آ کر اگر علم لیتے ہو تو یہ علم تمہاری زندگی میں عمل بن کر آئے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لیے زنا کا ارادہ میرے دل سے نکل گیا۔

اور مَیں کہتا ہوں کہ یہی ایمان ہے اور یہ کیفیت اِس ماحول کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مَیں نے عَرض کیا کہ مسلمان ہو یا اغیار ہوں اُس زمانہ میں اصل بات یہ تھی' کہ اِن کو ماحول میں لے کر آؤ۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معمول یہی تھا، کہ اِنہیں عمل کا ماحول ملے۔ تو میرے بزرگو دوستو عزیزو! مَیں پہلی بات عَرض کرتا ہوں کہ اِس گشت اور ملاقات کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایک ایک فرد کو دعوت دے کر اُس کو اُس کے ماحول سے نکالو۔ ایک صاحب ہم سے ملے! کہنے لگے: 20 سال سے میری دُوکان پر گشت ہوتا ہے، جماعت آتی تھی' گشت کرتے کرتے میری دُوکان سے گزرتی تھی، اور وہ مجھے دو چار باتیں خیر کی کر کے گزر جاتی تھی، مَیں بڑے ادب سے' بڑے اِہتمام سے بات سنتا تھا، اور مَیں یہ سمجھتا تھا کہ یہ خیر کی باتیں ہیں اُنہوں نے پہنچا دیں، وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ خیر کی باتیں ہیں ہم نے تو پہنچا دیں، عمل کرنا نہ کرنا اِس کے ذمہ ہے۔ کہنے لگے: کہ 20 سال کے بعد ایک ایسی جماعت آئی' جس نے ہم سے یہ کہا دُوکان پر کہ آپ 5 منٹ یا 10 منٹ آپ مسجد میں بیٹھئے! ہم آپ سے مسجد میں بات کرنا چاہتے ہیں؛ مَیں نے اُن سے کہا کہ حضرت! ہمیشہ میرے یہاں گشت ہوا ہے' وہ مجھ سے اچھی باتیں بتا کر گزر جاتے ہیں' آپ مسجد جانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہیں' یہاں بات کرلیں، یہیں بات کرنے کی جگہ ہے، ہمیشہ ہم نے یہاں بات سنی ہے، ہمیشہ معمول رہا ہے، کہ میں سارے کام چھوڑ کر اُن کی بات سنتا ہوں' لیکن آپ پہلی جماعت ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ سے بات مسجد میں کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے؛ اُنہوں نے اصرار کیا' اور اُنہوں نے بار بار مجھ پر اصرار کیا تو میں نے کہا: اچھی بات ہے' ٹھیک ہے' میں چلتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ یہ میری 60 سال کی عمر تھی، اور یہ میری زندگی کا پہلا دن تھا کہ مَیں نے اللہ کے گھر میں قدم رکھا۔ اور میری زندگی کا یہ پہلا دن تھا کہ مَیں نے اللہ کو سجدہ کیا ہے؛ ورنہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں اللہ کو کبھی سجدہ کیا ہے۔

اِس لیے مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی تنظیم نہیں ہے' جس کو میں اور آپ بیٹھ کر اِس کا طریقۂ کار مرتب کرلیں' یہ تنظیم نہیں ہے۔ کہ آؤ! کہ مشورہ کر کے طئے کرلیں کہ کیا کرنا ہے۔

---

(۱) عن أبي أمامة -رضي الله عنه- قال: (إن فتى شابا أتى النبي -صلى الله عليه وسلم- فقال: يا رسول الله، ائذن لي بالزنا!، فأقبل القوم عليه فزجروه، وقالوا: مه مه، فقال: ادنه، فدنا منه قريبا، قال: فجلس، قال: أتحبه لأمك؟، قال: لا والله، جعلني الله فداك، قال: ولا الناس يحبونه لأمهاتهم، قال: أفتحبه لابنتك؟، قال: لا والله، يا رسول الله جعلني الله فداك، قال: ولا الناس يحبونه لبناتهم، قال: أفتحبه لأختك؟ قال: لا والله، جعلني الله فداك، قال: ولا الناس يحبونه لأخواتهم، قال: أفتحبه لعمتك؟ قال: لا والله، جعلني الله فداك، قال: ولا الناس يحبونه لعماتهم، قال أفتحبه لخالتك؟ قال: لا والله جعلني الله فداك، قال: ولا الناس يحبونه لخالاتهم قال: فوضع يده عليه وقال: اللهم اغفر ذنبه وطهر قلبه، وحصن فرجه، فلم يكن بعد ذلك الفتى يلتفت إلى شيء) رواه أحمد.

## ہم اِس کام میں قدم قدم پر صحابہؓ کی سیرت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے پابند ہیں۔ ہمارا اِس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے

ہم اِس کام میں قدم قدم پر صحابہؓ کی سیرت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے پابند ہیں۔ ہمارا اِس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ اِس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن نے جب گھر کے اعمال کو اسبابِ طہارت کہہ کر بیان کیا ہے۔ گھر کے اعمال، جس سے آپ اختلاف کرتے ہیں، قرآن نے اِن گھر کے اعمال کو اعمالِ طہارت کہہ کر بیان کیا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا (۱) کہ اللہ تعالیٰ اِن اعمال کے ذریعہ تمہیں پوری طرح پاک کرنا چاہتے ہیں۔ آج اِن اعمال سے مسلمان اِختلاف کرتا ہے؟!۔ اِن اعمال سے مسلمان اختلاف کرتا ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتے ہیں اِن اعمال کے ذریعہ۔ کہ یہ اپنے گھروں کے اندر اِجتماعی حلقے قائم کریں، ذکر کے اِجتماعی حلقے قائم کریں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کی بڑائی کے تذکروں کے، اور اجتماعی حلقے قائم کریں اِس میں قرآن کے سیکھنے اور تلاوت کرنے کے؛ کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اِن اعمال کے ذریعہ تمہیں پاک کردے اور تمہارے اندر سو فیصد صفاتِ ایمانیہ اِن اعمال کے ذریعہ تمہارے اندر پیدا کردے۔ آپ پڑھتے چلے جائیے بائیسویں پارہ کا پہلا صفحہ پڑھتے چلے جائیے!! آپ کو سب سے زیادہ کامل صفاتِ ایمانیہ وہاں ملیں گے جہاں گھر کے اعمال بیان کیئے جارہے ہیں قرآن وحدیث سے؛ اور آپ کو ''اختلاف'' ہے۔

## گھر کے اجتماعی اعمال (قرآن وحدیث کی تعلیم) پاکی کا ذریعہ ہیں

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کسی چیز کی نسبت کسی ذات کی طرف کریں گے تو آپ اُس کی ذات سے اختلاف کی وجہ سے چیز سے اختلاف کر بیٹھیں گے، اور آپ براہِ راست سیرت کو دیکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اِس سے بڑھ کر اُمت کے مجتمع ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرآن صاف کہتا ہے کہ گھر کے اِن اِجتماعی اعمال کے ذریعہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے اِرادہ سے نکلے اور یہ کہہ کر نکلے ہیں کہ میں آج قصہ نمٹا کر آتا ہوں، یہ سب سے زیادہ حضرت عمرؓ کے کُفر کی شدت کا دن تھا، کہ وہ تلوار سونتی ہوئے آرہے ہیں' کہ میں آج قصہ نمٹا کر آؤں گا!!۔ راستہ میں یہ معلوم ہوا کہ نہیں! تمہارے بہن کے گھر میں یہ عمل ہو رہا ہے، کہ جس دین کی وجہ سے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر رہے ہو وہ تمہاری بہن کے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے تھے: کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صرف قرآن کے اُس گھر سے گزر ہوا ہے جہاں پر قرآن کو صحیح کرنے کا حلقہ چل رہا تھا، عمرؓ کی عقل کو پلٹا ہے اِس ایک 3 آدمیوں کے حلقہ نے،

---

(۱) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم آیات سابقہ میں جو ہدایات ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے دی گئی ہیں، وہ اگرچہ ان کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھیں بلکہ پوری امت ان احکام کی مکلف، مگر ازواج مطہرات کو خصوصی خطاب اس لئے کیا گیا کہ وہ اپنی شان اور بیت نبوت کے مناسب ان اعمال کا زیادہ اہتمام کریں۔ اس آیت میں اس خصوصی خطاب کی حکمت مذکور ہے کہ اصلاح اعمال کی خاص ہدایت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلوب یہ ہے کہ اہل بیت رسول کو (جس گندگی) سے پاک کردے۔ (معارف القرآن) سورۃ الأحزاب 33 آیت نمبر 33 پارہ 22 پارہ رکوع 1 سورۃ رکوع 4

جس میں ایک عورت، دو مرد؛ گھر کے اندر قرآن کو صحیح کرنے کا حلقہ لگائے ہوئے تھے۔ سورۂ طٰہٰ پڑھی جارہی تھی اور اُس کا صحیفہ جو لکھا ہوا تھا اُن کے پاس وہ اُنہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کے چھپادیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا پڑھ رہے تھے، مجھے دکھلاؤ! تو آپؓ نے دیا نہیں، کہ آپ ناپاک ہیں۔ کہنے لگے: عمر! یا تو ضد چھوڑ دو یا تو غسل کرلو؛ پھر دیکھو! اِس میں کیا لکھا ہوا ہے۔(۱)

## اُمت کو صرف اخبار ورسائل سے دین پیش کردینا یہ اُمت کی تربیت اور ہدایت کے لیے کافی نہیں ہے

ہم یہ بات پوری قوت کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اُمت کو صرف اخبار ورسائل سے دین پیش کردینا یہ اُمت کی تربیت اور ہدایت کے لیے کافی نہیں ہے۔ اِس کے لیے جب تک عمل کا ماحول نہ ہو اور اجتماعی عمل وجود نہ ہو، آپ دیکھئے! کہ تین آدمی اِس حلقہ میں ہیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ لے کر نکلے، لیکن اِس ماحول نے حضرت عمرؓ کو ایسا پلٹا ایسا پلٹا۔ (میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ یہاں گھر کے اِن اعمال سے حضرت عمرؓ کا دل نرم پڑا ہے اور اُدھر قبیلہ ثقیف نے جس نے فرائض سے صاف انکار کردیا تھا اور تین سال مزید اپنے بُتوں کو باقی رکھنے کے لیے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم بُت کو نہیں توڑیں گے، آپؐ نے فرمایا: اِنہیں مسجد میں رکھو، اِنہیں مسجد کے ماحول سے بڑھ کر اِن کے دلوں کو نرم کرنے والا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے؛ یہ صاف فرمایا آپؐ نے۔ (تو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں) کہ اصل تربیت اور تعلیم اُس کا تعلق صرف اور صرف اعمالِ مسجد سے ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ عالمی سطح پر جماعت کسی ملک میں، کسی صوبہ میں، کسی علاقہ میں چلی جائے؛ عالمی سطح پر یہ کام کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اِس کام کو صحابہؓ کی سیرت سے بیان کریں؛ تاکہ اُمت اصل کی طرف جائے۔ اُمت اصل کی طرف آئے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یہ ہے تربیت اور ایمان کی تکمیل کا اصل سبب۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح اِس ماحول سے ایمان کی تکمیل ہے اِسی طرح کہتے ہیں کہ اِن اعمال سے عبادات کی بھی تکمیل ہے۔ عبادات اس وقت کمال کو پہنچتی ہیں جب آدمی عمل کے ماحول میں وقت گزارتا ہے۔ عبادت کا کمال عمل کے ماحول میں رہنا ہے۔

## جو لوگ عمل کے ماحول میں نہیں رہتے اُن کی عبادت کا معیار گھٹتا رہتا ہے

جو لوگ عمل کے ماحول میں نہیں رہتے اُن کی عبادت کا معیار گھٹتا رہتا ہے۔ آپ دیکھیں! جن کا وقت بازاری ماحول میں گزرتا ہے اُن کی نمازوں میں کمال کبھی نظر نہیں آئے گا۔ اِس لیے! خوب دوسرا مقصد؛ دعوت سے عبادات میں کمال پیدا کرنا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ اِس غرض سے نکلا کرو کہ میری دُنیا

---

(۱) وعند الطبراني عن ثَوْبان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم »اللَّهمَّ أعز الإسلام بعمر بن الخطاب«، وقد ضرب أخته أول الليل وهي تقرأ: ﴿إقرأ باسم ربك الذي خلق﴾ حتى ظنَّ أنه قتلها، ثم قام في السَحَر فسمع صوتها تقرأ: ﴿إقرأ باسم ربك الذي خلق﴾ فقال: والله ما هذا بشعر ولا همهمته. فذهب حتى أتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوجد بلالًا على الباب بدفع الباب، فقال بلال: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب. فقال حتى أستأذن لك على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال بلال: يا رسول الله، عمر بالباب. فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم »إن يرد الله بعمر خيرًا يدخله في الدين«، فقال لبلال: إفتح، وأخذ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بضَبُعَيه وهزّه، وقال: ما الذي؟ وما الذي جئت؟« فقال له عمر: أعرض عليَّ الذي تدعو إليه. فقال: »تشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدًا عبده ورسوله«. فأسلم عمر مكانه، وقال: أخرج. قال الهيثمي وفيه: يزيد بن ربيعة وهو متروك؛ وقال ابن عدي: أرجو أنه لا بأس به، وبقية رجاله ثقات. انتهى. (حياة الصحابة)

میرے دین پر غالب آ رہی ہے اور میں نے دُنیا کی مشغولی میں مَیں نے عبادت کے معیار کو گھٹا دیا ہے، مَیں عبادت کی تکمیل کے لیے نکلنا چاہتا ہوں۔ اِس لیے میرے بزرگو دوستو عزیزو! نکلنے کی ایک غرض اپنی عبادات میں کمال پیدا کرنا ہے؛ اِس لیے کہ نماز کا قائم کرنا اللہ کی یاد کو بڑھانے کے لیے ہے۔ اقم الصلوٰۃ لذکری کہ نماز قائم کرو میری یاد کے لیے، یوں کہیں کہ نماز سے اللہ کی یاد اِتنی ہی پیدا ہوتی ہے جتنا نماز میں کمال ہوتا ہے؛ اِس لیے کہ اقم کا جو لفظ ہے نماز کے ساتھ وہ اِس کو تکمیل تک پہنچانا ہے، جو نماز قائم نہیں ہے وہ اللہ کی یاد پیدا نہیں کرتی۔ اور جو نماز قائم نہیں ہے وہ اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن عباسؓ دونوں فرماتے ہیں کہ جس کی نماز نمازی کو مُنکر سے نہیں روک رہی ہے اُس کی نماز اُس کو اللہ سے دور کر رہی ہے، کہ جس کی نماز اُس کو مُنکر سے نہیں روک رہی ہے اُس کی نماز اُس کو اللہ سے دُور کر رہی ہے؛ حالانکہ نماز اللہ کے قُرب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ اپنی نمازوں میں کمال پیدا کرو۔ کہتے ناں! کہ ہمیں کیسے معلوم کہ نماز میں کمال پیدا ہوگیا!! یوں کہتے ہیں کہ عمل کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ تم یہ دیکھ لو کہ دو نمازوں کے درمیان کا وقت کیسا گزرا ہے' اِس کو غور کر لو۔ اگر دو نمازوں کے درمیان کا وقت اچھا گزرا ہے تو پچھلی نماز قابلِ قبول ہے اور اگر ظہر عصر کے درمیان گناہ ہوا ہے تو ظہر کی نماز قبول نہیں ہوئی ہے۔

## سب سے پہلے گناہ کا سبب اپنی عبادات میں تلاش کرو

(میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں) کہ اپنے گناہ میں پڑنے کے اسباب اور گناہ کرنے کے اسباب باہر مت تلاش کرو، سب سے پہلے گناہ کا سبب اپنی عبادات میں تلاش کرو۔ (میں بہت ضروری بات عرض کر رہا ہوں)۔ اپنی عبادات میں گناہوں کے اسباب تلاش کرو۔ اِس لیے کہ یہ بات بالکل پکی بات ہے کہ جتنے اسبابِ مُنکرات ہیں اِنسان سے باہر ہیں' بازاری ماحول ہو، یا فحش کا ماحول ہو، یا وہ گناہوں کا اڈّہ ہو؛ جتنے گناہوں کے اسباب اِنسان سے باہر ہیں مَیں کہتا ہوں کہ اِن کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اِن سے مقابلہ کرنا بے انتہاء آسان ہے۔ اِس لیے کہ آدمی باہر کے مُنکرات سے متأثر نہیں ہوتا' وہ اپنے اندر کے مُنکر کے بقدر باہر کے مُنکرات لیتا ہے۔ میں اِس کی مثال عرض کرتا ہوں۔ جو آدمی کمزور ہوتا ہے اُس کو ٹھنڈے موسم سے بچایا جاتا ہے' کہ آپ اندر کے اعتبار سے کمزور ہیں، آپ باہر کے موسم سے اپنے آپ کو بچایئے؛ ورنہ آپ دیکھیں گے کہ سخت سردی میں بہت سے لوگ آپ کو ایک کپڑے کا کرتہ پہنے پھرتے ہوئے ملیں گے آپ کو اُنہیں سردی کوئی اِحساس نہیں ہے۔ (ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں، ہم یہ کہنا چاہتے ہیں) کہ اگر کوئی شخص کسی مُنکر سے متأثر ہوتا ہے یا باہر کے کسی مُنکر کو اِختیار کرتا ہے تو اس کا سب سے پہلے سبب اپنی نماز میں تلاش کرو۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کی نماز کامل ہو اور اُس کی نماز اُس کو مُنکر سے نہ روکتی ہو۔ باہر کے باطل سے اور باہر کے مُنکرات کے ماحول سے وہی شخص متأثر ہوگا جو اپنے اندر کے اعتبار سے کمزور ہوگا۔ کہ اپنے منکرات کے اسباب پہلے نماز میں تلاش کرو۔ پکی بات ہے۔ کہ میری نماز میں کیا مُنکر ہے۔ آپ پڑھئے حدیث؛ آپؐ نے صاف فرمایا: کہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے،(۱) چوری مُنکر ہے

---

(۱) أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً، الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَ كَيْفَ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ؟ قَالَ: "لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَ لَا سُجُودَهَا". سنن دارمی: ۱۳۶۷

مگر سب سے بڑا چُور نماز کا چُور ہے۔ صحابہؓ کو تعجب ہوا' کہ نماز میں سے کیا چُرائے گا!! فرمایا: اِس کے رکوع' سجدے کو طریقہ سے ادا نہ کرے یہ نماز کا چور ہے؛ ورنہ یہ نماز کی خاصیت ہے کہ یہ نماز مُنکر سے یقیناً روک دے گی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بجائے مُنکر کے اسباب باہر تلاش کرنے کے اپنی نماز میں تلاش کرو۔ اِس لیے اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ اُس کی نماز کامل ہے یا نہیں؛ اور جاننا چاہے کہ اُس کی نماز قابلِ قبول ہے یا نہیں' وہ یہ دیکھ لے کہ دو نمازوں کے درمیان کا وقت کیسے گزرا ہے۔

## نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں (اور نوافل) کا اہتمام کرو، اِس سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے

اِس لیے فرمایا کہ نماز سے پہلے/بعد کی اُن سنتوں کا اہتمام کرو جس سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے۔ **حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطی** سب کا تو قول یہی ہے کہ صلوٰۃ الوسطی سے عصر کی نماز مراد ہے؛ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نہیں، اِس سے بعد کی پہلے کی سُنتیں مراد ہیں۔ یہ صلوٰۃ وُسطی سے پانچوں فرائض مراد ہیں؛ فجر کی نماز سے لے کر عشاء کی نماز تک۔ اور حافظوا علی الصلوٰۃ کہ اِہتمام کرو نمازوں کا' اِس سے بعد کی پہلے کی سُنتیں مراد ہیں۔(۱) **حافظوا علی الصلوٰۃ** کہ اِہتمام کرو سنتوں کا اور نوافل کا اور پھر اِہتمام کرو درمیان کی نماز کا' کہ درمیان کی نماز فرائض بنیں گے' اور صلوٰۃ سے مُراد پہلے بعد کی سُنتیں ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات واقعی اِس زمانہ کے لوگوں کے لیے کہلوائی ہے؛ جو فرائض کے ادا کرنے کے کافی سمجھتے ہیں اور سُنّت کو اہمیت نہیں دیتے؛ حالانکہ سنتوں اور نوافل سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یہ بنیادی مقصد ہے کہ اپنی نماز کی تکمیل کے لیے اپنے مشاغل سے نکلو؛ تاکہ نماز میں کمال پیدا ہو۔ اِس نماز کی تکمیل کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں؛ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نماز میں صفتِ اِحسان لاؤ۔ اور صفتِ اِحسان پیدا ہوتی ہے فضائل کے دھیان اور اِستحضار سے؛ سب سے پہلی چیز ہے، کہ نماز کو فضائل پر لاؤ، اِس سے نماز کے اندر صفتِ احسان پیدا ہوتی ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نماز کو مسائل پر پورا لاؤ۔ اگر نماز مسائل کے مطابق نہیں ہے تو میں عرض کر چکا ہوں کہ نماز اللہ سے دوری کا سبب بنتی ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے تھے: ہر عمل میں اللہ کا دھیان بار بار لاؤ، اِس لیے کہ یہ مؤمن کی معراج ہے اور کوئی شخص نماز میں اللہ کا دھیان نہیں رکھ رہا ہے تو باقی اعمال میں اللہ تعالیٰ کا دھیان پیدا نہیں ہوگا؛ اِس لیے کہ باقی اعمال تو بہت دور کے ہیں' نماز سب سے زیادہ قُرب کا ذریعہ ہے۔ جو معراج میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہے وہ باقی اذکار میں' باقی اعمال میں اللہ تعالیٰ کا دھیان کیسے لا سکتا ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ نمازوں میں کمال پیدا کرو۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ،۲۲۷

## تہجد کی اہمیت

اور اِس کے لیے سب سے بنیادی اور اہم چیز وہ رات کا قیام ہے اور اِس قیام کے بارے میں تو مَیں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ کام کرنے والوں میں اِس کی بہت کمی محسوس ہورہی ہے۔ تھک جاتے ہیں کام کرتے کرتے، پھر اِن کا رات کا قیام چھوٹ جاتا ہے، اور اللہ مجھے معاف فرمائے! یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ یہ تو نفلیں ہیں، دعوت کا کام تو اِس سے بہت افضل ہے؛ حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کو لے کر چلنے والے ذمہ داروں سے فرمایا کرتے تھے' کہ دو کام تم نے زیادہ کیے اِس راستہ میں نکل کر (۱) رات کا قیام' تہجد (۲) قرآن کی تلاوت۔(۱) اگر یہ کام آپ نے زیادہ کیئے تو اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔ اِس لیے ۱۲ مہینے ایک سال تک صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تہجد فرض رہی۔ ایک سال صحابہؓ نے تہجد بطور فرض کے ادا کیا ہے۔ ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اِس کو نفل کیا ہے۔(۲)

## تمام عبادات کو فضائل پر لاؤ

اس لیے کہتے ہیں کہ تمام عبادات کو فضائل پر لاؤ؛ اِس لیے کہ فضائل کا اصل مقصد اپنے یقین میں اضافہ کرنا ہے۔ میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ تعلیم کے حلقے یہی ایمان کے حلقے تھے۔ هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَازَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (۳) اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدوں کے تذکرے ایمان کی تکمیل کا سبب ہیں۔ تعلیم کا حاصل اور تعلیم کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے یقین میں اضافہ کرنا ہے اور اِن کے تذکرے یہ ایمان کی زیادتی کا سبب ہیں۔ اِس لیے فرمایا کہ اِن تعلیم کے حلقوں سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے یقین میں اضافہ ہوگا اور اِس سے ایمان کی تکمیل ہوگی۔ یہ تعلیم کے' فضائل کے حلقے؛ اِس لیے گھروں اور مساجد میں اِن تعلیم کے حلقوں سے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے! پُرانے تو اِس کو اہمیت نہیں دیتے۔ کہ بھئی! یہ تو نئے لوگوں کے اندر عمل کا شوق پیدا کرنے کے لیے ہیں!! حالانکہ فضائل جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اِن وعدوں کا یقین پیدا کرنا یہ ہر پُرانے کی ضرورت ہے۔ وہاں تو حال یہ ہے کہ ایک نیا آدمی بھی خریم بن اوسؓ اُسی وقت ہجرت کر کے آئے، اور آپؐ نے تعلیم کے دوران ایک وعدہ کیا، اور یہ خریم بن اوسؓ پیچھے کھڑے تھے؛ عرض کیا: یارسول اللہؐ! جو لڑکی آپ بیان کر رہے ہیں وہ لڑکی آپ مجھے دے دیجیے!۔ حضرت ﷺ فرماتے تھے: جو وعدوں کا یقین کریں گے وعدے اُن کے لیے پورے ہوں گے۔ یہاں خریم بن اوسؓ کھڑے ہوگئے؛ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے دے دو، فرمایا: تمہاری ہوگئ' تم لے لو۔ آپؐ کی زندگی میں یہ علاقہ فتح نہیں ہوسکا لیکن اِنہیں پورا یقین تھا کہ مَیں مروں گا نہیں جب تک یہ وعدہ پورا نہ ہوجائے؛ چنانچہ علاقہ فتح ہوا آپؐ کی وفات کے بعد اور خریم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس لڑکی کو پایا وہاں جس کا آپ صحابہؓ سے وعدہ کر رہے تھے اِنہوں نے آپؐ

---

(۱) وشاورهم فيما تريد من أمرك......والزم أصحابك قراءة القرآن وانههم عن ذكر الجاهلية وما كان منها فإن ذلك يورث العداوة بينهم (فتوح الشام، ص:۳٦)

(۲) معارف القرآن، يَاۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا کی تفسیر دیکھئے۔

(۳) سورۂ احزاب، آیت:۱۲

سے اُس لڑکی کو مانگا تھا۔(۱) میں تو عرض کر رہا ہوں کہ یہ مثالیں ہیں کہ وعدے پورے ہوتے ہیں یقین کرنے والوں کے لیے؛ اِس لیے فرمایا: ہماری دونوں کی تعلیم (فضائل اور منتخب احادیث) ہمارے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی چیز اِختلافی نہیں ہے۔ اختلاف تو افتراق کرنے سے ہوتا ہے ناں!!۔ اور اختلاف کرنے کے لیے اور افتراق پیدا کرنے کے لیے صرف اور صرف کُفر ذریعہ ہوسکتا ہے، کہ اگر کہیں کھلا کُفر ہے اور کہیں آپ کو نماز سے روکا جارہا ہے تو آپ کو اختلاف کرنا چاہیے۔ اور آپ کو الگ ہوجانا چاہیے، اعتزال کا سبب صرف اور صرف کُفر ہے۔ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲) اگر انبیاء اعتزال کرتے ہیں تو صرف ایسی قوم سے جو کُفر پر اَڑ جائے، لیکن جہاں تک کُفر نہیں ہے وہاں تک اعتزال اور افتراق کی گنجائش نہیں ہے۔

## منتخب کا اصل مقصد اِن چھ صفات کو اپنے اندر عملی طور پر پیدا کرنا ہے اور اِن صفات پر اُمت کو لانا ہے

اِس لیے میں تاکید سے عرض کرتا ہوں کہ منتخب کا اصل مقصد اِن چھ (٦) صفات کو اپنے اندر عملی طور پر پیدا کرنا ہے اور اِن صفات پر اُمت کو لانے کے لیے ہے؛ ورنہ تو اُمت صفاتِ ایمانیہ کو جانتی بھی نہیں ہے۔ اُمت چھ نمبر جانتی بھی نہیں' کیا ہے!!۔ چھ نمبر میں نمبر گنوانا یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو وہ صفات ہیں جنہیں اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اِس لیے مَیں نے عرض کیا کہ تعلیم کے حلقوں پر اِس طرح اُمت کو جمع کیا جائے کہ اِن کے دلوں میں اِن اعمال پر وعدوں کا یقین پیدا ہوجائے۔

## جس طرح مسجدیں ایمان کے حلقوں کی اور فضائل کے حلقوں کی جگہ ہیں اِسی طرح خدا کی قسم! مسجدیں مسائل کے سیکھنے کی بھی جگہیں ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح مسجدیں ایمان کے حلقوں کی اور فضائل کے حلقوں کی جگہ ہیں اِسی طرح خدا کی قسم! مسجدیں مسائل کے سیکھنے کی جگہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علماء کو! خاص طور پر وہ علماء جو اِس تبلیغ کے میدان میں سال لگا کر اِس بات کا اُن میں اِحساس پیدا ہوتا ہے کہ اپنی مساجد میں آنے والوں کو موٹے موٹے فرائض؛ غسل کے فرائض' نماز کے طریقے' وضو کی سنّتیں اِن کو سکھلائیں جائیں؛ ہم سمجھتے ہیں کہ دورِ نبوّت اور دورِ صحابہؓ کا وہ معمول زندہ ہو رہا ہے جو اُمت کے تصوّر سے بھی ختم ہوگیا تھا۔ یہ چیز اِنتہائی اہم اور ضروری ہے۔ بہت اہمیت سے عرض کر رہا ہوں' کہ علماء مسجدوں کو

(۱) يقين خُرَيم بن أوس فيما أخبر النبي ﷺ في شأن الشيماء بنت بقيلة وأخرج أبو نعيم في الدلائل (ص١٩٦) عن حُمَيد بن منهب قال قال جدي خُرَيم بن أوس رضي الله عنه: هاجرت إلى النبي وقدمت عليه منصرفه منتبوك، فأسلمت فسمعته يقول: »هذه الحيرة البيضاء قد رُفعت لي، وهذه الشيماء بنت بُقيلة الأزدية على بغلة شهباء معتجرة بخمار أسود« فقلت: يا رسول الله إنْ نحن دخلنا الحيرة فوجدناها كما تصف فهي لي؟ قال: »هي لك«، قال: ثم كانت الردّة فما ارتد أحد من طيّيء، فأقبلنا مع خالد ابن الوليد رضي الله عنه نريد الحيرة، فلما دخلناها كان أول من تلقّانا الشيماء بنت بُقيلة كما قال رسول الله ﷺ على بغلة شهباء معتجزة بخمار أسود، فتعلّقت بها، فقلت: هذه وصفها لي رسول الله ﷺ فدعاني خالد بالبينة، فأتيت بها فكانت البينة محمد بنمسلمة ومحمد بن بشير الأنصاريان رضي الله عنهما، فسلّمها إليّ خالد، ونزل إليها أخوها عبد المسيح بن بُقَيلة يريد الصلح، فقال: بِعْنيها، فقالت: لا أنقصها والله من عشر مائة، فأعطاني ألف درهم وسلم تها إليه، فقالوا لي: لو قلت: مائة ألف لدفعها إليك، فقلت: ما كنت أحسب أنّ عددًا أكثر من عشر مائة. وأخرجه الطبراني عن حميد بطوله، كما في الإصابة، وأخرجه البخاري عن حميد مختصرًا وابن منده بطوله وقال: لا يعرف إلاّ بهذا الإسناد تفرّد به زكريا بن يحيى عن زَحْر (بن حصين). (حياة الصحابه، ج:٣، ص:٩٩)

(۲) سورۂ مریم، آیت:۴۹

عوام کے ساتھ اختلاط اور عوام کو موٹے موٹے مسائل غسل اور فرائض کے اور نماز اور عقائد کے اُمت کو سکھلائیں؛ اِس کے لیے ہم عوام اور علماء کو مسجد کی سطح پر جمع کرنا چاہتے ہیں، یہ ہمارے کام کا بنیادی مقصد ہے۔ یہ کام کا بنیادی مقصد ہے کہ عوام اور علماء مسجد کی سطح پر جمع ہوں۔ ہم تو علماء کا سال لگواتے ہی اِس لیے ہیں' تاکہ علماء کے سال سے دو چیزیں علماء کو حاصل ہوں؛ (۱) اُمت کے جہل کا اور اُمت کے اِرتداد کا خود مشاہدہ کریں۔ (۲) عوام کو سکھلانے کا خود جذبہ پیدا ہو، یہ نہیں کہ آپ عوام کو کتاب لکھ کر دے دیں کہ آپ اِس سے مسائل معلوم کریں، یہ بہت اہم چیز ہے۔ اِس لیے کہ کتاب سے سکھلانا؛ کتاب عوام کے لیے نہیں ہے' کتاب علماء کے لیے ہے، کتاب معلّم کے لیے ہے، اور عوام کے لیے خود معلّم ہے' کتاب عوام کے لیے نہیں۔ کتاب معلّم کے لیے ہوسکتی ہے' اپنی یادداشت کے لیے، ورنہ جو اصل تعلیم کا طریقہ ہے نبی کا' اور نبی کا طریقۂ تعلیم یہ ہے کہ مَیں اپنے عمل سے تمھیں لایا ہوا دین سکھلانا چاہتا ہوں' تعلیم دینا چاہتا ہوں۔

## علماء عوام کے درمیان رہ کر اِس طرح تعلیم دیں جس طرح محمد ﷺ عوام کے درمیان رہ کر اُنھیں تعلیم دے رہے ہیں

علماء عوام کے درمیان رہ کر اِس طرح تعلیم دیں جس طرح محمد ﷺ عوام کے درمیان رہ کر اُنھیں تعلیم دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر نماز ادا کی ہے، صحابہؓ کو اپنا رکوع دکھلانے کے لیے' سجدہ دکھلانے کے لیے' صحابہؓ کو اپنا قومہ قیام دکھلانے کے لیے، ایک مرتبہ آپؐ نے منبر کے اوپر چڑھ کر نماز پڑھی (۱) تاکہ پیچھے والی صفیں بھی سب دیکھ لیں کہ آپؐ رکوع کیسے کررہے ہیں' آپ قیام کیسے کررہے ہیں' آپؐ قومہ کیسے کررہے ہیں۔ یہ دیکھیں' کہ مَیں نیچے اُتر کر نماز تو پڑھتا تو ہوں معمول کی؛ لیکن پیچھے کے لوگ نہیں دیکھ پاتے: لہٰذا! منبر پر چڑھ کر آپؐ نے نماز کے افعال کرکے دکھلائے صحابہؓ کو۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (۲) یہ حدیث یہ بتلارہی ہے کہ نبی اپنی نماز کو نہ بیان کررہے ہیں نہ کوئی کتاب دے رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے دیکھو! مَیں نماز کیسے پڑھتا ہوں۔ ہم علماء سے دو چیزیں چاہتے ہیں؛ ایک تو علماء نقل وحرکت کے ذریعہ عوام کے جہل کا مشاہدہ کریں، یہ علماء کے سال کے خروج کا اصل مقصد ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خود سکھلانے کی سُنّت زندہ ہو۔ صحابۂ کرامؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نیا آدمی آتا تھا تو آپ ﷺ اُس کو نماز خود سکھلاتے تھے اور اگر آپ کسی اہم کام میں مشغول ہوتے تو آنے والے کو ہم سکھلایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ بیان کررہے تھے منبر سے' صحابہؓ موجود تھے سب' بیان کے دوران ایک آدمی آیا دروازہ پر، اور اُس نے آکر دروازہ پر وہیں چیخ کر کہا کہ مجھے دین سکھلائیے! نہ آپؐ نے اُس کو بیان میں بٹھایا، نہ آپؐ نے اُس کو بعد میں بُلایا، نہ آپؐ نے اُس کو کسی کے حوالہ کیا' کہ مَیں تو بیان کررہا ہوں' فلاں نا!! تم دیکھ لو اِس کو یہ کیا کہہ رہا ہے!!۔ آپ ﷺ نے بیان درمیان میں چھوڑا! کیوں؟ کہ اِس کا سوال یہ ہے کہ مَیں دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ آپؐ نے صحابہؓ کے درمیان بیان چھوڑا اور آپؐ منبر سے اُترے اُس ایک

---

(۱)

(۲) بخاری: ۱/۶۳

آدمی کے لیے اور آپؐ دروازہ پر تشریف لے گئے اُس کے پاس اور دروازہ پر آپ کے لیے کُرسی رکھی گئی، اور آپؐ نے وہاں بیٹھ کر اُس ایک آدمی کو اِسلام کے فرائض سکھلائے،(۱) ابھی تو اِس کو اسلام کے بنیادی فرائض بھی معلوم نہیں، یہاں تو بات ہورہی تھی، یہ تو خبر نہیں کس قوم سے، کون سے پھل کا تحفظ یہ کررہے ہوں گے، کونسی بات بھی سن رہے ہوں گے اور کہاں ایک عام آدمی کی ایک بات سزا سے اونچی ہے، لیکن ایک دین سے ناواقف نئے آدمی کو دین سکھلانا یہ نبی اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ کہ علماء سے دو چیزیں مطلوب ہیں؛ کہ نقل وحرکت اور خروج ایک سال کا، دوسرے سال کا، پھر تیسرے سال کا، اِس کے مقاصد بہت اعلیٰ ہیں اور یہ بہت! یعنی یہ کہنا چاہیے کہ یہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ دو چیز اِس سے چاہی جارہی ہیں؛ ایک تو خود سکھلانے کی مشق ہو علماء کو، کتاب سے سکھانے کی نہیں، بیشک وہ اپنی جگہ ہے، نہ اُس سے کوئی اِختلاف ہے، نہ اِس کا کوئی انکار ہے، وہ ایک ضرورت ہے؛ مدارس۔ لیکن یہ بہتا ہوا سمندر عوام کا جو آپ کے مدرسہ کو اپنا وقت نہیں دے سکتے، جن کی زندگی جکڑی ہوئی ہے دُنیا میں، کہ اگر یہ 10 منٹ دے دیں مسجد میں تو آپ اِس کو غنیمت سمجھیں، اِس آدمی کو غسل کے فرائض، نماز کا طریقہ کون بتلائے گا اس کو، کونسی کتاب پڑھے گا یہ جاکر، آپ کو کیوں اُمید ہے کہ یہ کتاب پڑھ لے گا!!۔ تلقین اور تذکیر یہ ہے تعلیم کا اصل طریقہ۔ کتاب بیشک! ضرورت ہے کتاب کی، لیکن اِس کتاب کی ضرورت صرف تعلیم تک محدود ہے، غیر طالب کو کتاب سے کوئی مطلب نہیں۔ وہ صرف طالب تک محدود ہے، جن میں طلب ہے، جن میں طلب نہیں ہے اُنہیں کتاب سے کوئی غرض نہیں ہے۔ کہ عوام کو خود سکھلانے کی مشق ہو۔ علماء۔ آپ ﷺ خود فرمارہے ہیں: خُذُوْ عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ (۲) کہ مسائل مجھ سے معلوم کرو۔ اور آپ ﷺ درخت کی ٹہنی کو تین مرتبہ ہلا کر صحابیؓ سے سوال کررہے ہیں: پوچھتے کیوں نہیں ہو مجھ سے کہ مَیں ایسے کیوں کررہا ہوں؟۔ صحابیؓ حدیث کو بیان کرنے کے لیے درخت کی ٹہنی کو ہلا کر بعد والے سے پوچھ رہے ہیں: مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں ٹہنی کو کیوں ہلا رہا ہوں۔(۳) ایک حدیث بیان کرنے کے لیے وہ سارا طریقہ اختیار کیا آپؐ (صحابیؓ) نے جو طریقہ آپ (ﷺ) نے اختیار کیا تھا۔ یہ نہیں کہ سب تقسیم کردی جاتیں؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حدیث بیان کرنے سے پہلے صحابیؓ کو متوجہ کیا، صحابیؓ نے حدیث بیان کرنے کے لیے اپنے بعد والے کو متوجہ کیا۔ کہ یہ طریقہ ہے۔ مجھے ایک بات عرض کرنی ہے کہ علماء کے سال کا جو بنیادی مقصد تھا وہ یہ تھا، کہ ایک تو یہ عوام کے جہل کا خود مشاہدہ کریں۔ اِس لیے کہ اگر علماء عوام کے درمیان رہ کر اِن کے جہل کا مشاہدہ نہیں کرتے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا ہے ڈاکٹر بیماروں کے درمیان رہ کر اُن کا حال معلوم نہ کرے۔ جو ڈاکٹر راؤنڈ پر نہیں ہوتے، جو ڈاکٹر روزانہ کی راؤنڈ پر عوام کے امراض نہیں دیکھتے اُنہیں دوائیں لکھنے کی مہارت نہیں ہوتی۔ جو اچھے ڈاکٹر

---

(۱) تعلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا رفاعة الدین (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۳،ص:۲۵۹)

(۲) نسائی:۳۶۰۲

(۳) عن ابي عثمان النهدي، قال: كنا مع سلمان تحت شجرة فاخذ غصنا منها فنفضه، فتساقط ورقه، فقال: الا تسالوني عما صنعت؟ فقلنا: اخبرنا، فقال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في ظل شجرة، فاخذ غصنا منها فنفضه فتساقط ورقه، فقال: "الا تسالوني عما صنعت؟" فقلنا: اخبرنا يا رسول الله، فقال: "إن العبد المسلم إذا قام إلى الصلاة، تحاتت عنه خطاياه كما تحاتت ورق هذه الشجرة". (مسند احمد:۲۳۷۱۶)

اپنے سامنے مریضوں کو دیکھتے ہیں وہ دوائیں بھی لکھتے ہیں اور وہ مرض تک پہنچ بھی جاتے ہیں۔ (بہت اہم بات کہہ رہا ہوں) اور یہ بات تو صاف ہے قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی، کہ عوام کے جہل کا خود مشاہدہ کیئے بغیر وہ فکر اور وہ غم پیدا نہیں ہوسکتا جو مسلمان کو جہالت سے نکال دے اور جو اُمت کو اِرتداد سے روک دے وہ غم اور فکر پیدا نہیں ہوسکتا جب تک اُمت کے اِرتداد اور اُمت کے جہل کا علماء خود مشاہدہ نہ کرلیں۔ حدیث ہے جو میں نقل کررہا ہوں، صحیح روایت ہے: **لیس الخبر کالمعائنه** آپؐ نے فرمایا، صحیح روایت ہے۔ اور اِس روایت کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہم اور آپ گھر بیٹھے سنتے ہیں کہ اُمت میں اِرتداد آ گیا ہے!!' فلاں علاقہ میں اُمت میں جہل آ گیا ہے!! تو ہم اِتنا ہی کرسکتے ہیں کہ دُعاء کرلیں، اِتنا کرسکتے ہیں کہ کچھ افسوس کرلیں!! لیکن اصل جو غصہ اور غم کی جو کیفیت جو اِس ماحول کو بدلے گی وہ قوم کے حال کا مشاہدہ کیئے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ موسیٰ! تمہاری قوم بچھڑے کی عبادت پر جمع ہوگئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی خبر یقینی ہے، وحی ایک یقینی خبر ہے اِس میں کوئی شک نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کلام کررہے ہیں، اِس سے زیادہ یقینی خبر کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خود کلام کررہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ خود فرما رہے ہیں اِس حدیث میں کہ جو کیفیت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی حالت کو دیکھنے کے بعد ہوئی ہے وہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے خبر دینے پر نہیں ہوتی۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، صحیح روایت ہے۔ **لیس الخبر کالمعائنه**(۱)۔ اللہ نے تمہیں خبر دی ہے، لیکن اس خبر کی جب تمہیں کیفیت پیدا نہیں ہوئی جو کیفیت قوم کے حال کو دیکھ کر پیدا ہوئی۔ **فَرَجَعَ مُوْسیٰ اِلٰی قَوْمِهٖ غضبان اسفا**۔(۲) کیا مطلب ہے اِس کا۔ کہ جب قوم کی طرف واپس پلٹے اور جا کر اُس حال کا مشاہدہ کیا، اِس کی خبر اللہ تعالیٰ نے صاف صاف دے دی تھی، آپ نے فرمایا کہ نہیں، وہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی خبر سے جو کیفیت وہاں آنے سے پیدا ہوئی۔ جو کیفیت معائنہ کرکے پیدا ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس بچھڑے کو توڑا اور اُس کو پیسا اور اُس کو سمندر میں بہا کر اُس کو ختم کیا اور یہ سمجھایا قوم کو کہ تمہارا رب! ایک معبودِ حقیقی وہی ہے۔ **انما الهکم الله الذی لا اله الا هو** (۳) اِس لیے مَیں بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرنے میں علماء کا درجہ ملائکہ کے بعد سب سے پہلے ہے۔ **شهد الله انه لا اله الا هو و الملائکه و الو العلم قائمم بالقسط**۔(۴) ہم علماء سے یہ چاہتے ہیں۔

---

(۱) (وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ (مشكاة المصابيح۵۷۳۸)

(۲) سورۂ طٰہٰ:۸۶

(۳) سورۂ طٰہٰ:۹۸

(۴) سورۂ آل عمران:۱۸

## وہ علماء جو باضابطہ طور پر رواتب کے ساتھ اپنے مدارس میں خدمت کرکر مشغول نہیں ہیں اور وہ تجارت کرتے ہیں یا دوسرے کاموں کے اندر مشغول ہیں ہم تو اُن علماء سے کہتے ہیں کہ آپ! اپنا وقت فارغ کریں مسجد کے لیے

صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ علماء جس تعلیم کے نظام میں مشغول ہیں' مدارس میں ہوں یا مکاتب میں ہوں' اِس نظام سے کوئی اختلاف' اِس نظام سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، ہم تو یہ صاف عرض کرتے ہیں کہ وہ علماء جو باضابطہ طور پر رواتب کے ساتھ اپنے مدارس میں خدمت کرکر مشغول نہیں ہیں اور وہ تجارت کرتے ہیں یا دوسرے کاموں کے اندر مشغول ہیں ہم تو اُن علماء سے کہتے ہیں کہ آپ! اپنا وقت فارغ کریں مسجد کے لیے۔ ہم کسب وتجارت کو جمع کرنے کی ترغیب خاص طور پر اُن کو دیتے ہیں۔ کسب اور تعلیم رتجارت اور تعلیم کو جمع کرنے کی ترغیب اُن کو دیتے ہیں جو کرتے ہی ہیں تجارت۔ آپ عالم ہیں، آپ کے علم میں اُمت کا حصہ ہے، آپ اپنی تجارت سے یا اپنی زراعت سے یا اپنے کسی بھی دُنیوی پیشہ سے' آپ وقت فارغ کریں روزانہ مسجد کے لیے؛ تاکہ جو عوام مسجد میں آرہی ہے' عوام کی تعلیم' اِن کی تربیت' اِن کو مسائل سکھلانا یہ آپ کی ذمہ داری ہے؛ ورنہ ہمار رواتب سے' یا ہمارا اِس نظام سے نہ کوئی تعارض ہے نہ اختلاف ہے یہ آپ کا خام خیال ہے؛ ورنہ کبھی اِس کا تصوّر بھی نہیں ہے کہ جو نظامِ تعلیم چل رہا ہے اِس سے کوئی اعتراض ہے یا اِس سے کوئی اختلاف ہے کبھی نہیں ہے۔ ہم تو صاف طور پر عرض کرتے ہیں کہ ہم تو مساجد کو محلہ کے کلینک کی طرح بنانا چاہتے ہیں، کہ بیمار یہاں آویں' تو سر کے درد کی گولی لے لی، کوئی بخار کی گولی لے لے، کوئی زخم ہوگیا پٹی بنوالے۔ کوئی بڑا کیس آجاوے تو وہ کوئی بڑے ہسپتال کی طرف!!! شفٹ کردیتے ہیں کہ بھئی! اِ۔ کو وہاں لے جاؤ!۔

## ہم تو مساجد کے اندر عوام کو غسل اور فرائض اور نماز کے طریقے بتلانے کے لیے علماء کا وقت چاہتے ہیں، اگر کوئی بڑا مسئلہ لے کر آجائے گا تو اِس کو دارالعلوم لے جاؤ

ہم تو مساجد کے اندر عوام کو غسل اور فرائض اور نماز کے طریقے بتلانے کے لیے علماء کا وقت چاہتے ہیں، اگر کوئی بڑا مسئلہ لے کر آجائے گا تو اِس کو دارالعلوم لے جاؤ!، اِس کو دارالافتاء میں لے جاؤ!۔ وہاں جاکر معلوم کرو بڑوں سے، ہم تو چھوٹے موٹے کام کرتے ہیں یہاں۔ کہ کوئی ہارٹ اٹیک کا کیس آجائے، یا ایکسیڈنٹ کا کیس آجائے کہ بھئی اِن کو بڑے ہسپتال میں لے جاؤ!۔ ہاں!۔ میں تو سوال کرتا ہوں کہ عوام کے اِس بہتے سمندر کو یہ کونسے ادارہ میں سمائے گا؟۔

## ہمارا کسب وتعلیم کو جمع کرنے پر جو اصرار ہے وہ اُن علماء کے لیے ہے' بے شمار علماء ہیں، میں اگر کہوں کہ ایک تہائی علماء بھی پڑھاتے نہیں ہیں

ہمارا کسب وتعلیم کو جمع کرنے پر جو اصرار ہے وہ اُن علماء کے لیے ہے' بے شمار علماء ہیں، میں اگر کہوں کہ ایک تہائی علماء بھی پڑھاتے نہیں ہیں!! اکثریت علماء کی فارغ ہے' ایک تہائی بھی نہیں پڑھاتے۔ یہ کہاں ہے؟ کیا کرتے ہیں؟۔ کوئی تجارت کرتا ہے۔ کوئی ملازمت کرتا ہے۔ کوئی زراعت کرتا ہے۔ بہت ہیں۔ میری نظر میں ہیں۔ ایک ذی استعداد عالم جو یہاں مجمع میں پڑھا کر الازہر سے اُنہوں نے تخصصات کیئے وہ اپنے باپ کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں وہ اورلوہار کا کام۔ کبھی کبھی ملاقات ہوتی ہے اُن سے تو پوچھا ہوں، کہ بھئی! کہاں ہو! کہ نہیں' نہیں' بھئی! کیا کریں' ابا جی! کمزور ہو گئے، گھر میں کوئی ہے نہیں اور مجھے یہ سب کرنا پڑتا ہے۔ کہ علماء کا وہ طبقہ جو تعلیم وتدریس میں مشغول نہیں ہے اُن کو کہتے ہیں کہ یہ وقت مسجد کو دیں؛ دو گھنٹے، چار گھنٹے، چھ گھنٹے، مسجد کو دیں۔ سکھلائیں عوام کو۔ اور سال کے سال اِس لیے لگواتے ہیں کہ عوام کو خود سکھلانے کی مشق ہو۔ اِس لیے کہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تین فریضے بنیادی ہیں؛ ایمان' نماز اور علم۔ کلمہ نماز اور علم۔ یہ صفات جو چھ نمبر ہیں یہ نمبر نہیں ہیں یہ صفات ہیں۔ اور اِن کے حاصل کرنے کا ایک مستقل طریقۂ کار ہے جو میں عرض کر رہا ہوں کہ مسجدیں ایمان اور علم کے حلقوں سے اِس طرح آباد ہوں جس طرح ایمان اور تعلیم کے حلقوں سے آباد ہیں اسی طرح مسائل کے حلقوں سے بھی آباد ہوں۔ علماء مسجد کو وقت دیں اور عوام ان سے استفادہ کریں۔ مکاتب اپنی جگہ ہیں۔ میں مکاتب اور مدارس سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں۔ مکاتب کا ایک نظام ہے، اُس میں صبح سے لے کر شام تک بچے وقت دیتے ہیں، پڑھتے ہیں، اچھی بات ہے، ہونا چاہیے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو آدمی مسجد کو 10 منٹ دے رہا ہے اِس 10 منٹ میں اگر اُس کے کلمہ کے الفاظ دُرست نہیں ہوتے' اور اُسے غسل واجب ہے اُس کا طریقہ اُسے معلوم نہیں ہوتا تو اِن عوام کے لیے جوابدہ کون ہوگا قیامت کے دن۔ اور یہ تو قرآن کی صاف بات ہے کہ علماء کی ایک جماعت نکلے اللہ کے راستہ میں **لیتفقھوا فی الدین** یہ تو قرآن نے صاف کہہ دیا' اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ **لیتفقھو** الازم ہے متعدی نہیں ہے۔ لازم ہے کہ مطلب ہی یہی ہے کہ علماء خود اپنے علم میں رسوخ پیدا کرنے کے لیے نکلیں' اور یہی سب سے راجح تفسیر ہے۔ کیونکہ پھر مَیں عرض کرتا ہوں کہ جو ڈاکٹرس صبح شام مریضوں کو دیکھتے ہیں اُن کی ڈاکٹری میں کمال پیدا ہوتا ہے اِس سے، اور جو ڈاکٹر مریضوں کو دیکھتے نہیں ہیں وہ تو یہ بھول جاتے ہیں کہ کونسی دوا پڑھی تھی' کونسی دوا کس کام کے لیے تھی۔ اگر ایک ڈاکٹر کے روزانہ مریضوں کو دیکھنے سے اُس کے تجربات میں اور اُس کے فن میں کمال پیدا ہوتا ہے تو ایک عالم اگر صبح سے لے کر شام تک عوام کے درمیان رہے تو مَیں سمجھتا ہوں اِس آیت کے ذیل میں' اِس آیت کی تفسیر میں' کہ **لیتفقھوا فی الدین** کہ اگر یہ علماء عوام کے درمیان نکلیں تو اور رسوخ پیدا ہوگا' قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ نفر کریں **لیتفقھوا فی الدین** تا کہ اِن کے علم میں رسوخ پیدا ہو۔ اور آگے فرمایا: **ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون** (۱) اور واپس آ کر

(۱) سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۲

ڈرائیں مقامی لوگوں کو؛ تا کہ اِن میں ڈر پیدا ہو، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ قوم کا حال دیکھیں گے تو اِن کی تحذیر مؤثر ہوجائے گی۔مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، کہ جب جا کر قوم کا حال دیکھا تو وہ کیفیت پیدا ہوئی جو کیفیت اِس قوم کے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر واپس آنے کا ذریعہ بنی ہے وہ کیفیت پیدا ہوئی ہے معائنہ سے؛ وہ کیفیت خبر سے پیدا نہیں ہوتی۔سوچئے تو صحیح!! ایک نبی کے اندر کیفیت پیدا نہیں ہوئی خبر سے تو ہمارے اندر وہ کیفیت کیسے پیدا ہوجائے گی؛ صرف اُمت کے اس طرح کے حالات معلوم کرنے سے؛ معائنہ کے بغیر؛ مشاہدہ کے بغیر۔ایک نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبرؑ ہیں اُن کے اندر اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے کیفیت پیدا نہیں ہوئی؛ مَیں اور آپ اپنے گھر پڑے رہیں اور مَیں اخباریں پڑھو؛ فلاں علاقہ میں اِرتداد آ گیا تو میرے اندر وہ کیفیت پیدا ہوجائے گی؛ سوچئے تو صحیح! مَیں کیا کہہ رہا ہوں۔آپ سوال کرتے ہیں کیوں نکال رہے ہو یہاں سے وہاں سے جمع ہوکر۔ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر ایک نبی موسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے کیفیت پیدا نہیں ہوئی میرے آپ کے اندر یہ کیفیت کیسے پیدا ہوجائے گی گھر پڑے پڑے خبریں سننے سے، کہ آپ رسالہ پڑھ رہے ہیں؛ رسالہ میں لکھا ہوا ہے: فلاں علاقہ میں اِتنے مسلمان مرتد ہوگئے؛ اَرے بھئی! اللہ ہدایت دے اِن کو، دُعاء کرتے ہیں۔آپ سوچئے ذرا کہ نَفر کے کیا مقاصد ہیں!!۔کہ نَفر کے مقاصد یہ ہیں کہ علماء کی نقل وحرکت اور اِن علماء کا مساجد کو وقت دینا یہ اُمت کے جہل کا مشاہدہ اور اُمت کے کی تعلیم کے نظام کو قائم کرنے کے لیے ہے۔اِس لیے! ہم نے عرض کیا کہ مسجدِ نبویؐ کے اندر یہ حلقے چلتے رہتے تھے اِدھر نماز کھڑی ہوجاتی تھی۔ابوالدرداءؓ کی مسجد میں ایک وقت میں ۱۶۰۰ ر طلبہ ہوتے تھے جو قرآن سیکھتے تھے۔فرمایا: ذرا! گن کے آؤ! طلبہ کتنے ہیں؟ آ کر بتایا کہ سولہ سو طلبہ۔(۱) اور اگر کوئی سجدہ کی آیت آجاتی کسی حلقہ میں بچوں کے قرآن پڑھنے کے تو اُس سجدے کی آیت کو ابوالدرداءؓ زور سے پڑھتے تھے، پھر یہ ۱۶۰۰ ر طلبہ سجدہ کرتے تھے۔کیا منظر ہوتا ہوگا۔

## مکاتب کی اہمیت

میں بہت تاکید سے عرض کر رہا ہوں کہ مساجد میں مکاتب کے قائم کرنے کا اہتمام زیادہ کرو۔یہ بہت بڑا فریضہ ہے اُمت کے ذمہ۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اُن تنظیموں کو جو اِس کوشش میں لگے ہوئے ہیں، مساجد میں مکاتب قائم کرنے کے لیے۔اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے مکاتب کے قائم کرنے میں تعاون کرو۔یہ کہنا کہ یہ کام ہمارا نہیں تمہارا ہے، یہ کام تمہارا نہیں ہوگا تو کیا یہ کام یہود ونصاریٰ کریں گے؛ کون کرے گا؟ میں سب سے عرض کر رہا ہوں؛ کہ اُن تنظیموں کا تعاون کرو؛ چاہے مالی تعاون ہو یا جانی تعاون ہو، جو قرآنی مکاتب کو قائم کرنے کی فکر کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جمعیت کو؛ میرے پاس تو بار بار پیغام آتا ہے کہ یہ کام کرنے جا رہے ہیں ہم آپ کے مجمع کا تعاون چاہتے

---

(۱) وعن سلام بن مشكم –كاتب أبي الدرداء– قال: قال لي أبو الدرداء: اعدد من يقرأ عندي القرآن، فعددتهم ألفا وستمائة ونيفا، وكان لكل عشرة منهم مقرئ، وكان أبو الدرداء يكون عليهم قائما، وإذا أحكم الرجل منهم تحول إلى أبي الدرداء رضي الله عنه.: قال لي أبو الدرداء: اعدد من يقرأ عندي القرآن، فعددتهم ألفا وستمائة ونيفا، وكان لكل عشرة منهم مقرئ، وكان أبو الدرداء يكون عليهم قائما، وإذا أحكم الرجل منهم تحول إلى أبي الدرداء رضي الله عنهمعرفة القراء (67/1) وغاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري (426-425/1) ترجمة رقم 1790.

ہیں، میں کہتا ہوں: بالکل! ہم ہر قدم پر تعاون کے لیے تیار ہیں۔ مولانا محمود مدنی کا پیغام آیا کہ ہمارا ایک مشن ہے، میں نے کہا: ہمارا مشن آپ کا مشن ایک ہے، ہر مسجد کے اندر یہ نظام قائم ہونا چاہیے، ہم نے کہا: ٹھیک ہے۔

## ''اگر اُمت کو باطل کے انقلاب سے بچانا چاہتے ہو تو مساجد کو مسلمانوں کی زندگی کا مرکز بنالو''

مولانا علی میاں ندوی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے: ''اگر اُمت کو باطل کے انقلاب سے بچانا چاہتے ہو تو مساجد کو مسلمانوں کی زندگی کا مرکز بنالو''۔ اِس لیے کہ مسجدیں وہ ہیں جہاں انقلاب آتے آتے قیامت قائم ہو جائے گی۔ ہاں! یہ لکھا ہوا ہے اُن کے بیان میں۔ اِس لیے مکاتب کا قائم کرنا ہر مسلمان کی، ہر کام کرنے والے کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے جو میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ اگر اِن مکاتب کے علاوہ مسجد کو تھوڑی دیر کے لیے وقت دینے والوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یہ علماء سے اِس کے لیے وقت درکار ہے۔ جو علماء تجارت کرتے ہیں یا دوسرے کام کرتے ہیں، وہ اپنے دُنیاوی مشاغل سے وقت فارغ کریں مساجد کے لیے۔ اِس کو ہم عرض کرتے ہیں، کہ صحابہؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ تجارت اور تعلیم، کسب اور تعلیم کو اِس طرح جمع کرتے تھے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا ایک دن پورا مسجد کے لیے اور اُن کا ساتھی بازار کو ہولیا کرتا تھا۔ اور اگلے دن وہ بازار کے تقاضے دیکھتے تھے اور اُن کا ساتھی پورا وقت مسجد کو دیا کرتا تھا۔ یہ تناوُ حضرت عمرؓ اور اُن کے ساتھی کے درمیان میں تھا، کہ جو مَیں سیکھوں گا تمہیں سکھلاؤں گا جو تم سیکھو گے مجھے سکھلانا۔ اِتنا صحابۂ کرامؓ نے تعلیم اور تجارت کو اِس طرح جمع کیا۔ میں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ جو ایک نظام ہے تعلیم کا ہمیں اُس سے نہ کوئی تعارض ہے نہ کوئی اختلاف ہے، ہم تو یہ عرض کرتے ہیں کہ جو علماء تجارت کرتے ہیں اُن علماء کو چاہیے کہ وہ اِس فریضہ کے لیے وقت فارغ کریں؛ ورنہ صرف تاجر بن کر زندگی گزارنا قومِ شعیب کا مزاج ہے۔ یہ ہے سب سے بنیادی چیز جو میں نے عرض کیا ہے۔ کہ یہ وہ فرائض ہیں جن کی مشق کی جگہ اصل مسجد ہے، چاہے وہ ایمان کے حلقے ہوں، یا علم کے حلقے ہوں، یا وہ نماز ہو، اِس طرح ہمیں اِس محنت کے ذریعہ اس حوصلہ وعزم کو ہمارے اندر پیدا کرنا ہے۔ اِس لیے میرے دوستو اور عزیزو! ہماری جماعتوں کے خروج کا اور ساری نقل وحرکت کا اصل مقصد اُمت کو اعمالِ مسجد پر جمع کرنا ہے۔ کہ سارے فرائض کی تکمیل اِس ماحول میں ہوگی۔ اصل چیز ماحول ہے۔ انفرادی زندگی وہ گمراہی، جہالت اور معصیت کا سبب بنتی ہے۔ انفرادی زندگی گمراہی کا، جہالت کا اور معصیت کا سبب ہے اور اجتماعی زندگی اِجتماعی اعمال کا، یہ ہدایت کا اور تربیت کا اور عمل کے رغبت کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ ہم تو ہر جگہ اِجتماعی ماحول قائم کرنا چاہتے ہیں، اِس نقل وحرکت کے ذریعہ سے۔ اِس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ ہیں چند بنیادی باتیں جو میں آپ سے عرض کرنی تھی؛ اگلی بات یہ ہے کہ اِس طرح اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوا تو پھر اللہ کے قرب کے اثرات مخلوق پر پڑتے ہیں؛ **من اصلح مابینه و بین الله اصلح مابینه بین خلقه** (۱) اِس لیے فرمایا کہ جو اپنے اور اللہ کے درمیان کے تعلقات اچھے کرلیں گے۔ اِن فرائض کے ذریعہ اللہ

---

(۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ الْجَزَرِيِّ قَالَ: كَانَتِ الْعُلَمَاءُ إِذَا الْتَقَوْا تَوَاصَوْا بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَإِذَا غَابُوا كَتَبَ بِهَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ أَنَّهُ: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللَّهُ عَلَانِيَتَهُ، وَمَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنِ اهْتَمَّ بِأَمْرِ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللَّهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ (كتاب الإخلاص و النية لابن أبي الدنيا)

تعالیٰ اُن کے اور مخلوق کے درمیان کے تعلقات کو بہتر کردیں گے۔ اِس لیے اللہ کے راستہ میں اور اِس نقل و حرکت میں سب سے بنیادی چیز وہ اپنے اخلاق کی مشق ہے، اخلاق کی جو مشق ہوتی ہے وہ اکرام ہوتی ہے اور اکرام کی مشق اجنبیوں کے ساتھ نکلنے سے ہوتی ہے؛ ورنہ اپنے دوستوں کا اکرام کرنا کوئی مجاہدہ نہیں ہے۔ باپ کا اکرام' ماں کا اکرام' پڑوسیوں کا اکرام' دوستوں کا اکرام یہ کوئی مجاہدہ نہیں ہے' مجاہدہ اجنبیوں کا اکرام کرنا ہے؛ اِس لیے آپؐ نے فرمایا: اجنبیوں کے ساتھ نکلو اِس راستہ میں' تاکہ تمہارے اخلاق اچھے ہوجائیں۔ آپ پڑھئے حدیث: اے اکثم! اللہ کے راستہ میں نکلو اپنی قوم کے علاوہ کے ساتھ۔(۱) تمہارے اخلاق اچھے ہوجائیں۔ اِس لیے اکرام کی مشق جو کرائی گئی ہے وہ نئے لوگوں کے ساتھ نکال کر کرائی گئی ہے' کہ نئے لوگوں کے ساتھ نکلو؛ اِس لیے کہ آدمی جتنا اجنبیوں کے ساتھ ہوتا ہے اُن کا اکرام کرنا بھاری پڑتا ہے اور اجنبیوں کا اکرام کرلے تو اپنوں کے حقوق کا ادا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اکرام کی مشق اجنبیوں کے اکرام میں ہے۔ اخلاق کی مشق اجنبیوں کے اکرام میں ہے۔ اِس طرح ہمیں اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنی ہے اِس محنت کے ذریعہ سے۔ اور یہ بات تو پکی بات ہے کہ کام کرنے والوں کو اِن کام کے تمام اُمور پر اور کام کے پورے طریقۂ کار پر پوری بصیرت ہونی چاہیے تاکہ ہم خود بجائے کسی غلط فہمی کے شکار ہونے کے' غلط فہمی میں پڑے ہوئے لوگوں کو سمجھا کر نکالیں۔ میں تو آپ یہ عرض کررہا ہوں کہ ہرایک کی ذمہ داری ہے کہ غلط فہمیوں کو دور کرنا اور اُن ساتھیوں کو قریب کرنا اور اُن کو سمجھانا کہ بھئی! دیکھو! یہ کام ہے۔ دیکھو! یہ کام ہے۔ اور جتنا سیرت کو بیان کیا جائے گا اُتنا بصیرت میں اضافہ ہوگا۔ کام پر بصیرت اِتنی ہوگی جتنا سیرت کو بیان کرو؛ ورنہ بسا اوقات یہ ہے کہ جو چیز بعد والوں سے لوگے اُس میں اختلاف پڑے گا' اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے بعد والوں کی چیزیں اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر ہوتی ہیں ناں!!۔ ہمارا تجربہ یہ ہے، ہمارا تجربہ یہ ہے، ہمارا تجربہ یہ ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو صحابہؓ ایک ایسی جماعت ہیں کہ اُمت اُن پر جمع ہوسکتی ہے۔ اِس لیے اَن پڑھوں نے کام کو ثابت کرنے میں سیرت کو بنیاد بنایا ہے؛ اِن کے اپنے تجربات نہیں۔

## ذاتی تجربات پر اُمت جمع نہیں ہوسکتی

اِس لیے کہ ذاتی تجربات پر اُمت جمع نہیں ہوسکتی' ہرایک کہے گا میرا تجربہ یہ ہے، میرا تجربہ یہ ہے۔ اگر اُمت جمع ہوسکتی ہے تو سیرت پر جمع ہوسکتی ہے۔ اِس لیے میرے دوستو عزیزو! آخری بات یہ ہے کہ اِس ناقص نظام کو قائم کرنے کے لیے خروج ہے۔ مقام پر ہوں یا خروج میں ہوں؛ وقت کے فارغ کرنے کا اصل مقصد یہ ہے' کہ یہ جو نظام قائم ہو، اِس نظام کو قائم کرنے کے لیے نقل و حرکت ہے' اِس لیے جو اہمیت فرائض کی ہے وہ اہمیت خروج کی ہے، مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ کا ملفوظ ہے: ''میں اِس کا کوئی نام رکھتا تو اِس کا نام ''تحریکِ ایمان'' رکھتا۔

(۱) حدثنا هشام بن عمار حدثنا عبد الملك محمد الصنعاني حدثنا أبو سلمة العاملي عن ابن شهاب عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأكثم بن الجون الخزاعي يا أكثم اغز مع غير قومك يحسن خلقك وتكرم على رفقائك يا أكثم خير الرفقاء أربعة وخير السرايا أربع مائة وخير الجيوش أربعة آلاف ولن يغلب اثنا عشر ألفا من قلة (ابن ماجة 2827)

## نَفر اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے ہے کہ یہ نقل وحرکت ایمان کی تکمیل کے لیے ہے

یہ نَفر اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے ہے۔ کہ یہ نقل وحرکت ایمان کی تکمیل کے لیے ہے۔ اِس لیے میرے دوستو عزیزو! نکلنے کا جو اَمر ہے وہ اِس ماحول کو قائم کرنے کے لیے ہے۔ نکلنے کا جو حکم ہے وہ اِس ماحول کو قائم کرنے کے لیے ہے۔ اور جو اہمیت فرائض کی ہے وہ اہمیت خُروج کی ہے۔ اگر ناراضگی نماز کے چھوڑنے پر ہے اور ناراضگی شراب پینے پر ہے' اور ناراضگی زنا کرنے پر ہے تو میں کہتا ہوں کہ اِسی طرح ناراضگی اِس دعوت کے فریضہ کو چھوڑنے پر ہے؟ اللہ کے راستہ میں نکلنا اللہ کا اَمر ہے۔ ہم اِس اَمر کو پورا کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔ اِنفروا کہ نکلنے اللہ کے راستہ میں ہلکے ہو یا وزن۔ اللہ کے راستہ میں نکلنا اللہ کے اَمر (حکم) کی وجہ سے ہے اِس لیے نکلتے ہیں اور یہ حکم نہ ہوتا نکلنے کا تو میں سمجھتا ہوں کہ نکلنے میں تاخیر پر ناراضگی نہ ہوتی؛ ناراضگی ہے اِس لیے کہ یہ کوئی فریضہ ہے جس کے چھوڑنے پر وعیدیں ہیں اور یہ کوئی فریضہ ہے جس کے چھوڑنے پر اللہ اللہ کے رسولؐ کی ناراضگی ثابت ہے۔

## قرآن پڑھئے' حدیث پڑھئے' صحابہؓ کے واقعات بھی پڑھئے' ہر جگہ آپ کو ملے گا کہ نکلنے میں دیر کرنے پر ناراضگی ہے

قرآن پڑھئے' حدیث پڑھئے' صحابہؓ کے واقعات بھی پڑھئے' ہر جگہ آپ کو ملے گا کہ نکلنے میں دیر کرنے پر ناراضگی ہے۔ **الاتنفروا یعذبکم عذابا الیما**(۱) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں عذاب دیں گے۔ اللہ فرما رہے ہیں: اگر نکلنے میں تاخیر کرو گے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو گے **وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بأیدیکم الی التھلکہ**۔(۲) اِس آیت کا مطلب ہی صرف یہی ہے کہ اگر نکلنے میں تاخیر کرو گے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو گے۔ شانِ نزول دیکھئے کیا ہے!! یہ آیت کب نازل ہوئی؛ انصار نے کہا تھا کہ اِسلام پھیل چکا ہے' اسلام کو قوت حاصل ہو چکی ہے، مسلمانوں کی تعداد خوب ہو چکی ہے، آگے کوئی قتال ہونے والا بھی نہیں ہے، اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ تو قتال کے لیے نکلنا ہوا کرتا تھا اِس لیے عذاب کی دھمکیاں ہیں اُن کے لیے جو نہ نکلیں؛ (تو میں صاف کہتا ہوں کہ) اِس قصہ میں تو خود کہہ رہے ہیں کہ قتال ہونے والا بھی نہیں ہے' کہ نکلنا ضروری ہو گیا ہو' کیوں نہ مدینہ میں رہ کر کاروبار دیکھ لیں' کچھ ذرا! اپنے گھریلو تقاضے پورے کر لیں' کہ یہ مقامی کام کے ساتھ مدینہ کے قیام کا ارادہ کیا تھا انصار نے، اِدھر مشورہ چل رہا تھا اُدھر قرآن نازل ہو رہا تھا: **وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ**۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں جلدی کرو۔ تو میں نے عرض کیا کہ آپ پڑھئے قرآن وحدیث تو پتہ چلے گا کہ یہ نَفر اُمت کو اعمالِ دعوت پر جمع کرنے کے لیے ہے اور مُنکر کے ماحول

---

(۱) سورۂ توبہ، آیت: ۳۹

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۵

سے نکالنے کے لیے ہے، اس لیے اِس نَفر میں تاخیر کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اِس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ عزم کرے پورا مجمع کہ اِن ہدایات کے مطابق اِن شاء اللہ ہمیں عمل کرنا ہے۔ اور جتنے اُمور ہیں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے زمانہ سے لے کر حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے زمانہ تک جتنے اعمالِ دعوت اور جتنے اُمور ہیں اُن سب سے متعلق، اُن کے فضائل، اُن کے دلائل، اُن کا طریقۂ کار عملہ کو بتلایا جائے اور یہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ کام کے طریقہ کو اور کام کے اُمور سے پوری طرح عملہ واقف ہو۔ اس چیز کو یہاں سے امانت بنا کر لے کر جانا اور اپنے اپنے صوبوں میں، اپنے اپنے علاقوں میں، اپنی ایک مسجد سے لے کر عالمی سطح تک اِس کو امانت سمجھ کر اُمت تک پہنچانا؛ اِس لیے کہ جس طرح دین امانت ہے اِسی طرح اِس دعوت کا یہ طریقۂ کار بھی امانت ہے۔

# کام کا دستور

## مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ

ہر ہر موقع پر یہ دیکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا کیا۔

ایک اِس کام کی منزل ہے اور ایک اِس کام کا مقصد ہے اِن دونوں کے تعین کے بغیر کوئی سفر کرتا ہے تو اُس کا کوئی وقوف نہیں۔ آدمی گھر سے مسجد جا رہا ہے مسجد منزل ہے، نماز مقصد ہے۔

اِس کام کا مقصد وہ تحریکِ ایمان ہے، منزل اِس کام کی بہ اعتبار عبادت کے باعتبار دعوت کے اُمت کو جہاں چھوڑ گئے ہیں اُس کام کی منزل ہے۔

جتنا بھی کام دعوت میں چل رہا ہے یہ سب سیرت سے ثابت ہے۔

ہماری یہ مجلس کام کرنے والوں کے سامنے کام کے اُصول اور ضوابط مستقل آنا چاہیے تاکہ ہر ایک کو ہر کام کے جزئیات معلوم ہو سکیں۔

خروج ہمارے کام کا قِوام ہے، ہمارے کام کی جان ہے۔

مولانا بلال صاحب الحسنی فرماتے ہیں کہ حضرت (سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دُنیا کی ساری تنظیمیں دیکھی ہیں لیکن تین کام مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں۔ (۱) اپنا جان اپنا مال لے کر نکلنا۔ (۲) قیام ہر حال میں مسجد میں کرنا۔ (۳) یہ ہر عمل کے واسطے گھر سے نکلواتے ہیں۔

## خروج کی اقسام

(۱) علماء حضرات کا خروج یہ مشورہ سے طئے شدہ ترتیب ہے۔

(۲) علماء فراغت کے بعد سال لگائیں گے، دو سال محنت کے بعد عرب کا سال، تین سال محنت کے بعد غرب کا سال۔

(۳) حضرت سید علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین سال لگنے کے بعد سند دوں؛ تو حضرت جی نے فرمایا: تو پھر لوگ سند کے لیے سال لگائیں گے۔

یہ علماء جہلاء کو دین سکھائیں؛ ورنہ میں دُنیا ہی میں اِن کو سزا دوں گا۔

جب علماء عوام کے درمیان پھریں گے تو اُن پر علم کے مصارف کھلیں گے۔

## علماء کا دوسرا سال

80 سال پہلے یہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ۔ ۳/جنوری ۱۹۴۳ء اتوار کے دن بعد مغرب

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِن تینوں نے یہ تحریر تیار کی ''ہم نے کافی غور وفکر کے بعد یہ طئے کیا کہ علماء حضرات تین سال وقت لگائیں گے۔

ایک داخلی سال۔ ایک عرب کا سال۔ ایک غرب کا سال۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال محنت کر رہے ہیں ہم تین سال پر ( کہہ رہے ہیں کہ یہ کہاں کی ترتیب لائی گئی )

جب تک علم میدان میں نہیں اُترے گا جہل ختم نہیں ہوگا۔ حضرت عمارؓ کو، حضرت معاذ ابن جبلؓ کو، حضرت علیؓ کو یمن بھیجا۔ ( معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا تو کہا اے معاذ جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے تو کیسے فیصلہ کرے گا تو انہوں نے کہا میں کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے تو انہوں ن ے کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پائے تو؟ انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کے ذریعے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے۔ ( ابوداؤد: ۳۵۹۲ )

## علماء کا سالانہ خروج اور دو ماہ مرکز نظام الدین حاضری

علماء کا کوئی خروج عوام سے الگ نہیں ہے، جیسے عوام کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ چھ ماہ لگائیں؛ علماء بھی کوشش کریں۔

عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ چھ ماہ کا خروج کرتے تھے؛ ورنہ کم از کم سالانہ چلہ لگائے۔

ایک سال کا خروج اپنے مقام سے اور ایک سال کا خروج مرکز نظام الدین سے۔

مرکز میں مہمان آتے ہیں اُن کو لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔

ہم آنے والوں کو علماء کے ذریعہ کام سمجھوانا چاہتے ہیں۔

صرف ترجمانی کافی نہیں ہے۔

مرکز نظام الدین کے سہ ماہی مشورہ سے یہ طئے ہوا ہے کہ علماء دوسرا سالانہ چلہ یہاں سے لگائیں۔

## علماء دو ماہ مرکز نظام الدین میں آئیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پُرانوں کو اہتمام کے ساتھ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

جب جانے والوں نے اجازت چاہی تو فرمایا: میں درخت کے جس جانب بیٹھنا چاہتا ہوں تم اُس کے خلاف چاہتے ہو۔

سامنے رہنے سے اعتماد بڑھتا ہے۔

## عوام کا خروج

سالانہ چار ماہ پر ہماری عوام آئے (یہ چلہ مستورات کیلئے رکھ دیجئے)۔

حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر سے کتنے ایام دور رہ سکتی ہے؟ فرمایا: چار مہینے۔ (مصنف عبدالرزاق)

ہم ہر اُمتی سے چار چار ماہ لگوانا چاہتے ہیں۔

جو آدمی ہر سال چار ماہ لگانے کو جزوئے زندگی نہ بنائے وہ ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا۔

جب ایک شخص نے میاں جی محراب علیہ الرحمہ کے سامنے یہ کہا: ہر سال چار مہینے ضروری نہیں؛ اُنہوں نے اُس کو مارنے کے لیے لاٹھی اُٹھائی اور وہ لاٹھی بس کی کھڑکی میں اَٹک گئی؛ ورنہ وہ زخمی ہوتا۔

## دو ماہ نظام الدین میں (عوام)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معتمد عملہ کو ملکوں میں تقاضے پورا کرنے کب بھیجتے تھے۔

اپنے کام کی ایسے حفاظت کرو جیسے کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہو۔

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: جو اپنے حلقہ اور صوبہ میں استعمال ہوتے ہیں اُن کی فکر صوبائی ہوتی ہے۔ جو مرکز سے جڑتے ہیں اُن کی فکر عالمی ہوتی ہے۔

تقاضوں پر بھیجے جانے کے لیے وہ لوگ مقدم ہیں جو نظام الدین میں وقت دیتے ہیں۔

## پانچ ماہ بیرون

تین مرتبہ چار ماہ لگانے کے بعد بیرون جائیں۔

کام کیئے ہوئے سنجیدہ لوگ بیرون جائیں۔

شرطیں تقاضوں کے لیے نہیں بلکہ مضبوط بنانے کے لیے ہیں۔

## عشرہ

ہر ساتھی ماہانہ ۱۰/ یوم لگانے کی ترتیب بنائے۔ (ایک نئے ساتھی کی آپ پوری زندگی کی تشکیل کر رہے ہیں) چنانچہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تم ہجرت کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کونسی ہجرت؟ ہجرتِ بادیہ یا ہجرتِ باتہ!! میں نے عرض کیا: اِن دونوں میں سے کونسی افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ہجرتِ باتہ!۔ اور ہجرتِ باتہ یہ ہے کہ تم مستقل طور پر اپنے وطن کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کرو؛ یہ ہجرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں فتحِ مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی اور ہجرتِ بادیہ یہ ہے کہ تم وقتی طور پر دینی مقصد کے لیے اپنے وطن کو چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکلو اور پھر واپس اپنے علاقہ میں لوٹ جاؤ۔

(مجمع الزوائد، جلد ۵، صفحہ ۳۲۷)

## مستورات کا خروج

- جس طرح مردوں کا خروج اہم ہے مستورات کا خروج بھی اہم ہے: والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر (سورۃ التوبہ: ۷۱)
- جو ذمہ داریوں مردوں کی ہیں وہی عورتوں کی ہیں۔
- متعدد غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ ازواجِ مطہرات نکلتی تھیں؛ اُن کا جانا قرعہ اندازی سے طے ہوتا تھا۔

**عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اراد ان یخرج سفر اقرع بیننا فی غزاۃ غزاھا، فخرج سھمی فخرجت معہ بعدما انزل الحجاب۔**

(بخاری، ۲۶۶۱، باب تعدیل النساء)

- مردوں سے زیادہ مستورات کی جماعتیں ہونی چاہئیں۔ اُن کے ذریعہ ہر ایک گھر میں معمولاتِ نبوی زندہ ہونا چاہیے۔

ہم ہر مسلمان کے گھر کے اندر مستورات کی جماعت داخل کرنا چاہتے ہیں۔

جب آپ ﷺ مدینۂ طیبہ تشریف لائے ہر گھر والے کی تمنا تھی کہ آپؐ کا قیام ہمارے گھر ہو۔(حوالہ)

اُمِ عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ میں ۷ غزوات میں شریک رہی۔

(حیاۃ الصحابہؓ، جلد:۱، ص:۱۵۷)

مرد اور عورت دونوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں برابر ہیں۔

## دو ماہ مع مستورات بیرون

جن خواتین کے دو مرتبہ چلے لگ چکے ہیں وہ اپنے محرم کے ساتھ بیرون جائیں۔

ہر تیسرے سال چلہ۔ ہر سال عشرہ۔ ہر تیسرے ماہ سہ روزہ۔

جو پُرانی مستورات ہیں وہ اہتمام سے جب بھی تقاضے آئیں نکلنے کے لیے تیار رہیں تا کہ نئی مستورات کی تربیت ہو۔

## عصری و دینی طلبہ کا خروج

اِن کا شروع ہی سے دعوت کا مزاج بنے۔ مولانا شاہد صاحبؒ کے والد مولانا الیاس صاحبؒ کہنے لگے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہر علوم میں طلبہ و علماء کو جمع کر کے فرمایا سب نکل جاؤ! تو حضرت شیخؒ نے کہا کہ حضرت! تعلیم جاری ہے، تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نکل جائیں گے۔

ہر ہفتہ اُن کا اہتمام کے ساتھ خروج ہو۔ کوئی عذر ہو تو دو ہفتہ میں ایک بار نکلیں۔

## عصری طلبہ

اِن کو فراغت کا جتنا وقت ملتا ہے اتنا لگاؤ۔

۱) دینی طلبہ قرآن و حدیث کے ماحول میں، تربیت کے ماحول میں رہتے ہیں پھر بھی اُن کے لیے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے تو جو اسکول سے نکل رہے ہیں اُن کا کتنا اہتمام ہونا چاہیے۔ ایسا خروج ہو کہ اُن کی زندگی میں تبدیلی آ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صحابہؓ علم حاصل کرتے تھے، ساتھ ساتھ خروج بھی کرتے تھے۔ ستر صحابہ اُحد میں شہید ہوئے ہیں تو ستر صحابہ علم کو پہنچانے کے لیے شہید ہوئے ہیں۔ بئر معونہ میں طلبہ کو صرف مدرسہ میں داخل کر دینا کافی نہیں مستقل ان کی فکر کرنی چاہیے۔

عصری طلبہ کے فارغ ہونے سے پہلے ہی کمپنی والے/اسکول والوں سے نمبر لے کر اُنہیں اپنے یہاں (ملازمت) پر رکھ لیتے ہیں۔

## مقامی کام

سب سے پہلی چیز؛ ہم مسجد کے اعمال میں شرکت ضروری نہیں سمجھتے۔

جو آدمی اپنی مسجد میں استعمال ہوئے بغیر شب گزاری میں آتا ہے تو وہ شب گزاری اُس کے لیے کسی کام کی نہیں۔

جب ایسی بات ہے (تو اپنی مسجد میں استعمال ہوئے بغیر ملکوں میں جانا کس طرح فائدہ مند ہوگا)۔

سب سے بڑی چیز ہمارے کام کی ہے وہ مسجد کی آبادی ہے۔

ہماری مسجدیں چوبیس گھنٹے آباد رہیں۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ہسپتال چوبیس گھنٹے' ریلوے اسٹیشن چوبیس گھنٹے' ہوائی اڈّے کھلے رہتے ہیں تو پھر اللہ کے گھر چوبیس گھنٹے کیوں کھلے نہ رہیں۔

تعمیر مساجد سے علماء نے اعمال مراد لیے ہیں۔

امام الزہاد ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام المحدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تیار ہوئے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا گھر کیوں نہیں گئے؟ فرمایا: گھر نہیں ہے۔

نقداً ٹھا کر مسجد میں لانے کا ماحول بنایا جائے۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے **لو خيرت بين المسجد و الجنة لأخترت المسجد** (مرقاۃ)

کہ مجھے مسجد اور جنت میں جانے کا اختیار دے دیا جائے تو میں مسجد کو اختیار کروں گا کیونکہ مسجد کے اندر وہ اعمال ہو رہے ہیں جو مستقل قرب کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

## ایمان کے حلقے

ایمان کے حلقہ میں بٹھایا جائے، جس میں چار تشکیلیں ہوں؛ (۱) خروج کی تشکیل ہو چار چار ماہ کی (۲) مسجد کی آبادی میں حصہ لینے کی تشکیل۔ (۳) مسجد کے اندر علم کے حلقہ میں بیٹھنے کی تشکیل تاکہ عوام اور علماء کے درمیان جو خلاء ہے اُس کو پُر کرنے کے لیے۔ (۴) گھروں کی تعلیم کی تشکیل۔

جس جمع ہونے کے بعد تشکیل نہ ہو وہ ہمارا جمع ہونا نہیں ہے۔ تیسری تشکیل بڑی اہمیت کی ہے۔ ہم ہر مسجد کو مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، ہر عالم کو معلم بنانا چاہتے ہیں۔ ہر مسلمان کو طالب علم بنانا چاہتے ہیں۔

اِس کے علاوہ جہالت اور ارتداد کے دور ہونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ جیسا شہر تھا تاریخ میں اُس کی کوئی نظیر نہیں تھی کیونکہ ہر مسلمان طالب علم تھا جو مسجد میں جا کر علم حاصل کرتا تھا۔ عمر متعین نہیں تھا' وقت متعین نہیں تھا' مسجد میں آپ تشریف لائے، اس میں دو حلقے دیکھے، ایک ذکر کا، ایک تعلیم کا۔ تعلیم کے حلقہ میں آپؐ یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

علماء وقت فارغ کریں، ہمارے ساتھی ملاقاتوں کے ذریعہ ہر مسلمان کو اُٹھا کر مسجد میں لائیں۔ علماء اُن کو اُن کی ضرورت کا علم دیں۔

## گھر کی تعلیم

گھر کی تعلیم میں قرآن کے حلقے، کتابی تعلیم، چھ صفات کا مذاکرہ، تشکیل اور مشورہ ہے۔

پہلا اور دوسرا گشت دونوں ضروری ہیں۔

## مسجد وار جماعتوں کا جوڑ

12 سے 15 مسجدوں کا جوڑ ہوگا جس میں کمزور اور مضبوط دونوں مسجدیں ہوں گی۔ کمزور مسجدوں کو مضبوط مسجدوں کے حوالہ کیا جائے۔ (جیسے کمزور اضلاع اور صوبوں کو مضبوط اضلاع اور مضبوط صوبوں کے حوالہ کیا جاتا ہے)

## جوڑ کے ۴ کام

(۱) مسجدوں کی حاضری۔ (۲) کارگزاری (۳) عزائم کے ساتھ ترغیب (۴) حیاۃ الصحابہؓ۔

جو مسجد نہیں آئی اُس کو دوسری مضبوط مسجد کے حوالہ کر دو۔

جو ماہانہ مسجد وار جوڑ میں نہیں آئے گا وہ فکریں نہیں لے گا۔ ایک ایک اُمتی کو اِس کام کے تقاضہ پر استعمال کرنا ہے۔

## شب گزاری

کہیں بھی کھانا پکانے کی بالکل اجازت نہیں ہے، چاہے ایک ہی آدمی انتظام کر رہا ہو پھر بھی اجازت نہیں ہے۔

عصر بعد بیان، مغرب بعد بیان، عشاء بعد حیاۃ الصحابہؓ۔ کھانا اور بستر گھر سے لانا ہے۔

اللہ کے گھر پڑ کر ہفتہ کی ایک رات مانگنے کی ہے۔

## اجتماعات

اجتماع کی بنیاد کام ہونا چاہیے نہ کہ انتظام۔ دعوت انتظام پر غالب ہو۔ جتنا بڑا انتظام ٹوٹتا ہے اُتنی مدد آتی ہے (دلیل: خندق کا واقعہ) بڑی تیزی کے ساتھ ہمارے اجتماعات انتظامات کی طرف جا رہے ہیں۔

اس کام کے تین سطحیں ہیں؛ ادنیٰ، متوسط، اعلیٰ۔ ادنیٰ: وہ جلسہ و اجتماعات کا ہونا ہے۔ متوسط: چل پھر کر محنت کرنا ہے۔

اعلیٰ: چل پھر کر محنت کے ساتھ ساتھ راتوں کو اُٹھ کر رونا ہے۔ (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

## صوبوں کی سطح پر نظام الدین آمد

سہ ماہی مشورہ میں یا دو ماہ میں مطلوبہ سطح کا مجمع آئے۔

نظام الدین دو ماہ آنے والوں کے لیے بیرون والے کوائف ہیں۔

## حضرت جی دامت برکاتہم (دُعاء سے پہلے)

### دین کی محنت (بھی) ایک امانت ہے اُس کو بدلنا خیانت ہے

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو عزیزو! دین ایک امانت ہے اُس کو بدلنا خیانت ہے اسی طرح دین کی محنت ایک امانت ہے اس کو بدلنا (بھی) خیانت ہے۔ جو چیز منصوص (قرآن اور حدیث سے ثابت) ہو اُس کا انکار محرومی کا سبب ہے، ایک صاحب نے اپنے شیخ سے اِس بات کا مشورہ کیا کہ میں ایک اہم دینی ذمہ داری میں ہوں؛ عمومی وقت لگانے کا موقع نہیں ملتا؛ حضرت شیخؒ نے فرمایا ''اِس راستہ میں نہ نکلنا جرم ہے۔ اگر تمہیں اپنے دینی تقاضوں کی وجہ سے وقت نہیں مل رہا ہے تو تمہیں ہمیشہ ندامت ہونی چاہیے اور اُس پر استغفار کرنا چاہیے؛ تو شاید تم معذورین کی فہرست میں آ کر بچ جاؤ گے۔

اگر اپنے معتمد عملہ کو تمام کام کے اُمور نہ بتلائے جائیں تو یہ ملکوں (میں) جانے والی جماعتیں بعض ایسی بنیادی اور عمومی چیزوں سے بھی بے خبر ہوتی ہیں جن کو عملی طور پر قائم کرنا جماعت کی ذمہ داری ہوتی ہے' لیکن اِس لیے ہم نے عرض کیا تھا کہ پورے عملہ کے سامنے کام کا دستور پیش کیا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ فضائل کے ساتھ علماء خصوصاً اور پُرانے عموماً اِس سارے طریقۂ کار کے دلائل کو یاد رکھیں۔ کیونکہ فضائل ہوتے ہیں اِستقامت کے لیے اور دلائل ہوتے ہیں بصیرت کے لیے؛ اِس لیے ضروری ہے کہ خدا نہ کرے! کسی موڑ پر کسی جزئیہ سے یا کسی موڑ پر کسی طریقۂ کار سے کوئی اختلاف نہ کر بیٹھے!۔

### ہم اِس دستور کے پابند بھی ہیں اور داعی بھی

آپ کے ذریعہ سے یہ بات صوبہ صوبہ، ضلع ضلع، تحصیل تحصیل، مسجد مسجد پہنچے۔ یہ ہمارے کام کا دستور ہے۔ ہم اِس دستور کے پابند ہیں اور اس دستور کے داعی بھی ہیں۔ یہ تو ذمہ داریاں ہیں۔ اِس لیے کہ کسی چیز کو اپنے عملہ پر پیش کرنے کے لیے نہ تحریر اصل ہے' نہ تقریر اصل ہے' نہ مذاکرہ اصل ہے؛ بلکہ اِس کی عملی شکل اصل ہے، اِسی لیے نبی کو بھی اس کا حکم ہے، لاتکلف الا نفسک و حرض المؤمنین (آپ کے لیے تکلیف اور دوسروں کے لیے ترغیب۔ (سورۂ نساء: ۸۴)

### مرکز میں آمد اجتماعیت کا سبب ہے

نظام الدین آمد سب سے بنیادی چیز ہے۔ ہماری اجتماعیت کا سبب صرف یہاں کی (نظام الدین) آمد ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ نبی کو حکم ہے کہ آپ بھی وہیں جُڑیئے اور آپ کی اتباع کرنے والے بھی وہاں جُڑے جو

تمہاری قدیم جگہ ہے۔ یہ تو تمہاری مسجد ہے جس کی اساس اور بنیاد تقوے پر رکھی گئی ہے۔ ''قدیم جگہ پر جُڑنا اجتماعیت'' ہے اور ''قدیم جگہ پر نہ جُڑنا'' یہ افتراق ہے''۔ اگر یہاں آتے رہو گے تو تمہارے درمیان وحدتِ کلمہ باقی رہے گا اور اگر یہاں نہیں آ ؤ گے تو تمہیں نہیں معلوم ہو گا کہ کیا کہا جا رہا ہے اور اختلاف پیدا ہو گا۔

# دُعا حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ یکم راگست 2023ء بمطابق ۱۲ رمحرم الحرام ۱۴۴۵ھ۔

اَلِفْ لَآمّ مِیْم اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یَا حَنَّانُ! یَا مَنَّان! یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ یَاسَیِّدِنَا وَیَامَوْلَانَا۔ وَیَا غَایَةَ رَغْبَتِنَا۔ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنَا السَّبِیْلَ الْاَقْوَمِ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنَا السَّبِیْلَ الْاَقْوَمِ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْراً کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَان، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا دُعَاةً اِلَیْكَ وَاِلٰی رَسُوْلِکَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِکَ۔ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْنَا بِتَأْیِیْدِکَ۔ اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنَا بِذُنُوْبِنَا خَآئِبِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَالَمْ نَعْلَمْ۔ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَالَمْ نَعْلَمْ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْفَوْزَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِكَ وَّالنَّارِ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ جَهَنَّمِ، وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا ضُعَفَآءَ فَقَوِّ فِیْ رِضَاکَ ضُعْفَنَا وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَوَاصِیْنَا وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَهٰی رِضَآئِنَا اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِنَا فِیْ تَیْسِیْرِ کُلِّ عَسِیْرٍ۔ اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِنَا فِیْ تَیْسِیْرِ کُلِّ عَسِیْرٍ فَاِنَّ تَیْسِیْرَ کُلِّ عَسِیْرٍ عَلَیْكَ یَسِیْرٌ وَنَسْأَلُکَ الْیُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَنَسْأَلُکَ الْیُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلاً وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلاً اِذَا شِئْتَ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ نَسْأَلُکَ مُؤْجِبَاتِ رَحْمَتِك وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِك وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِسْمٍ، لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا کَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَلَا ضُرًّا اِلَّا کَشَفْتَهٗ وَلَا مَرَضًا اِلَّا شَفَیْتَهٗ وَلَا بَلَاءً اِلَّا رَفَعْتَهٗ وَلَا مُسَافِرًا اِلَّا حَفِظْتَهٗ وَبَلَّغْتَهٗ وَغَنَّمْتَهٗ وَسَلَّمْتَهٗ وَلَا حَاجَةً وَّلَا دَاجَةً اِلَّا قَضَیْتَهَا، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ!

اِلَیْك رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَفِیْ اَنْفُسِنَا لَکَ رَبِّیْ فَذَلِّلْنَا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا وَمِنْ سَیِّءِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنَا وَعَلٰی صَالِحِ الْاَعْمَالِ فَقَوِّمْنَا وَعَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ فَثَبِّتْنَا، وَعَلَی الْاَعْدَآءِ اَعْدَآءِ اَعْدَائِکَ اَعْدَآءِ الْاِسْلَامِ فَانْصُرْنَا۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا

وَلَاتَنْصُرْعَلَيْنَا وَزِدْنَا وَلَاتَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَاتُهِنَّا وَآثِرْنَا وَلَاتُؤْثِرْعَلَيْنَا وَامْكُرْلَنَا وَلَاتَمْكُرْعَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّايَخَافُكَ فِيْنَا وَلَايَرْحَمُنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَابِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًامَّا اَبْقَيْتَنَا وَارْحَمْنَا اَنْ نَّتَكَلَّفَ مَالَايَعْنِيْنَا، وَارْزُقْنَا حُسْنَ النَّظْرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنَّا، يَاقَيَّامَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ يَاقَيَّامَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ يَارَبَّنَاتَقَبَّلْ تَوْبَتَنَا وَاغْسِلْ حَوْبَتَنَا وَأَجِبْ دَعْوَتَنَا وَثَبِّتْ حُجَّتَنَا وَسَدِّدْاَلْسِنَتَنَا اَللّٰهُمَّ اهْدِ قُلُوْبَنَا اَللّٰهُمَّ اسْلُلْ سَقِيْمَةَ صُدُوْرِنَا اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَالِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّيَةِ وَالْهُدٰی اِنَّکَ علٰی کل شیئ قدیر۔

- اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! ہماری خطایا سے درگزر فرما۔ اے اللہ! اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی جرم یہ ہے کہ ہم نے اس کام کو کام نہ بنایا، تیرا دین مٹتا رہا، تیری نبیؐ کی قربانیوں سے وجود میں آنے والی اُمت مرتد ہوتی رہی، ہم دنیا بنانے میں لگے رہے؛ اے اللہ! ہمارے اِس جرمِ عظیم کو معاف فرما۔
- اے اللہ! ہمارے اِس جرمِ عظیم کو معاف فرما۔
- ہمیں اِس عالی محنت کے لیے' جس کے لیے تو نے نبیوں کا انتخاب کیا تھا' فضل فرما کر' کرم فرما کر اے اللہ! ہمیں اور ہماری نسلوں کو اِس نعمتِ عظمٰی کے لیے قبول فرما لے۔
- اے اللہ! ہم کوتاہیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، دن رات ہمارے بے اُصولیوں میں اور گناہوں میں گزر رہے ہیں، تو اپنا فضل فرما کر' اپنا کرم فرما کر ہماری بے اُصولیوں کی وجہ سے اے اللہ! ایک اُمتی کو بھی اِس کام سے محروم نہ فرما۔
- اے اللہ! ایک اُمتی کو بھی اِس کام سے محروم نہ فرما۔ ہمیں' ہماری نسلوں کو صحابہؓ کی اولادوں کی طرح قبول فرما۔
- اے اللہ! ہمیں اور ہماری نسلوں کو صحابہؓ کی طرح قبول فرما۔
- فضل فرما کر' کرم فرما کر اے اللہ! اُمتِ مسلمہ کو اِس دعوت کی محنت پر مجتمع فرما۔
- تفرق (توڑ) سے تشتت (پَراگندگی) سے اُمت کی حفاظت فرما۔
- اُمت کے دلوں میں دین کے مٹنے کا اِجتماعی غم پیدا فرما۔
- اے اللہ! اُمت کے دلوں میں دین کے مٹنے کا اجتماعی غم پیدا فرما۔
- اُمت کی صلاحیتوں کو دین پر لگا دے اور اُمت میں دعوت کی نسبت اور قربانیوں کو زندہ فرما کر، اے اللہ! اِن قربانیوں کو قبول فرما کر، اے اللہ! پوری اُمتِ مسلمہ کے قلوب کو خیر کی طرف پھیر دے۔
- یا اللہ! جو کچھ جماعتیں تیری راہ میں پھر رہی ہیں اِن کی قربانیاں تیری نظر میں ہیں، اے اللہ! تو کسی غافل سے غافل نہیں۔
- اے اللہ! تو فضل فرما کر' کرم فرما کر ہماری اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو اور اے اللہ! اِن کی قربانیوں کو قبول فرما کر' اے اللہ! عالمِ انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ اُمتِ دعوت ہو یا اُمتِ اِجابت ہو اے اللہ! سب کو تو ہدایت سے نواز دے۔
- اے اللہ! اُمت کو دعوت کی اِس محنت پر مجتمع فرما۔

● اُمت میں دعوت کی نسبت پر قربانیوں کو زندہ فرما کر اِن قربانیوں کو قبول فرما کر اے اللہ! اُمت کی ہدایت کے فیصلے فرما۔

● مضلاتِ فتن سے اُمت کی حفاظت فرما۔

● اے اللہ! مضلاتِ فتن سے اُمت کی حفاظت فرما۔

● اے اللہ! تفرق سے، تشتت سے اُمت کی حفاظت فرما۔

● یا اللہ! وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ پیدا فرما۔

● اے اللہ! جو اُصول جو تجھے ہم سے مطلوب ہیں، تو ہمیں اِجتماعی طور پر تو ہمیں اُن پر جما دے۔ جو طریقے تجھے ہم سے مطلوب نہیں ہیں تو اجتماعی طور پر ہمیں اُن سے جھٹک کر ہٹا دے۔

● اے اللہ! اُمت کو احیاءِ سُنّت پر قائم فرما۔

● محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ قیامت تک کے لیے کر گئے ہیں، اُمّت کو اِجتماعی طور پر اِتباعِ سُنّت پر احیاءِ سُنّت پر مجتمع فرما۔

● یا اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر رہبری فرما۔ مراشدِ اُمور الہام فرما۔

● اے اللہ! جہاں جہاں سے بھی جماعتوں کا گزر ہو جائے، یا اللہ! تو وہاں دینی فضائیں قائم فرما۔

● سارے عالم سے رِدۃ کے دروازوں کے مسدود ہونے اور حق کی راہوں کے کشادہ ہونے کا اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو ذریعہ فرما۔

● اے اللہ! تو نے ایک ایک صحابیؓ کو ایک ایک ملک کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! یہ جو جماعتیں ملکوں میں پھر رہی ہیں تو اپنی جس قدرت کے ساتھ دورِ انبیاءؑ صحابہؓ میں تھا؛ اے اللہ! تیری قدرت میں تغیّر نہیں، تو اپنی اُسی قدرت سے آج اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو سارے عالم کے انسانوں کے جہنّم سے بچنے کا، ہدایت کے راستہ پر آنے کا اے اللہ! تو اُس کو اُس طرح ذریعہ بنا دے جس طرح تو نے دورِ صحابہؓ میں تو نے اِس کام کو پھیلایا ہے۔

● اے اللہ! فضل فرما کر، کرم فرما کر، جو صفات تجھے صحابہؓ والی مطلوب ہیں، اے اللہ! وہ صفات اور عادات تو اپنی قدرت سے ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے اللہ! تو کسی کو نوازنے پر آئے تو تو شرائط کا پابند نہیں ہے۔

● اے اللہ! تو کسی کو محروم کرے تو پھر تجھے کسی کو عبادت کی تجھے پَرواہ نہیں؛ اے اللہ! تیری ذات مستغنی ہے، ہم میں آپ (اللہ) کے استغناء کا استحضار پیدا فرما دے۔ ہم میں اپنے استغناء کا خوف پیدا فرما دے۔

● اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے استغناء کا خوف پیدا فرما دے اور اپنے رضا والے کاموں میں ثابت قدم فرما دے۔

● اے اللہ! ہمارے دلوں میں وہ تقویٰ پیدا فرما، جس کو تیرے یہاں دریائے تقویٰ کہتے ہیں وہ اخلاص پیدا فرما، جن کو تیرے یہاں اخلاص کہتے ہیں اور عبادات پر ہمیں ثابت قدم فرما جس کو تیرے یہاں عبادت کہتے ہیں۔ اے اللہ! فضل فرما کر، کرم فرما کر یہ صفاتِ ایمانیہ ہمارے اندر اِس محنت کے ذریعہ پیدا فرمادے۔

● اے اللہ! تو ہی مربیٔ حقیقی ہے۔ تو نے اِس محنت پر تربیت کا وعدہ کیا ہے۔ ہم تجھ سے اُس تربیت کا سوال کرتے ہیں؛ فضل فرما کر کرم فرما کر ایک ایک فردِ اُمّت کی بہترین تربیت فرما۔

● ہماری اولادوں کی تربیت فرما۔

● اے اللہ! ہم میں سے ایک فرد کو بھی تو ضائع نہ فرما۔

● اے اللہ! پورے عالم میں جس ملک سے اور جس گھر سے تو نے خیر کا کوئی کام لیا ہے، اے اللہ! اُس خیر کے کام کو قیامت تک کے لیے جاری اور ساری فرمادے۔

● اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ فرما۔

● مدارس کو، مساجد کو، دینی تحریکوں کو، خانقاہوں کو؛ اے اللہ! اِن تمام شعبوں کو اِس نقل وحرکت کے ذریعہ سے قائم فرما کر اُمّت کی ہدایت کے فیصلے فرما، اور یا اللہ! اِن تمام شعبوں کی بھرپور حفاظت فرما۔ ہر شریر کی شرارت سے، ہر فتین کے فتنہ سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے یا اللہ! تمام دینی اداروں کی اور اُمُّ المدارس کی اور ان کے خُدام کی بھرپور حفاظت فرما۔

● یا اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ وہ نصراتِ غیبیہ، وہ فرشتوں کے جُھنڈ، جو تعلیم کے حلقوں پر اُترتے ہیں، فضل فرما کر کرم فرما کر اِن دینی اداروں پر اور اِن دینی مدارس پر، اُن ملائکہ کا نزول فرما کر، اے اللہ! غیبی نصرتوں سے اِن کی حفاظت فرما۔

● اے اللہ! غیبی نصرتوں کے ذریعہ اِن تمام اداروں کی حفاظت فرما، اِن کے خدام کی حفاظت فرما۔ اِن میں کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔

● یا اللہ! اِن اداروں کے ذریعہ پورے دین کو پورے عالم میں قائم فرما۔ قدم قدم پر نصرت فرما۔ تمام ضروریات کا اپنے خزانۂ غیب سے تکفّل فرما کر اپنے غیب سے مستغنی فرما کر اے اللہ! ہمیں اِن ذمہ داریوں میں آگے بڑھنے والا بنادے۔ تمام رُکاوٹوں کو دور فرمادے۔

● اے اللہ! اِن اداروں کی اور اِس دعوت کے کام کی ہر شریر کی شرارت سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے اے اللہ! بھرپور حفاظت فرما۔

● قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر مدد فرما۔ مراشدِ اُمور الہام فرما۔

● اے اللہ! مہمّاتِ اُمور پر ہماری اعانت فرما۔

● یا اللہ! جتنے اجتماعات ہونے والے ہیں اور جہاں کہیں ہو رہے ہیں اور جتنے اجتماعات کی تاریخیں دی گئی ہیں اے اللہ! اِن سب کو قبول فرما۔

● جہاں جہاں اِجتماعات ہو رہے ہیں، یا آئندہ ہونے والے ہیں' اے اللہ! صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔ اِن اجتماعات کو اُمّت کے ہدایت پر مجتمع ہونے اور اِن اِجتماعات کو اُمّت کے مجتمع ہونے کا ذریعہ فرما۔

● اے اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر رہبری فرما۔ مراشدِ اُمور اِلہام فرما اور مہمّات اُمور پر ہماری اعانت فرما۔

● اے اللہ! عبادات کا شوق ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

● دُنیا اور دُنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکال کر اے اللہ! آخرت کا اِستحضار ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

● اے اللہ! عبادات کا شوق ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

● اپنے ذکر پر' شکر پر' حسنِ عبادت پر اور حسنِ تلاوت پر اور اے اللہ! خصوصاً قیام اللیل پر ہماری مدد فرما۔

● اے اللہ! دُنیائے دنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکال کر اور مال کے فتنوں سے ہمیں اور ہمارے کام کو بچا کر اے اللہ! تو اپنے رضا والے کاموں پر ہمیں ثابت قدم فرما۔

● ہماری عورتوں کو قبول فرما۔ ہمارے بچوں کو قبول فرما۔ ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو قبول فرما۔

● اے اللہ! ہمیں صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔

● اے اللہ! تو ہم سے جس طرح کام چاہتا ہے تو اُس کے مطابق ہماری پیشانیوں کو پھیر دے۔

● اے اللہ! اِس مشورہ میں جو کچھ سوچا گیا ہے اور جو عزائم کیئے گئے ہیں، اور اے اللہ! جو کچھ کرنا تو نے اپنے فضل سے ہمارے دلوں میں ڈالا ہے' اے اللہ! تو اپنے فضل سے اور اپنی قدرت سے اے اللہ! تو اُس کو عملی طور پر زندہ فرما دے۔

● اے اللہ! ہم ضعیف ہیں' کمزور ہیں تجھ سے اپنے ضُعف کا اقرار کرتے ہیں، اے اللہ! ہم ضعیف ہیں' کمزور ہیں تجھ سے اپنے ضعف کا اقرار کرتے ہیں؛ یا اللہ! تو اپنی قدرت سے اور اے اللہ! اپنی غیبی نصرتوں سے اور اپنی غیبی مددوں سے اِن تمام اُمور کی تکمیل فرما۔

● جو کچھ ہوا ہے تیرے فضل سے ہوا ہے، جو ہو رہا ہے تیرے فضل سے ہو رہا ہے، جو ہوگا تیرے فضل سے ہوگا، تو فضل فرما کر کرم فرما کر، اے اللہ! اِس کام کی اور کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔

● اِس مدرسہ کی اور مرکز کی خصوصاً ہر شریر کی شرارت سے، ہر فِتّین کے فتنہ سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے پوری پوری حفاظت فرما۔

● اے اللہ! تو نے ماضی میں جس طرح حفاظت فرمائی ہے' تو ہمیشہ کے لیے اے اللہ! اِس جگہ کی اور تمام مراکز کی بھرپور حفاظت فرما۔

● قدم قدم پر رہبری فرما۔

- یہاں آنے والوں کو قبول فرما۔ یہاں رہنے والوں کو قبول فرما۔ یہاں کے اساتذہ کو، تلامذہ کو، یہاں کے طلبہ کو اور یہاں کے مدرسین کو اور یہاں کے مقیمین کو قبول فرما۔
- اور اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ہماری اعانت فرما۔
- یا اللہ! نامرضیات سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! اپنے اوامر سے کامیابیوں کا یقین دلوں میں پیدا فرما کر، اپنے غیر سے مستغنی فرما کر اے اللہ! اُمّت کی ضروریات کا تکفّل فرما۔ اُمت کے حال پر رحم فرما۔ بیماروں کو شفاء نصیب فرما۔ مقروضین کے قرضوں کے ادا ہونے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما۔
- یا اللہ! جو ناحق مقدمات میں ماخوذ ہیں اُن کی خلاصی کے فیصلے فرما۔
- آخرت کا فکر اُمّت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- قبر کے عذاب اور جہنّم کے عذاب سے اُمّت کی حفاظت فرما۔
- موٴجباتِ مغفرت کی توفیق نصیب فرما۔
- اے اللہ! محض اپنے فضل سے ہماری اِن دُعاوٴں کو قبول فرما۔